aazzamm@yahoo.com

سے قاصر ہیں۔ ہزاروں سال پرانی تہذیب کا مطالعہ ہمارے اوپر کیا اثر انداز ہوگا۔ کاش کوف گھر جب اپنی جڑیں مضبوط کر لیتا ہے تو پھر کوئی عوامی انقلاب ہی اسے ختم کر سکتا ہے لیکن ہم اپنے اپنے حال میں مست ہیں۔ ہماری سوچ انفرادی ہے اجتماعی طور پر سر جوڑ کر بیٹھنا اور مسائل کا کوئی مثبت حل تلاش کرنے کے بجائے ہم ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ آثارِ قدیمہ۔ یہ محض دنیا دکھاوا ہے۔ کل کے انسان نے جو ترقی کی تھی اس سے ہمیں کیا ملے گا۔ صرف مطالعہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ضرورت عمل کی ہے۔ جس کا فقدان ہے۔ یہ کثیر سرمایہ جو زمین کھودنے پر خرچ کیا جا رہا ہے کسی بھی آبادی کی بنیاد رکھ کر ہزاروں انسانوں کے سر چھپانے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ غیر ممالک کو پرانی تہذیب میں الجھا کر ہم زیادہ دنوں تک اپنا الو سیدھا نہیں کر سکتے۔ سقراط کو محض اسی لیے زہر کا جام پینے پر مجبور کیا گیا تھا کہ وہ تحقیق کار کو نہیں بلکہ ان لوگوں کو سراہتا تھا جو اس تحقیق کے تمام سلوٹوں کو تحقیق کار کے مقابلے میں بہتر سمجھتے تھے۔ سکندر اعظم کا نام ہماری تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا گیا ہے آخر کیوں؟ لوگ ہلاکو خان سے نفرت کرتے ہیں؟ یہ سب کچھ سمجھنے کی خاطر ہمیں۔" آصف بولتے بولتے رک گیا آخر کیوں؟ اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے جو کہنا چاہتا تھا اس کا وقت گزر چکا تھا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے؟" میں نے دلچسپی کا اظہار کیا۔

"مجھے خوشی ہے کہ ابھی تمہارے اندر کا باشعور انسان سانس لے رہا ہے۔"

"یہ چند سانس اس کی زندگی کو بڑھا نہیں رہے۔ کم کر رہے ہیں۔"

"فلسفے سے بہت زیادہ دلچسپی ہے؟"

"مجھے یہاں کیوں لایا گیا تھا؟" اس نے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے سراج کی جانب دیکھا۔

"ہم تم سے ان خطرات کی بات کرنا چاہتے ہیں جو تمہاری زندگی میں تباہی بن کر داخل ہوئے ہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"تم ساحلی علاقے کی اس منہدم ہٹ میں کیا کرنے گئے تھے جہاں صوفیہ کے قتل نے تمہیں دوسروں کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور کر دیا ہے۔" میں نے اسے گھورا۔

"میں نہیں جانتا کہ تم۔"

"بکواس مت۔" میں جھلا گیا۔ "مجھے بتاؤ کہ وہاں صوفیہ کے علاوہ اور کون کون لوگ تھے؟ صوفیہ کے قتل میں کس کا ہاتھ شامل تھا؟"

"میرا خیال ہے کہ تم لوگ اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہے ہو؟" وہ استہزائیہ پیرائے میں بولا۔ "میں سلطان قیصر کو قتل کرنے کے جرم کا اعتراف کر چکا ہوں۔ تمہیں اس کے علاوہ اور کسی بات سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں بتاتا ہوں تمہیں۔" میں جذباتی ہو گیا۔ "صوفیہ کو جگت نارائن کے آدمیوں نے ٹھکانے لگایا ہے لیکن اس سے پیشتر وہ تمہاری اور صوفیہ کی آوازوں کی ٹیپ کے علاوہ ویڈیو اور کچھ ایسی قابل اعتراض تصاویر بھی بنانے میں کامیاب ہو گئے تھے جسے دیکھنے کے بعد کوئی بھی شریف آدمی گڑبڑا سکتا ہے۔"

"تم شاید مجھے کسی بار در فلم کی کہانی سنا رہے ہو۔" وہ بے پروائی سے بولا۔

"اسی فلم کا ایک متحرک سین نغمہ بھی ہے۔ تمہاری کزن۔" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے علاوہ جگت نارائن بھی اس میں دلچسپی لے رہا تھا چنانچہ اس نے شطرنج کے کسی ماہر کھلاڑی کی طرح نہ صرف تم کو درمیان سے کاٹ دیا بلکہ اب شاید وہ تمہارے ہی ذریعے نغمہ تک پہنچنے کی کوشش بھی کر رہا ہے۔ کامیابی کی صورت میں اس نے تمہیں سلطان قیصر کے کیس سے بری کرانے کا وعدہ کیا ہے۔"

"تم۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا تم مجھے دلال سمجھ رہے ہو؟"

آصف کی آنکھوں سے چنگاریاں ابل رہی تھیں۔ لوہا پوری طرح گرم ہو چکا تھا۔ اب اس پر صرف ایک کاری ضرب کی ضرورت تھی۔ میں نے یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور معنی خیز لہجے میں بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" تم نے اگر ان کا مطالبہ پورا بھی کر دیا تو کیا وہ تمہاری ماں اور بہن کو آزاد کر دیں گے؟"

ماں اور بہن کا سن کر وہ چونکا پھر سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"میں تم سے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں۔" وہ مجسم التجا بن گیا۔ "مجھے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دو لیکن میری بے گناہ ماں اور معصوم بہن کو بچا لو۔"

"کیا جیل میں آنے کے بعد بھی تمہیں جگت نارائن کی طرف سے کوئی پیغام ملا ہے؟"

"ہاں۔" وہ مردہ آواز میں آہستہ سے بولا۔ "میں اس آدم خور درندے کو نغمہ سے ملوا دوں۔"

"پیغام پہنچانے والا کون تھا؟" میں نے دوسرا سوال کیا۔

"ایک کالی بھیڑ۔" آصف سراج کی طرف دیکھ کر بولا۔ "کالی بھیڑیں ہر حساس محکمے میں ہوتی ہیں۔ ان کا خاتمہ ہو جائے تو پھر مجرموں کی سراغ رسانی کا ایک موثر ذریعہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو سکتا ہے۔"

"کیا تم میرے اس کارندے کا نام بتا سکتے ہو؟"

"نہیں۔" آصف نے مسکرا کے جواب دیا۔ "زندگی کی تھوڑی بہت امید جو باقی رہ گئی ہے اسے ختم نہیں کرنا چاہتا۔"

"مجھ پر اعتبار کرو۔" سراج نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔ "میں تمہاری پوزیشن کی نزاکت کو محسوس کر رہا ہوں۔ میں اپنے کارندے سے کوئی بازپرس کر کے تمہارے لیے مزید کوئی خطرہ پیدا نہیں کروں گا البتہ اس کالی بھیڑ سے محتاط رہنا ہمارے آئندہ کے پروگرام کے لیے کارآمد ہو سکتا ہے۔"

"سوری۔" آصف نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔"

"فرض کرو اگر میں تمہاری ماں اور بہن کو بازیاب کرا لوں تو تمہارا رد عمل کیا ہوگا؟" میں نے اس کے سامنے دانا ڈالا۔

"میں تمہارا یہ احسان زندگی کی آخری سانسوں تک مانوں گا۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں براہ راست اس سے کبھی نہیں ملا لیکن اس کے ایک کارندے سے ضرور واقف ہوں جو ہمارے درمیان کسی رابطہ آفیسر کے فرائض انجام دیتا رہا ہے۔"

"کیا تم اس کے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟" سراج نے جلدی سے دریافت کیا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ بھی براہ راست جگت نارائن سے واقف نہیں ہے۔ اس نے مجھے یہی یقین دلایا تھا کہ اسے جتنے احکامات ملتے ہیں وہ فون پر موصول ہوتے ہیں۔"

"فرض کرو کہ تم نغمہ کو کسی طور ہموار کرنے کی سازش میں کامیاب ہو جاتے تو ایسی صورت میں تم اسے کہاں پہنچاتے؟"

"اس کا فیصلہ میرے جواب کے بعد ہی کیا جاتا۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ موت اور زندگی تو خدا کے ہاتھ میں ہے ویسے بھی میں دلالی کا یہ کام کبھی نہ کرنے کا آخری فیصلہ کر چکا ہوں۔"

"کیا تم نے ان لوگوں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا ہے؟" سراج نے تیزی سے کہا۔

"اتنا بے وقوف بھی نہیں ہوں۔ میرا آخری فیصلہ سن لینے کے بعد وہ میری ماں اور بہن کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہوگا؟" سراج نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"نہیں۔"

"جس وقت سلطان قیصر کو قتل کیا گیا اس وقت تم کہاں تھے؟"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ تم میری ماں اور بہن کو بازیاب کر سکتے ہو۔" آصف نے سراج کے سوال کا جواب دینے کے بجائے مجھے پر امید نظروں سے دیکھا۔ "کیا تمہیں علم ہے کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہے؟"

"پریشان مت ہو۔" میں نے اسے دلاسہ دیا۔ "ہمارے کہنے پر خاموشی سے عمل کرتے رہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح ہم تمہارے کسی کام آ جائیں۔"

اس کے چہرے پر دوبارہ مایوسی کے بادل منڈلانے لگے۔

"ہمت ہار دینا بزدلی کی علامت ہے۔" میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی۔ "اگر وہ تمہاری زندگی میں تمہاری ماں اور بہن کو ایذا نہیں پہنچا سکتے ہیں تو تمہاری موت کے بعد ان کا رد عمل زیادہ شدید بھی ہو سکتا ہے۔ مسٹر سراج اور میں الگ الگ نہیں ہیں۔ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو۔ ہم تمہیں تحفظ فراہم کرنے کا یقین دلاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "اب میرے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہیں ہے لیکن ایک شرط میری بھی ہے۔ میں تم دونوں کے سوا کسی اور سے کسی مسئلے پر گفت و شنید نہیں کروں گا۔"

"مجھے منظور ہے۔" سراج نے جلدی سے ہامی بھری۔

میں کوئی بات کرنا چاہتا تھا کہ اچانک میں نے عثمان غنی کو سراج کے برابر والے صوفے پر بیٹھے دیکھا۔

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ رفیقی کہ تم میری دل بستگی کا مواد فراہم کرتے رہو باقی سب کچھ میرے اوپر چھوڑ دو۔"

میں نے جواب میں خلا میں دیکھنا شروع کر دیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے میں کسی بہت ہی اہم نکتے پر غور کر رہا ہوں لیکن اصلیت اس کے برعکس تھی۔ میں اس وقت عثمان غنی کی وہاں آمد کا اصل مقصد معلوم کرنا چاہتا تھا۔

"میں تمہارے لیے ایک خوش خبری لایا ہوں۔" عثمان غنی نے میری کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے آصف کی ماں اور بہن کو تمہارے دوست سراج صاحب کے دفتر پہنچا دیا ہے۔ وہ پوری طرح حفاظت سے ہیں۔ پولیس کا وہ اہلکار جو جگت نارائن کے لیے مخبری کا کام سرانجام دیتا تھا میرے ایک ہی جھٹکے سے اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔ سراج کے نائب نے اس کو ہتھکڑی بیڑی پہنا کر بڑی مشکل سے قابو میں کر رکھا ہے۔ سراج سے کہو کہ وقت ضائع کیے بغیر دفتر پہنچے اب ان دونوں خواتین کی حفاظت کی ذمہ داری اسے لینی ہوگی۔ ان دونوں کو فوری طور پر کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے اور پولیس کارروائی کو فی الحال ملتوی رکھا جائے۔ اسی میں سب کی خیریت ہے۔ آصف کو سمجھانے کی کوشش کرو کہ وہ نغمہ کے سلسلے میں جگت نارائن کی آفر قبول کر لے لیکن یہ شرط لگا دے کہ سلطان قیصر کے قتل کیس سے گلو خلاصی کے بعد ہی وہ اس کے کام آ سکے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

گی۔" عثمان نے ایک لمبی سانس لے کر اپنی بات جاری رکھی۔ "بہر حال کوشش کرو کہ کیسے وہ سپر نمبر کردو۔ تمہیں یہاں سے فوراً ندا کی مدد کو پہنچنا ہے۔ جگت نارائن کی آفر قبول کرلے لیکن یہ شرط لگا دے کہ سلمان قیصر کے قتل کیس سے گلوخلاصی کے بعد ہی وہ اس کے کام آسکے گا۔" عثمان غنی نے ایک لمبی سانس لے کر اپنی بات جاری رکھی۔ "کوشلیا کو وہ سپر نمبر کردو۔ تمہیں یہاں سے فوراً ندا کی مدد کو پہنچنا ہے جگت نارائن کے آدمی تمہاری کالکا کے اشارے پر اسے اغوا کرنے کے ارادے سے روانہ ہونے والے ہیں۔ تمہارے وہاں پہنچنے تک میں انہیں روکے رکھوں گا۔" پھر عثمان غنی نے مجھے ندا کا پتا سمجھایا اور نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

"مسٹر شہباز۔" سراج نے میری طویل خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کس خیال میں گم ہوگئے ہیں؟"

"مسٹر سراج۔" میں نے غیر فطری انداز میں کہا۔ "آپ فوراً دفتر پہنچنے کی کوشش کریں۔ وہ کالی بھیڑ جو جگت نارائن کی مخبری کر رہی تھی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے۔"

"لیکن آپ اس بات کو اس قدر یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں؟" سراج نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"چھٹی حس۔" میں نے بدستور خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "جب قدرت کسی پر مہربان ہوتی ہے تو پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ملزم خود آپ کے دفتر پہنچ سکتا ہے تو پھر مظلوم کی رسائی بھی ہو سکتی ہے۔ کیا عجب ہے کہ اس وقت آپ کے دفتر میں وہ دونوں اغوا شدہ خواتین بھی موجود ہوں۔ جس کی بنا پر آصف صاحب نے اپنی زبان بند کر رکھی ہے۔"

"آپ اس وقت کیا محسوس کر رہے ہیں؟" سراج چونکہ آصف کے سلسلے میں میرے نجوم کا کرشمہ دیکھ چکا تھا اس لیے قدرے گھبرا کر بولا۔ "آپ کو احساس ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ غلط نہیں ہے۔" میں نے اپنی اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آصف کو ہدایت کر دیں کہ وہ نفر کو جگت نارائن سے ملانے پر آمادہ ہو سکتا ہے لیکن اس وقت جب اسے سلمان قیصر کیس سے مکمل نجات دلا دی جائے۔"

سراج کے علاوہ خود آصف بھی مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میرا باتیں کرنے کا انداز اس وقت کسی ایسے معمول سے ملتا جلتا تھا جسے ٹرانس کی حالت میں بولنے پر مجبور کر دیا گیا ہو پھر میں نے اپنے مطلب کی بات ختم کرنے کے بعد چونکتے ہوئے آصف سے کہا۔ "تم عدالت میں کیا بیان دو گے کہ پولیس کے تشدد سے تنگ آکر تم نے مجبوراً ایک ناکردہ سنگین جرم کا اعتراف کر لیا تھا ورنہ سلمان قیصر کی موت سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے دخل اندازی کی اس کے لہجے سے اب بھی حیرت جھلک رہی تھی۔ "ابھی آپ مسٹر آصف کی ماں اور بہن کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔"

"ہمم۔" میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہا تھا؟"

"یہی کہ وہ دونوں اس وقت میرے دفتر میں بھی موجود ہو سکتی ہیں۔"

"آپ شاید مجھ سے ایک بار پھر ویسا ہی مذاق کر رہے ہیں جیسا مسٹر آصف کی گرفتاری کے موقع پر کیا تھا۔"

"آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ مسٹر سراج کا وہ کارندہ جو جگت نارائن کے ہاتھوں بکا ہوا تھا وہ بھی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔" اس بار آصف نے مجھے بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کو یاد نہیں؟"

"میرے خدا۔" میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر پریشانی کا اظہار کیا۔ "یہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ کو شاید اس وقت کچھ دیر آرام کی ضرورت ہے۔"

"شاید ایسا ہی ہو۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے اٹھتے ہوئے کہا پھر کھوئے کھوئے انداز میں قدم اٹھاتا تیزی سے ہٹ کے باہر آگیا جہاں میری گاڑی موجود تھی۔ میں نے گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر شہر والی سنسان روڈ پر تیزی سے روانہ ہو گیا۔ عثمان غنی کی پراسرار شخصیت نے مجھے ایک بار پھر بڑی دلچسپ پچویشن سے دوچار کر دیا تھا۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔

راستے سے میں نے دانش کو پک کیا۔ وہ ابھی تک اسی چھپر ہوٹل میں بیٹھا تھا جہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ اسٹیئرنگ دانش کے حوالے کر کے میں پچھلی سیٹ پر آگیا۔ دانش کو ندا کے مکان کا پتا بتانے کے بعد میں نے کچھ دیر ذہن کو آرام دینے کی خاطر آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"بہت تھکے تھکے نظر آرہے ہو بھولے ناتھ۔ کن سپنوں کی سیر کر رہے ہو؟"

"تم۔" میں نے آنکھیں کھول کر کالکا کو دیکھا جو قیامت بنی میرے پہلو میں موجود تھی۔ "اس وقت تمہیں میرا خیال کیسے آگیا؟"

"کیوں؟ کیا میں نے پہلے کبھی تمہارا خیال نہیں کیا؟"

"میں انکار نہیں کروں گا لیکن اس وقت تم کہاں تھیں جب جگت نارائن کے تیجے ملک الموت مجھے گھیر کر جہنم رسید کرنے کی کوشش کر رہے تھے؟" میں نے شکوہ کیا۔

"اس وقت بھی میں تم سے دور نہیں تھی۔" کالکا مسکرائی۔ "اگر میں نے تمہاری سہائتا نہ کی ہوتی تو شاید تم بھگوان کو پیارے ہو چکے ہوتے۔"

"لیکن بھوشن کی رہائش گاہ پر مجھے گولیاں لگنے کے باوجود تمہیں کوئی ترس نہیں آیا تھا۔" میں نے زہرخند لہجے میں کہا۔

"وہ اور بات تھی۔ میں نے تم سے کہا تھا ابھی بھوشن سے ٹکرانے کا خیال من سے نکال دو لیکن تم نے میرا کہا نہیں مانا تھا۔"

"اس وقت تم بھی کالی کے روپ میں مجھے سزا دینے کے کارن پورے جلال سے آئی تھیں لیکن تمہارے جنتر منتر کسی کام نہ آسکے۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ "اس روز تمہیں اپنی شکست کا احساس کیسا لگا تھا؟"

"زیادہ گھمنڈی مت بنو۔" اس کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔ "تم کالکا کی مہان شکتی کے چمتکار دیکھ چکے ہو لیکن یہ سمے کی بات ہے۔ جو حالات کل تھے وہ آج نہیں رہے۔ جو آج ہیں وہ کل نہیں رہیں گے۔ جیون اسی دھوپ چھاؤں کا نام ہے۔ میرا وشواس ہے کہ تمہیں ایک بار پھر میری مہان شکتی کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"میرا ایک کام کر دو کالکا رانی۔" میں نے اسے مخمور نگاہوں سے دیکھا۔ "جگت نارائن کے اصلی چہرے کو بے نقاب کر دو۔"

"مجھ سے شٹھول بازی مت کرو بھولے ناتھ۔" وہ ناگن کی طرح بل کھا کر بولی۔ "تم خوب جانتے ہو کہ میری طرح وہ بھی بھوشن کی سہائتا کر رہا ہے۔"

"سمجھا۔" میں زہرخند سے بولا۔ "تم اس کے مقابلے پر میرا ساتھ نہیں دو گی؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"اس وقت کیا صرف یہی کہنے آئی تھیں؟" میری آواز میں تلخی آگئی۔ "دور ہو جاؤ میری نگاہوں سے مجھے تمہارے من شریر اور تمہاری مہان شکتی کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟" اس نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورا۔ "کیا تم اب کالکا سے پنجہ لڑانے کی کوشش کرو گے؟"

"میں کسی داسی کی طرح تمہارے چرنوں میں جیون بتا سکتا ہوں کیول ایک شرط ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم کو اگر مجھ سے سچا پیار ہے تو بھوشن اور جگت نارائن دونوں کو اپنے پیار کی بھینٹ چڑھا دو۔ میں ٹھوکر مار کر ان دونوں کو ان کی حیثیت کا احساس دلانا چاہتا ہوں۔"

"بہت اونچا اڑنے کی کوشش کر رہے ہو شہباز خان۔"

"سمے سمے کی بات ہے کالکا رانی۔" میں نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔ "تمہیں نرنجن لال تو یاد ہو گا تم نے اور تمہارے گرو پنڈت بنسی دھر نے مل جل کر اس کی سہائتا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن انجام کیا ہوا۔ اب تو نرنجن کی راکھ بھی سمندر کی تہ میں پہنچ چکی ہوگی اور پنڈت بنسی دھر کیا تم وشواس کرو گی کہ میں نے اسے تڑپتے ہوئے [illegible] تھی۔ اس کی گردن سے تازہ تازہ خون جھڑ رہا تھا لیکن وہ لیڈی مکارنس کے حکم پر میرے سامنے تڑپنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ میں اسی لیڈی مکارنس کی بات کر رہا ہوں جس نے تمہاری سندر مورتی کو۔۔۔"

"وہ سفید فام کتیا۔" کالکا بے حد خونخوار لہجے میں بولی۔ "اب شاید اس کا سمے پورا ہو گیا ہے۔"

"کوئی نئی بات کرو کالکا رانی۔ یہ جملہ تو تم کئی بار دہرا چکی ہو۔"

کالکا بل کھا کر رہ گئی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی نے کوئی وزنی پتھر اٹھا کر کسی بپھری ہوئی ناگن کے سر پر دے مارا ہو۔

"تم شاید اپنی اوقات بھول گئے ہو۔" وہ آگ بگولا ہو کر بولی۔ "کالکا کی شکتی کو سمجھنے میں تم غلطی سے کام لے رہے ہو۔"

"مجھے اپنی اوقات یاد ہے کالکا لیکن تمہاری مثال اب ڈھلتے سورج کی طرح ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا۔"

"تم کالکا کو للکار رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔" میں نے بے دلی سے جواب دیا تو وہ مجھے قہر آلود نگاہوں سے گھورتی ہوئی نظروں سے غائب ہو گئی میں نے پچھلی نشست پر سر ٹکا دیا۔ میں آنے والے لمحوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بدلتے حالات کے پیش نظر فی الحال کالکا کا کوئی وار مجھ پر موثر نہیں ہو سکے گا۔

عثمان غنی نے ایک بار پھر میری حیثیت کو سراج کے لیے خاص طور پر نہایت پراسرار بنا دیا تھا۔ بہرحال اس وقت میں صرف ندا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ عثمان غنی نے کہا تھا کہ جگت نارائن کی سیکریٹری کو نمبر دو پر کر کے پہلے ندا تک پہنچا جائے۔ احمد غوری کے بارے میں معلوم کر لینے کے بعد اب جگت نارائن اپنے آدمیوں کے ذریعے ندا کو اغوا کرانا چاہتا تھا۔ وہ خوبصورت اور حسین سی نو عمر لڑکی محض دولت کی ہوس کی خاطر ایک فارمولے کی چوری کے سلسلے میں احمد غوری کے ساتھ مل کر اپنے ملک کا اہم راز دشمنوں کے ہاتھوں فروخت کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس کو ورغلانے میں بھی کالکا کی طاغوتی قوتوں کا ضرور دخل رہا ہوگا۔ احمد غوری کے بعد اب ندا کی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ شاید اسی لیے جگت نارائن اسے فوری طور پر منظر عام پر سے ہٹانا چاہتا تھا۔ خاصی دیر تک بھی اسی بارے میں سوچتا رہا پھر گاڑی کی رفتار کم ہوئی تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ ایک ایسی آبادی تھی جہاں اوسط درجے کے لوگ رہتے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

تھے۔ دانش مکان کے نمبروں کو محتاط نگاہوں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے گاڑی ایک قدرے کشادہ سڑک پر روک دی جو مکانوں کے درمیان واقع تھی۔ اس کے بعد ہم پیدل سفر کرتے ہوئے اس مکان تک پہنچ گئے جس کے بارے میں عثمان غنی نے بتایا تھا۔ ہم نے اپنی کار جہاں چھوڑی تھی وہ مکان اس کی تیسری گلی میں واقع تھا۔ اس لائن میں زیادہ تر مکانات دو سو گز پر تعمیر تھے اور سنگل اسٹوری تھے لیکن وہاں پلاننگ اور صاف ستھرائی کا ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خیال رکھا گیا تھا۔

دانش کے ساتھ مل کر میں نے مکان کے اردگرد چکر لگائے اور انداز ایسا ہی تھا جیسے ہم کسی مکان کی تلاش میں ہوں۔ تیسرے چکر میں دانش نے دبی زبان سے کہا۔

"سر میں عقب سے اندر جانے کی کوشش کرتا ہوں آپ فی الحال سامنے رہیں۔"

"ٹھیک۔"

"میرا ذاتی خیال ہے کہ دو تین افراد سے زیادہ نہیں ہوں گے۔"

"میرا خیال قدرے مختلف ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اندر کی پوزیشن دیکھنے کے بعد تم مجھے فوری طور پر مطلع کرو گے۔"

دانش کے جانے کے بعد میں پھر ندا کے بارے میں سوچنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اس مکان میں اپنے کسی بزرگ کے ساتھ نہیں رہتی ہوگی ورنہ اتنی آزادی سے وہ اپنی من مانی نہیں کر سکتی تھی دوسرا خیال میرے ذہن میں کلبلا رہا تھا کہ اگر وہ جگت نارائن کے لیے کام کر رہی ہوگی تو پھر اس کی نگرانی کا خیال بھی ضرور رکھا گیا ہوگا۔

میں تقریباً آدھے گھنٹے تک مکان کے اردگرد چکر لگاتا رہا۔ اس طرح میں نگرانی والے امکان کے بارے میں اپنی تسلی کرنا چاہتا تھا لیکن وہاں مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس پر شبہ کیا جا سکتا تھا۔ پھر مکان کے صدر دروازے سے گزرتے وقت مجھے کسی نے مدھم آواز میں پکارا۔ میں نے دانش کی آواز پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی۔

"آجائیے سر۔ لائن اب کلیئر ہے۔"

میں نے اندر داخل ہونے سے پیشتر ایک بار پھر دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی مشتبہ شخص نظر نہیں آیا۔

"کیا پوزیشن ہے؟" میں نے اندر داخل ہونے کے بعد دانش سے دریافت کیا۔

"آپ خود ہی چل کر دیکھ لیں۔" دانش نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

میں اس کے ساتھ قدم بڑھاتا ہوا ایک روشن کمرے میں داخل ہوا تو ندا وہاں ایک کرسی سے بندھی نظر آئی۔ دانش نے فوری طور پر اس کے دوپٹے کا استعمال کیا تھا جسے وہ کھولنے کی کشمکش میں مبتلا تھی لیکن مجھے دیکھتے ہی اس طرح چونکی جیسے اسے کرنٹ چھو گیا ہو۔ کمرے میں وہ تنہا ہی نظر آ رہی تھی۔ وہ اس کی خواب گاہ ہی تھی جو ہر قسم کی آرائش اور آسائشی سامانوں سے مزین نظر آ رہی تھی۔ عام اور اوسط درجے کا کوئی بھی شخص ان قیمتی اشیاء کو افورڈ نہیں کر سکتا تھا جو وہاں نظر آ رہی تھیں۔ ندا اس وقت نائٹ گاؤن میں تھی جس نے اس کے حسن کو کچھ زیادہ ہی اجاگر کر دیا تھا۔

"باقی لوگ کہاں ہیں؟" میں نے دانش سے سرگوشی کی۔

"ایک خانساماں ٹائپ کی نفری اور ہے جسے میں فی الحال دو تین گھنٹوں کے لیے انا تھٹیل (بے ہوش) کر دیا ہے۔ اگر مجھ سے ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو اس کے ہاتھ میں چھپا ہوا خنجر مجھے عدم آباد پارسل کر دینے کے لیے بہت کافی ہوتا۔" دانش نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ صرف خانساماں نہیں تھا۔ اس کے علاوہ پورے مکان میں کوئی اور موجود نہیں ہے۔"

ندا مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ غصے اور جھلاہٹ کی ملی جلی کیفیتوں نے اس کے حسن میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ پروفیسر کی لیبارٹری کے مقابلے میں اس وقت وہ زیادہ معصوم اور کمسن نظر آ رہی تھی۔

"تم باہر کا خیال رکھو۔ جگت نارائن کے آدمی یہاں کسی لمحے بھی پہنچ سکتے ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں سر۔ آپ تک پہنچنے سے پیشتر انہیں میری لاش پر ہی سے گزرنا ہوگا۔" دانش نے گھسا پٹا جملہ ادا کیا پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ ندا اتنی دیر میں اپنے اعصاب پر خاصا قابو پا چکی تھی۔ خود کو دوپٹے کی بندشوں سے آزاد کرنے کی کوشش بھی اس نے ترک کر دی تھی۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"ہم تمہارے ہمدرد اور دوست ہیں اور فوری طور پر تمہیں ایک بڑے خطرے سے بچانے کے لیے یہاں سے لے جانے کی خاطر آئے ہیں۔"

"مجھے بھلا کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے؟"

"تم نے شاید مجھے پہچانا نہیں؟"

"پہچان گئی ہوں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "تم وہی ہو جو پروفیسر ابرار سے ملنے اس کی لیبارٹری تک پہنچے تھے۔"

"اور وہاں تم تنہا نہیں تھیں۔ تمہارے ساتھ احمد غوری بھی تھا۔"

"ہاں۔ وہ بھی پروفیسر کے خاص آدمیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔"

"جانتی ہو۔ وہ اس وقت کہاں ہے؟" میں نے اس کے اعصاب کو جھنجوڑنے کی خاطر نفسیاتی حربہ استعمال کیا۔

"اپنے اپارٹمنٹ میں ہوگا۔ لیکن تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اطلاعاً" عرض ہے کہ احمد غوری، اس وقت پولیس کسٹڈی میں ہے۔" میں نے اسے پُرنظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "اس کی تحویل سے وہ شے بھی برآمد ہوا ہے جو جگت نارائن کے خاص آدمیوں کے پاس پایا جاتا ہے۔"

"جگت نارائن۔" اس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "میں کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں۔"

"مجھے یقین ہے تم غلط بیانی سے کام نہیں لے رہی ہو گی۔"

"تم لوگ کیا چاہتے ہو؟" اس نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

"ہم تمہیں کسی محفوظ مقام تک پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"کیوں۔ مجھے کیا خطرہ لاحق ہے؟" اس نے بظاہر معصومیت کا اظہار کیا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ احمد غوری پولیس کی حراست میں ہے۔"

"لیکن اس کے پولیس کی حراست میں ہونے سے میری ذات کو کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"میرے پاس وقت کم ہے۔" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔ "اگر تم اپنی مرضی سے آمادہ نہ ہوئیں تو ہمیں مجبوراً زبردستی کرنی پڑے گی۔"

"لیکن۔" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر میں نے اسے موقع نہیں دیا۔

"کیا وہ مشروب بہت قیمتی تھا جس کے ضائع ہو جانے پر احمد غوری نے تمہیں قہر آلود نگاہوں سے گھورا تھا۔"

"کیا تم بتاؤ گی کہ جو شخص تمہارے لیے خانساماں کے فرائض انجام دے رہا تھا اس کی اصلیت کیا تھی۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"کیا تم نے اسے مار ڈالا؟"

"فی الحال وہ بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہے۔" میں نے ایک امکانی پہلو پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "اس نے میرے ساتھی کو خنجر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس نے تمہارے ساتھی کو چور یا ڈاکو سمجھا ہو۔"

"ممکن ہے۔ لیکن اس کے پاس کسی خنجر کی موجودگی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں؟"

"میری بات غور سے سنو مس ندا۔" میرا لہجہ کچھ اور سخت ہو گیا۔ "احمد غوری کے پولیس کسٹڈی میں جانے کے بعد اب وہ لوگ تمہیں راستے سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے کہ تم احمد غوری کے سلسلے میں پولیس کے لیے ایک اہم ثبوت ثابت ہو سکتی ہو۔"

ندا نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ اس کے ذہن میں یقیناً کھچڑی پکنی شروع ہو چکی تھی۔ مشروب کے حوالے ہی نے اسے بوکھلا دیا تھا۔ جو کھیل وہ کھیل رہی تھی ابھی وہ اپنی کم سنی کی وجہ سے شاید اس میں زیادہ پختہ نہیں ہوئی تھی۔ کچھ توقف کے بعد اس نے سنبھالا لینے کی ایک کوشش اور کی۔

"احمد غوری اور میں ایک ساتھ کام کرتے ہیں۔ میں اس کے سوا اس کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی۔ پروفیسر ابرار ہمارے اوپر اعتماد کرتا ہے۔ تم چاہو تو اس کی تصدیق براہ راست پروفیسر سے بھی کر سکتے ہو۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ باہر سے کسی کے دھم سے گرنے کے ساتھ ہی کراہ کی بھی آواز ابھری۔ میرے ذہن کے حساس گوشے میں خطرے کی سرخ بتی جلنے بجھنے لگی۔ میں نے تیزی سے اپنا آٹومیٹک نکال لیا۔ اسی وقت دانش کمرے میں داخل ہوا۔

"وقت کم ہے۔" وہ تیزی سے بولا۔ "میں نے آنے والوں کی پہلی کھیپ کو جو دو نفری پر مشتمل تھی پارسل کر دیا ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے کچھ ساتھی پیچھے بھی ہوں۔ ان کے آنے سے پہلے ہمیں نکل چلنا چاہیے۔"

"تم گاڑی گیٹ کے اندر لے آؤ۔ بی کوئیک۔"

میری ہدایت پا کر دانش دوبارہ باہر کی جانب لپکا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" ندا نے بوکھلا کر دریافت کیا۔

"یہ باتیں ہم راستے میں یا پھر کسی وقت سکون سے بھی کر سکتے ہیں۔ فی الحال تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟" اس نے کسمسا کر پوچھا۔

باہر سے گاڑی کی آواز سنائی دی۔ دانش نے شاید واپسی میں حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"ایک بات کا فیصلہ جلد کر لو۔" میں نے ندا کو فیصلہ کن لہجے میں مخاطب کیا۔ "کیا تم ہوش و حواس میں چلنا پسند کرو گی یا پھر مجھے تمہیں بے ہوش کرنا پڑے گا۔"

"نہیں، میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔" اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ "میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ پلیز مجھے بے ہوش نہ کرنا۔ مجھے بے ہوش ہونے کے تصور ہی سے ہول آنے لگتا ہے۔"

پھر اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ میں اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا باہر نکلا۔ ہم پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو دانش نے تیزی سے گاڑی باہر نکالی پھر ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بتدریج بڑھاتے ہوئے بولا۔

aazzamm@yahoo.com

"کدھر چلنا ہے؟"

"جہاں بلیچ کو رکھا گیا ہے وہ جگہ زیادہ محفوظ رہے گی۔"

"لیکن اس طرح تو پاس کے۔"

"ہم یہ بات اس سے پوشیدہ بھی نہیں رکھ سکتے۔"

جواب میں دانش نے گاڑی کا رخ فارم ہاؤس کی طرف موڑا پھر برق رفتاری کا مظاہرہ کرنے لگا۔

"میں نے تمہارے اوپر آنکھ بند کر کے اعتبار کیا ہے۔" ندا نے سہمے ہوئے لہجے میں سرگوشی کی۔ "تم مجھے دھوکا نہیں دو گے؟"

"اگر یہی مقصود ہوتا تو اتنی تگ و دو کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "تمہیں نہایت آسانی سے گلا گھونٹ کر بھی ختم کیا جا سکتا تھا۔"

"ٹھیک ہے اب میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔" اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"احمد غوری کو تم کب سے جانتی ہو؟"

"تقریباً اس وقت سے جب میں نے پروفیسر کی ملازمت اختیار کی تھی۔" اس نے کچھ تامل کے بعد جواب دیا۔ "وہ ایک طرح سے میرا محسن بھی ہے۔ اس لیے کہ مجھے اسی کی سفارش پر ملازمت ملی تھی۔ ورنہ پروفیسر اپنے آس پاس اجنبی چہروں کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔"

"تمہیں کتنی تنخواہ مل رہی تھی؟"

"پانچ ہزار۔"

"اس کے علاوہ کام کی تکمیل کے بعد احمد غوری نے تمہیں کتنی رقم دینے کا لالچ دیا تھا؟"

"میں سمجھی نہیں۔" اس نے ایک بار پھر خود کو بچانے کی راہ اختیار کی۔ "تم کس کام کی تکمیل کی بات کر رہے ہو؟"

"مشروب میں اعصاب شکن دوا کون ملاتا تھا۔" میں نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"کیا تمہارا تعلق پولیس یا محکمہ سراغرسانی سے ہے؟"

"میرے سوال کا جواب دو۔" میں نے اس بار زیادہ کرخت لہجہ اختیار کیا۔

"میں نہیں سمجھ سکی کہ تم بار بار مشروب کے بارے میں؟"

"ساجد۔" میں نے اس کا جملہ نظر انداز کر کے دانش کو مخاطب کیا۔ انداز تحکمانہ تھا۔ "گاڑی کو نہر والے پل کے نشیب میں لے جا کر روک دینا۔"

"میں بھی یہی مشورہ دینا چاہ رہا تھا سر۔" دانش نے میرا مفہوم سمجھتے ہوئے سفاک انداز میں کہا۔ "تمہارے لیے اس لڑکی کا کورنگ اسپیشل ہی زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ شرافت سے کچھ قبول کرنے کے موڈ میں نہیں ہے اور ہم صرف اس ایک کی خاطر اپنا وقت برباد بھی نہیں کر سکتے۔ ابھی کچھ اور ضروری کام بھی نمٹانے ہیں۔ ویسے نہر والا پل اس کام کے لیے نہایت مناسب ہے۔"

"نہیں۔ نہیں۔" ندا جلد ہی ٹوٹ گئی۔ "مجھے مارنے کی باتیں مت کرو۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔"

"کیا تمہیں علم تھا کہ احمد غوری پروفیسر کو وہ مشروب کیوں دیتا تھا؟"

"ہاں۔" وہ مردہ سی نحیف آواز میں بولی۔ "اس کا خیال تھا کہ پروفیسر کے ذہن کو کمزور کرنے کے بعد ہی کامیابی نصیب ہو سکتی تھی۔"

"کس قسم کی کامیابی؟" میں نے بدستور سرد لہجے میں سوال کیا۔

"وہ۔ وہ۔ دراصل پروفیسر سے کسی فارمولے کا راز حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"کیا اس نے یہ بات تمہیں بتائی تھی؟"

"ہاں۔ ایک بار میں نے اسے مشروب میں دوا ملاتے دیکھ لیا تھا جس کی بوتل پر مردہ انسانوں کی سالخوردہ کھوپڑی اور ہڈیوں کے کراس کے نشان کے لیبل کے علاوہ پوائزن کا لیبل بھی لگا ہوا تھا۔ اس کے بعد ہی احمد غوری نے مجھے اعتماد میں لینے کی خاطر سب کچھ اگل دیا تھا مگر ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی تھی کہ اگر میں نے کبھی اس سلسلے میں زبان کھولنے کی کوشش کی تو۔"

"کامیابی کی صورت میں اس نے تمہیں کتنی رقم کا لالچ دیا تھا؟"

"دس لاکھ۔" ندا نے ایک ثانیے کی خاموشی کے بعد جواب دیا۔ "مجھے اپنے ساتھ شامل کرنے کے بعد وہ تنخواہ کے علاوہ اپنی جیب سے دس ہزار کی رقم بھی دینے لگا۔ تم نے جس مکان سے مجھے نکالا ہے وہ بھی اسی نے مجھے خرید کر دیا تھا۔"

"تمہارے والدین نے کوئی اعتراض نہیں کیا؟ میرا مطلب ہے تمہارے الگ رہنے پر؟"

"میرے والدین اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "ایک بڑا بھائی ہے جو امریکا میں ملازمت کر رہا ہے۔"

"اس مکان سے پہلے تمہارا قیام کہاں تھا؟"

"ایک پرائیویٹ قسم کے گرلس ہوسٹل میں۔ اس وقت میں ایک مقامی فرم میں بحیثیت ٹائپسٹ تھی۔"

"پھر احمد غوری سے تمہاری ملاقات کیسے ہوئی؟"

"محض اتفاق ہی سمجھو۔ اس روز ٹرانسپورٹ کی ہڑتال ہونے کے سبب واپسی میں کوئی سواری نہیں مل رہی تھی۔ احمد غوری نے مجھے اپنی کار میں لفٹ دی۔" اس نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں اسے کوئی اوباش شخص سمجھ کر جھجک رہی تھی لیکن واپسی کے لیے دوسرا راستہ بھی نہیں تھا پھر راستے ہی میں اس نے مجھے ایک باعزت جاب دلانے کا وعدہ کیا۔ دو ماہ بعد اس نے حسب وعدہ مجھے پروفیسر کی لیبارٹری میں ملازمت دے دی۔ میری توقع کے برعکس وہ ابھی تک مجھ سے بڑی شرافت سے پیش آ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کبھی کوئی نازیبا بات بھی نہیں کی۔"

"بہرحال تم دولت کی ہوس میں ملک کے ساتھ غداری کی مرتکب ہو رہی ہو۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرا اندازہ تھا کہ اس نے مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی پھر بھی میں نے پوچھ ہی لیا۔

"کیا احمد غوری نے تم سے کبھی جگت نارائن کا تذکرہ کیا تھا؟"

"نہیں۔ اس نے مجھ سے کبھی اس نام کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔"

"یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ کس کے اشارے پر پروفیسر سے اہم فارمولا حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟"

"میں نے ایک بار دبی زبان میں دریافت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس روز پہلی بار غوری نے مجھے بڑے سخت لہجے میں جواب دیا تھا کہ میں صرف آم کھانے سے مطلب رکھوں پیڑ گننے کی کوشش بھی نہ کروں ورنہ اس کے نتائج کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنی زبان بند کر لی تھی جو رقم وہ مجھے دے رہا تھا وہ میرے لیے پر آسائش زندگی گزارنے کے لیے بہت کافی تھی اس کے علاوہ دس لاکھ کے تصور نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ میری بات کا یقین کرو میں نے جو کچھ کیا اس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ میں آہستہ آہستہ غوری کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر بے بس ہو گئی تھی۔ وہ خانسامہ بھی اسی نے میری خاطر ملازم رکھا تھا۔ اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی ہوں کہ شاید وہ بھی غوری ہی کا کوئی خاص آدمی ہو گا جسے میری نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے مختصراً جواب دیا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "تم میری اجازت کے بغیر اپنی کہانی کسی اور کو سنانے کی غلطی نہیں کرو گی ورنہ میں تمہاری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔"

وہ جواب میں سسک کر رہ گئی۔ میں ندیم کے فارم ہاؤس پہنچا تو راجو وہاں موجود تھا۔ ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس ایک خوبصورت اور کمسن لڑکی کو میرے ساتھ دیکھ کر وہ چونکا تھا۔

"خیریت تو ہے جناب؟" اس نے تشویش طلب انداز میں دریافت کیا۔ "یہ لڑکی کون ہے؟"

"کیا نیچے ایک سے زیادہ کمرے ہیں؟" میں نے اس کی بات یکسر نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ حکم دیں جناب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"اگر گنجائش ہو تو اسے کسی دوسرے کمرے میں پہنچا دو ورنہ پھر بلیچ کے ساتھ چھوڑ دو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "دوسری صورت میں تمہیں سیکرٹ ڈیوائیز پر اپنے کسی خاص اور قابل اعتماد آدمی کو تعینات کرنا ہو گا جو دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کے ایک ایک لفظ کو نہ صرف سنتا رہے بلکہ ریکارڈ بھی کرتا رہے۔"

"ایک ساؤنڈ روم خالی ہے۔" راجو نے کہا۔ "میں اسے وہیں ایڈجسٹ کیے دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ ایک آدمی بھی تعینات کیے دیتا ہوں۔"

"گڈ۔" میں نے راجو کو تعریفی نظروں سے دیکھا پھر ریسٹ ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں جا کر ندیم کو ندا کے بارے میں مختصر طور پر آگاہ کرنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ اب تم کچھ زیادہ پراسرار ہوتے جا رہے ہو؟" ندیم نے مکمل تفصیل سننے کے بعد کہا۔

"کیا مطلب؟"

"سراج کا فون کئی بار آ چکا ہے۔ وہ تم سے فوری طور پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔" ندیم نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آج کل تمہاری کالکا رانی تم پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہے جو تم نجومی بھی بن گئے اور تمہاری چھٹی حس بھی حیرت انگیز طور پر ناقابل یقین انکشاف کرنے لگی ہے۔"

"کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔" میں نے سادگی سے کہا۔ مجھے ندیم کی باتوں سے اندازہ ہو گیا تھا کہ سراج نے اسے مکمل تفصیل بتا دی ہو گی۔

"تمہارے فارم ہاؤس جانے کی اطلاع مجھے ماسٹر جی کے ذریعے مل چکی ہے۔" ندیم نے کہا۔ "ندا کے مکان پر جو تین آدمی بے ہوشی کی حالت سے دوچار ہیں ان کا تعلق کس سے ہے؟"

"جگت نارائن کے گروہ سے۔" میں نے کہا پھر مجبوراً دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "کالکا نے بروقت مجھے آگاہ کر دیا تھا کہ احمد غوری کے حراست میں جانے کے بعد وہ ندا کو راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ ندا جیسی کم عمر لڑکی پولیس کے سامنے زیادہ دیر تک زبان بند نہیں رکھ سکے گی۔"

"او۔ گویا تم نے ندا کا مطالعہ بہت قریب سے کیا ہے۔"

"ڈونٹ بی سو جیلس۔" میں نے مسکرا کر لائن ڈس کنکٹ کی پھر سراج کے نمبر ملا کر اس سے گفتگو کرنے لگا۔ سراج نے دوسری باتوں کے علاوہ ان تین عدد لاشوں کا بھی ذکر

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کیا جو مضافاتی علاقے کی سمت جانے والی روڈ پر سرسوں کے کھیت سے اور قرب و جوار سے برآمد ہوئی تھیں۔ میرے لیے وہ اطلاع کوئی نئی نہیں تھی پھر بھی میں خاموشی سے سنتا رہا۔

"احمد غوری کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟" میں نے تفصیل سننے کے بعد دریافت کیا۔

""وہ ابھی تک زبان بند کیے ہوئے اور اپنے سابقہ بیان پر اڑا ہوا ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ ""مسٹر شہباز میں فوری طور پر آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات؟"

""آپ کی چھٹی حس میں جو بات آئی تھی وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی ہے۔"

"کون سی بات؟" میں نے انجان بن کر سوال کیا۔ "کہیں آپ پھر مذاق اڑانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہیں۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "غالباً کچھ مخفی قوتیں اب آپ کی رہنمائی کر رہی ہیں۔"

"حیرت ہے۔ جو بات میرے علم میں ابھی تک نہیں آئی وہ آپ تک کس طرح پہنچ گئی؟"

"میرا اشارہ آصف کے اغوا شدہ ماں اور بہن کی جانب ہے۔"

"تو کیا آپ کو واقعی اصل واقعات کے بارے میں۔۔۔"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر قدرے ناخوشگوار انداز اختیار کیا۔ "آصف کی گرفتاری کے سلسلے میں بھی آپ نے علم نجوم کو میری ذات سے بلاوجہ منسوب کر کے اچھا خاصا مذاق کیا تھا۔ میرے لیے وہی بہت ہے۔ اب کوئی اور نیا شوشہ نہ چھوڑیے گا۔ پلیز۔"

میں نے لائن منقطع کر دی لیکن میں محسوس کر سکتا تھا کہ میرے جواب نے سراج کے ذہن پر کیا اثرات مرتب کیے ہوں گے۔

* * *

وہ شخص جو میرے دفتر میں داخل ہوا خاصا قوی الجثہ واقع ہوا تھا۔ آفس گارڈ اور وہ نووارد ایک ساتھ ہی آگے پیچھے آئے تھے مجھے صورت حال سمجھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ میرا سکیورٹی گارڈ اس وقت بھی آنے والے کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا لیکن نووارد اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے گارڈ کو مخاطب کیا۔

"صاحب۔ یہ شخص میرے روکنے کے باوجود۔۔۔"

"تم روکو گے مجھے؟" نووارد نے عجیب انداز میں مسکرا کر گارڈ سے کہا۔ "طوفان کے سامنے تو بڑے بڑے مضبوط بند ٹوٹ جاتے ہیں۔ میرا اور تمہارا معاملہ تو پہاڑ اور گلہری جیسا ہے۔ اپنا وقت نہ برباد کرو جاؤ باہر دروازے پر را ئفل پکڑے کھڑے رہو۔ وہیں جچتے ہو۔"

"لیکن۔۔۔"

"بلاوجہ خرچ ہو جاؤ گے میرے ہاتھوں۔" نووارد کے تیور اچانک خراب ہو گئے پھر اس نے ایک معمولی جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو گارڈ لڑکھڑا کر رہ گیا۔ زور دار جھٹکا لگا ہوتا تو وہ رائفل سمیت زمین بوس بھی ہو سکتا تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے گارڈ کو باہر جانے کا اشارہ کر کے نووارد کو مخاطب کیا لیکن اس کے ساتھ ہی پاؤں سے میز کے کونے میں اوپر کی جانب لگے ہوئے اس سوئچ کو بھی آن کر دیا جس کے بعد اب آفس میں ہونے والی گفتگو میرا دوسرا سکیورٹی گارڈ بھی سن سکتا تھا جو ایک محفوظ سائڈ روم میں موجود رہتا تھا۔ اس کو ریڈ الرٹ دینے کے واسطے ہی وہ سوئچ میں نے اس طرح لگوا رکھا تھا کہ دفتری صفائی کرنے والا بھی اس سے واقف نہیں تھا۔ دوسرے گارڈ کو قبل از وقت ہی تاکید کر دی گئی تھی کہ میرے ایک مخصوص کوڈ ورڈ کو سننے کے بعد اپنے کمرے سے باہر آ کر کسی قسم کی مداخلت کی کوشش نہ کرے۔ اس چور سوئچ کا بندوبست میں نے جگت نارائن کی دشمنی کے بعد ہی کیا تھا۔

"کیا بیٹھنے کو نہیں کہو گے؟" نووارد نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"آنے کا مقصد بیان کرو۔" میں نے اس کے بے ہودہ طرز تخاطب کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے میرے ساتھی بلیک پین تھر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔" وہ میری اجازت کے بغیر ہی ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا سرد لہجے میں بولا۔ "مجھے تمہارے ساتھ ایک اہم کاروباری بات کرنی ہے۔"

"کیا بزنس کرتے ہو؟"

"زندگی اور موت کے امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتا ہوں۔" وہ بے جگری سے بولا۔ "اس کاروبار میں خرچ کم اور منافع زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تو بزنس کے کسی ایک ہی ٹرانزیکشن میں لاکھوں کا فائدہ ہو جاتا ہے۔"

"کسی مکان یا دفتر میں بلا اجازت اور زبردستی داخل ہونے کی سزا جانتے ہو؟" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"میرا خیال تھا کہ تم نے جنگلی جانوروں کے بارے میں تھوڑا بہت ضرور سن رکھا ہو گا لیکن تمہاری بات سن کر مجھے مایوسی ہوئی۔" وہ بے تکلفی سے بولا۔ "تمہاری معلومات کے لیے یہ بتا دوں کہ بلیک پین تھر چیتے کی سب سے خطرناک قسم کو کہا جاتا ہے۔ انتہائی پھرتیلا، چالاک اور برق رفتار درندہ ہوتا ہے۔ جم کاربٹ کا نام سنا ہو گا تم نے آدم خور چیتوں کو مارنے کے سلسلے میں اس نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی تھی۔

...رت بغیر وہ آج بھی اپنے فن کا بے تاج بادشاہ تسلیم کیا ...ے لیکن وہ بھی بلیک پین تھر کو نہیں مار سکا۔"

"اگر تمہید ختم ہو چکی ہے تو کھل کر بات کرو۔" میں نے ...گی سے جواب دیا۔ "میرے پاس تمہارے لیے زیادہ وقت ...ں۔"

"میں نے بتایا نا کہ میں تم سے کاروباری باتیں کرنا چاہتا ...ں۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"ہوشن کا خیال کھرچ کر ذہن سے نکال دو۔" اس نے سرد ...سفاک لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "آصف کے معاملے میں ...ٹانگ پھنسانے کے خیال سے باز آجاؤ۔ احمد غوری کے ...ف تم نے جو قدم اٹھایا تھا اسے نظرانداز کیا جا سکتا ہے لیکن ...شرط یہ کہ نداکی فوراً واپسی کر دو اور دوبارہ پروفیسر کی لیبارٹری ...ت نظر اٹھانے کی بھی حماقت نہ کرنا۔"

"تم نے بیک وقت چار مطالبے کیے ہیں۔" میں نے بے ...ی کا مظاہرہ کیا۔ "تم اگر کاروبار کرنے آئے ہو تو یہ بھی ...ور جانتے ہو گے کہ اس کی کامیابی کا انحصار کچھ لو اور کچھ ...بنیاد پر ہوتا ہے۔"

"تمہاری کیا ڈیمانڈ ہے؟" وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ...ے بولا۔

"جگت نارائن کو میرے حوالے کر دو۔" اصلی صورت ...اس کے عوض میں تمہارے مطالبات پر غور کر سکتا ...ں۔"

"بہت خوب۔" وہ مسکرایا پھر کسی زہریلے سانپ کی پھنکار ...ساتھ بولا۔ "تم نے وہ محاورہ تو ضرور سنا ہو گا کہ جہاں گھی ...ری انگلی سے نہ نکلے وہاں۔۔۔"

"میں بھی اسی محاورے کا قائل ہوں۔" میں نے ترکی بہ ...کی جواب دیا۔ "اس کے علاوہ کبھی کبھی میں گریہ حسن روز ...کے اصولوں کو بھی اپنانے سے گریز نہیں کرتا۔"

"زندگی تمہیں زیادہ عزیز نہیں ہے شاید۔" وہ پہلو بدل کر ...۔ "ڈی ایس پی سراج کے بل بوتے پر نہ اکڑنا۔ ہم جب ...ہیں اسے کسی چیونٹی کی طرح پیروں تلے مسل سکتے ہیں۔"

"سراج کو پولیس کے محکمے میں ذیل زیرو سیون کے بجائے ...پرائیویٹ کے نام سے زیادہ یاد کیا جاتا ہے۔" میں نے موقع کی ...ت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرے گارڈ کو کوڈ ورڈ میں ...دیتے ہوئے کہا۔ "وہ مجرموں کی خوشبو کو سونگھنے میں بھی ...رت رکھتا ہے اور ان کے گریبان تک پہنچنے میں دیر نہیں ...تا۔"

"گویا تم شرافت سے میرے ساتھ کاروبار نہیں کرو گے ...؟"

"میری ڈیمانڈ اب بھی وہی ہے۔" "جگت نارائن، تم شاید اس کے کارندے ہو۔"

"میں انکار نہیں کروں گا لیکن میں اس سے براہ راست کبھی نہیں ملا۔ کوئی بھی نہیں جانتا کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ کون ہے کہاں رہتا ہے؟" اس نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "اس کی جانب سے بس فون پر کوئی حکم ملتا ہے۔ ہو سکتا کہ صرف اس کے نام کا حوالہ دیا جاتا ہو۔ بہرحال اس کی حکم عدولی کی صرف اور صرف ایک سزا ہوتی ہے۔ موت۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارے خیال میں وہ پسندیدہ شخصیت کا مالک نہ ہو بلکہ ہم جیسے لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ جانتے ہو کیوں؟ وہ ہماری کارکردگی کے سلسلے میں ہماری توقع سے کہیں زیادہ مال دینے کا عادی ہے۔"

"وہ رقم کس صورت میں ادا کی جاتی ہے؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "کوئی نہ کوئی شخص تو ادائیگی کرتا ہو گا۔"

"میں دوسروں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرا معاوضہ کام ختم ہونے کے دوسرے ہی دن میرے بینک اکاؤنٹ میں جمع ہو جاتا ہے۔"

"تم نے اپنے اکاؤنٹ بھی بلیک پین تھر کے نام کھول رکھا ہے؟"

"شہباز خان۔" وہ یکلخت ہتھے سے اکھڑ گیا۔ "تم میرا وقت برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"تم نے مجھ سے چار مطالبات کیے ہیں لیکن میں ان میں سے سوائے آصف کے علاوہ۔۔۔"

"بکومت۔" وہ آپے سے باہر ہونے لگا۔ "آصف کی ماں اور بہن میرے پاس تھیں لیکن اب نہیں ہیں۔ اور ان دونوں کو حیرت انگیز طور پر کسی طرح بازیاب کر کے پولیس تک پہنچا دیا گیا ہے۔ تم نے بلیک پین تھر کو چھیڑ کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔"

"حیرت ہے۔" میں نے اسے باتوں میں الجھانے کی کوشش کی۔ "ابھی تم مجھے بلیک پین تھر کی حیرت انگیز اور پھرتی اور چالاکی کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے پھر؟"

"سیدھی طرح کھل جاؤ۔" وہ میز پر مکا مار کر بولا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ آصف کی کسی ماں اور بہن کے سلسلے میں پہلی بار تمہارے منہ سے سن رہا ہوں تو کیا تم یقین کرو گے؟" میں نے جان بوجھ کر قدرے نرم انداز میں سوال کیا جواب میں وہ مجھے تیز نظروں سے یوں گھورنے لگا جیسے اس کی نگاہیں میرے سچ اور جھوٹ کا تجزیہ کر رہی ہوں پھر اس کی سرد آواز دوبارہ ابھری۔ "تم پروفیسر کی لیبارٹری کس غرض سے گئے تھے؟"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"مارگریٹ کی موت کے بعد سے پروفیسر سے میری گفتگو فون پر ہوتی رہتی تھی۔" انتھونی نے بہت خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔ "اس روز پروفیسر نے مجھے بلایا تھا وہ شاید مجھ سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتا تھا لیکن اسے موقع نہیں ملا۔"

"کیا مطلب؟"

"ملاقات کے وقت احمد غوری ہمارے سر پر مسلط تھا اور پروفیسر اس کی موجودگی میں کچھ کہنے سے گریز کر رہا تھا۔"

"اس کے بعد تم تنہا اپارٹمنٹ میں احمد غوری کے پاس کیا کرنے گئے تھے؟"

"بزنس۔" میں نے بڑی رازداری سے سرگوشی کی۔ "جو افراد پروفیسر ابرار کے فارمولے کو حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں ہمارے پڑوسی ملک نے کروڑوں کی آفر دے رکھی ہے۔ میں نے اس میں حصے دار بننے کا فیصلہ کرنے کے بعد ہی احمد غوری سے ملنے کا پروگرام بنایا تھا۔"

"کیا پروفیسر نے تمہیں اس فارمولے کے سلسلے میں کچھ کہنے کو بلایا تھا؟" وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے لیکن میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کیا بلیک چین تھر تمہاری باتوں میں آجائے گا؟" وہ میز پر کہنی ٹکا کے آگے کی جانب جھکتا ہوا خونخوار لہجے میں بولا۔ "کیا یہ غلط ہے کہ تم نے جے این کے تین قیمتی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے؟ کیا تم ندا کے بارے میں واقعی اتنے ہی معصوم ہو جتنا بننے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"میں تمہاری بات سمجھنے سے قاصر ہوں۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہارے جے این کے آدمی ہمیشہ چوکس رہنے کے عادی ہیں تو پھر انہوں نے مجھے کس طرح نظرانداز کر دیا۔ کیا وہ مجھے گھیر کر ختم نہیں کر سکتے تھے یا وہ دور دور رہ کر صرف تماشا دیکھ رہے تھے؟ اپنی کھوپڑی استعمال کرنے کی کوشش کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے صرف جے این کی کسی ہوئی بات پر اعتماد کر لیا اور منہ اٹھا کر یہاں دوڑ چلے آئے۔"

وہ ایک لمحے تک میری بات پر غور کرتا رہا۔ شاید وہ اپنے تجربے کی کسوٹی پر میرے سچ اور جھوٹ کو پرکھنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

"اب صرف ایک ہی راستہ ہے۔" وہ تھوڑے توقف سے سپاٹ لہجے میں بولا۔ "تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا۔ سیدھی طرح یا پھر زبردستی۔ میرے لیے تمہاری بکواس کی تصدیق کرنا اب ضروری ہو گئی ہے۔"

اسی وقت انٹرکام کی سرخ بتی بلنک (BLINK) کرنے لگی۔ یہ دراصل اس بات کا سگنل تھا کہ میرے گارڈز پوری طرح تیار تھے اور انہوں نے بلیک چین تھر کے بارے میں سراج کو بھی مطلع کر دیا تھا۔ میں نے انٹرکام کی طرف بے پروائی سے ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی۔

"نہیں۔" بلیک چین تھر نے مجھے سفاک انداز میں متنبہ کیا۔ "جب تک میں اس کمرے میں موجود ہوں تم کسی قسم کی کوئی کال ریسیو نہیں کرو گے۔"

"تم۔" میں نے اس بار اسے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "اب شاید اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"میں تمہیں صرف پانچ منٹ کی مہلت دے سکتا ہوں۔" اس کا جواب فیصلہ کن اور لہجہ سفاک تھا۔ "یا تو کمل کر بزنس کی بات کرو یا پھر میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو جاؤ۔"

"دوسری شکل میں تم کیا کرو گے؟"

"اس کا جواب تمہیں پانچ منٹ بعد ہی ہو جائے گا۔"

"تم بھول رہے ہو کہ میرا ایک گارڈ اس بات سے واقف ہو چکا ہے کہ تم میرے آفس میں کس انداز سے داخل ہوئے تھے۔"

"میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی پروا نہیں کرتا۔ موت اور زندگی کا کھیل میرے لیے کسی دلچسپ مشغلے سے کم ـــــ"

بلیک چین تھر اپنا جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے سراج اور اس کے ساتھیوں کو اندر داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔ فوری طور پر اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بھی بلند ہو گئے تھے۔ شاید اس نے خود کو سرینڈر کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔

"اسے ہتھکڑی لگا دو۔" سراج نے اپنے ساتھ آئے ہوئے انسپکٹر کو حکم دیا۔ پولیس کو ایک طویل عرصے سے اس کی بڑی شدت سے تلاش تھی۔

"رک جاؤ انسپکٹر۔" بلیک چین تھر نے ہاتھ فضا میں بلند کیے کیے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "اگر تم میں سے کسی نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو میں وہ زہریلا کیپسول چبا لوں گا جس کا تماشا تم ایک بار پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔"

انسپکٹر کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ اس نے کسی دوسرے حکم کے لیے سراج کی جانب دیکھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم نے پولیس کے ساتھ تعاون کیا تو میں تمہاری سزا میں تخفیف کرانے کی بھرپور کوشش ضرور کروں گا۔"

"جیل اور حوالات ـــــ" وہ عجیب مضحکہ خیز انداز میں مسکرایا۔ "تم بھول رہے ہو ڈپٹی کہ چین تھر صرف اپنی کچھار میں رہنے کا عادی ہوتا ہے کوئی پالتو جانور نہیں ہوتا جسے پنجروں میں بند کیا جائے۔"

"چھوٹے موٹے سرکس میں چابک کے اشاروں پر عمل

[illegible]نے والے درندوں کے بارے میں تم کیا کہو گے؟" سراج کا [illegible] تھا۔

"ان کے جبڑوں میں زہریلا کیپسول نہیں ہوتا ورنہ شاید [illegible]ور تمہارے جو کوڑی کے تماشا دکھانے والے ان درندوں کو [illegible] زندہ گرفتار نہیں کر سکتے۔" اس نے سخت تیکھے انداز میں [illegible]راز کر کہا۔ "ویسے بھی میرے نزدیک کسی گود ھو آ گیا ہے کر چال[illegible] پھانسا مردوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔ مرد وہ ہوتا ہے جو چٹان [illegible]جائے زمین پر کھڑا ہو کر اور ان درندوں کی آنکھوں میں [illegible] ڈال کر للکارنے کی ہمت کرتا ہے۔"

[illegible]راج کے تمام ساتھی مسلح تھے لیکن کسی حکم کے بغیر وہ [illegible] تم کی کارروائی کرنے سے قاصر تھے میں محسوس کر رہا تھا [illegible]یک چین تھر کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھا جب وہ سب [illegible] نگاہوں میں دھول ڈال کر فرار ہو جاتا۔ زہریلے کیپسول والی [illegible]بنایا۔ اس نے انسپکٹر کے بڑھتے ہوئے قدم روکنے کی خاطر [illegible]ی تھی۔ بلیک چین تھر کی تمام تر توجہ چونکہ سراج اور اس کے [illegible]یوں کی طرف تھی اس لیے میں نے اپنا آٹومیٹک بڑی آہستگی [illegible] ڈال لیا جس پر حسب معمول سائلینسر موجود تھا۔ سراج [illegible] مجھے حرکت کرتے دیکھ لیا تھا پھر اسی کی بدولت بلیک چین تھر [illegible] بھی اپنے زاویے کو تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن [illegible]نے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ کچھ بعد دیگرے میں نے دو فائر [illegible]۔ میرا نشانہ خطا نہیں گیا ایک گولی اس کی ران کو چھیدتی [illegible] نکل گئی تھی دوسری نے اس کے سینے کے ذرا اوپر شانے [illegible] قریب سے خون کا فوارہ جاری کر دیا تھا۔ میرے اچانک اور [illegible]متوقع حملے سے بلیک چین تھر لڑکھڑا گیا پھر اس نے سنبھلنے کی [illegible]شش کی تھی لیکن سراج کے ساتھیوں نے اسے تیزی سے [illegible] کر پوری طرح دبوچ لیا۔ بلیک چین تھر نے مجھے خونخوار [illegible]وں سے دیکھا پھر وہ خود کو زیادہ دیر ہوش میں نہیں رکھ سکا [illegible]راج کے اشارے پر اس کے عملے کے افراد نے سب سے [illegible]یک اس کا منہ کھول کر تلاشی لی لیکن میرے اندازے کے [illegible] مطابق وہ کوئی زہریلا کیپسول برآمد نہیں کر سکے تھے البتہ [illegible]ی جیب سے انڈے کے سائز کے چار اسموک بم برآمد [illegible]ئے تھے۔ شاید وہ انہیں استعمال کرنے کے بعد ہی فرار کا [illegible] تلاش کرنا چاہتا تھا لیکن میری بروقت مداخلت نے اسے [illegible] کا موقع نہیں دیا۔ وہ یقیناً بڑے مضبوط اعصاب اور دل [illegible]ے کا مالک تھا۔

"میں آپ کا شکرگزار ہوں مسٹر شہباز۔" سراج نے [illegible]شکار کو پوری طرح بے بس کرنے کے بعد کہا۔ "آپ نے [illegible] مجرم کو گرفتار کرانے میں مدد کی ہے اس کے زندہ یا مردہ [illegible]تار کرنے پر حکومت کی جانب سے بہت بڑے انعام کا [illegible] کیا جا چکا ہے۔ اس کا اصلی نام ابھی تک پولیس کے ریکارڈ پر بھی نہیں ہے لیکن بحیثیت بلیک چین تھر کے بھی اس کے جرائم کی فہرست خاصی طویل ہے۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے سراج کے تمام عملے کے آفس سے باہر جانے کے بعد بڑی سنجیدگی سے درخواست کی۔ "میرا نام درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔ اس کے علاوہ آپ کو اس خطرناک مجرم پر کڑی نگرانی رکھنی ہو گی۔ میرا تجربہ ہے کہ ایسے خطرناک مجرم زیادہ دنوں تک آہنی سلاخوں کے پیچھے رہنے کے عادی نہیں ہوتے۔ فرار کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور اختیار کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔"

"او کے۔ میں آپ کی دونوں باتوں کا خاص خیال رکھوں گا۔" سراج نے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے وعدہ کیا پھر دوبارہ میرا شکریہ ادا کر کے رخصت ہو گیا۔

پولیس کے جانے کے بعد میرے دفتر کے کارندے میری خیریت دریافت کرنے کے لیے جمع ہونے لگے۔ ان میں دانش بھی تھا جو الگ تھلگ کھڑا ہونٹ چبا رہا تھا۔ شاید وہ اس بات پر افسوس کر رہا تھا کہ ایک صحت مند شکار اس کی آنکھوں سے بچ کر پولیس کی تحویل میں کس طرح چلا گیا۔ میں اپنے عملے کو تسلی دینے میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"جتنی جلدی ممکن ہو سکے وی آئی پی اسپتال پہنچنے کی کوشش کرو۔" دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"خیریت ـــــ"

"میرے علاوہ یہاں ماہ رخ بھی موجود ہے۔ سلیمان شاہ کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا ہے۔"

"آئی سی ـــــ" میں نے چونک کر جواب دیا۔ "میں دس منٹ کے اندر پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

پھر میں نے اپنے اسٹاف کو رخصت کیا اور نیچے آ کر دانش کے ساتھ وی آئی پی اسپتال کی طرف روانہ ہو گیا جو شہر کا مہنگا ترین اسپتال تھا۔ اونچے طبقے کے لوگ بھی وہاں کے اخراجات برداشت کرنے سے کتراتے تھے۔

لیکن سلیمان شاہ کو آپریشن تھیٹر کیوں لے جایا گیا تھا؟ اسپتال میں ندیم اور ماہ رخ کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی؟ کیا ماہ رخ اپنا وار کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی؟

میرے ذہن میں مختلف سوالات گردش کر رہے تھے!!

aazzamm@yahoo.com

Scanned
By
Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

میں نے ڈی آئی جی اسپتال پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ سلیمان شاہ کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا جا چکا تھا۔ مجھے آپریشن تھیٹر کے باہر وزیٹرز لاؤنج میں ندیم اور ماہ رخ دونوں قریب قریب بیٹھے نظر آگئے۔ مقامی حزب اقتدار کے علاوہ حزب اختلاف کے افراد بھی خیریت دریافت کرنے کی خاطر آجا رہے تھے۔ ماہ رخ خلاف توقع بے حد حزن و ملال کے عالم میں نظر آرہی تھی۔

ندیم مجھے دیکھ کر ایک طرف آگیا۔

"یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟" میں نے سرگوشی کی۔ "کیا سلیمان شاہ کسی حادثے کا شکار ہوا ہے یا۔۔۔؟"

"ابھی تک مجھے تنہائی میں ماہ رخ سے بات کرنے کا موقع نہیں مل سکا لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اس میں ماہ رخ کا ہاتھ کسی نہ کسی زاویے سے ضرور شامل ہوگا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم ماہ رخ اور ملیحہ کے درمیان ہونے والی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دو گے؟ سلیمان شاہ نے ملیحہ سے گفتگو کرتے وقت ماہ رخ کی شان میں جو نازیبا الفاظ کہے تھے وہ سو فیصد کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ تھے۔"

"انجری کس قسم کی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ڈاکٹروں کے بیان کے مطابق سر اور کولہوں پر شدید چوٹیں آئی ہیں۔"

"سرجنوں کا کیا خیال ہے؟"

"ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن اگر اس میں ماہ رخ کا ہاتھ شامل ہے تو پھر سوچنا پڑے گا۔"

"حادثے کی نوعیت کیا تھی؟"

"ماہ رخ کے بیان کے مطابق سلیمان شاہ اس وقت نشے کی حالت میں دوسری منزل پر جانے کی خاطر سنگ مرمر کی سیڑھیاں طے کر رہا تھا۔ آخری سیڑھی پر پہنچ کر اس کا پیر لڑکھڑا گیا۔ سیڑھیوں پر لڑھکتا ہوا وہ نیچے آکر ہی رکا تھا۔ پسلیوں میں بھی یقیناً چوٹ آئی ہوگی جس کا احساس بعد میں ہوگا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن سرجن کے مطابق سر کی چوٹ زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ایکسرے کی رپورٹ اچھی نہیں ہے۔"

"سلیمان شاہ نے دو روز کے اندر کوئی خطرناک قدم اٹھانے کی بات ملیحہ سے کی تھی لیکن اس سے پہلے ہی وہ خود شکار ہو گیا۔" میں نے اظہار خیال کیے بغیر پوچھا۔ "جس وقت سلیمان شاہ آخری سیڑھی سے لڑھکا تھا اس وقت خود ماہ رخ کہاں تھی؟"

"تمہارا تعلق چونکہ اب پولیس سے نہیں رہا اس لیے اپنی زبان بند ہی رکھنا۔" ندیم نے سمجھایا۔ "جنگل میں لگی آگ آسانی سے نہیں بجھتی۔"

ماہ رخ اس وقت برسوں کی بیمار نظر آرہی تھی۔ اس کے چہرے کی زردی اور آنکھوں کی نمی اس بات کی غمازی تھی کہ سلیمان شاہ کو پیش آنے والے حادثے نے اسے اندر سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ حالانکہ پوزیشن اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ جس قسم کی اداکاری کر رہی تھی اس پر اسے آسکر ایوارڈ بھی دیا جاتا تو بہت کم تھا۔ مزاج پرسی کے لیے آنے والوں سے بات کرتے کرتے وہ بری طرح سسکنے لگتی تھی۔ کبھی کبھی چکرا کر بیٹھ جاتی۔

"ہمیں یہاں کب تک وقت برباد کرنا ہوگا۔" میں نے بے زاری سے سوال کیا۔

"ماہ رخ کی خاطر اس وقت تک تو بہرحال ٹھہرنا ہی پڑے گا جب تک آپریشن نہیں ہو جاتا۔"

ہماری گفتگو کے دوران سراج بھی آگیا۔ وہ بھی کچھ الجھا الجھا سا نظر آرہا تھا۔

"آپ کی تفتیش کیا کہتی ہے؟" ندیم نے سراج کو مخاطب کیا۔

"یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ سلیمان شاہ جس وقت سیڑھیوں سے گرا اس وقت وہ نشے میں تھا لیکن اس کے علاوہ بھی کوئی بات ضرور ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"سلیمان شاہ ایک عادی شرابی ہے۔ پانی کی طرح شراب کا استعمال کرنا اس کے لیے معمول کی بات ہے۔ اس لیے نشے میں لڑکھڑانے والی بات حلق سے نیچے نہیں اتر رہی۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ جلدی میں سلپ ہو گیا ہو۔" ندیم نے کہا۔ "جو لوگ شراب پینے کے عادی نہیں ہوتے وہ اس قسم کی ناگہانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔"

"میں آپ کی بات سے مکمل اتفاق کرتا ہوں لیکن اس کے پیچھے مجھے کچھ اور عوامل بھی نظر آرہے ہیں۔" سراج نے دبی زبان میں کہا۔ "جو ملازمین اس وقت موجود تھے ان کا بیان ہے کہ سلیمان شاہ نشے کی حالت میں لڑکھڑا کر گرا تھا لیکن وہ تمام ملازمین ماہ رخ صاحبہ کے مداح نظر آتے ہیں۔ ایک وہ ملازم جو سلیمان شاہ کے گن گاتے ہیں انہوں نے کھل کر کوئی بیان نہیں دیا لیکن میں اپنے تجربے کی بنا پر ایک بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ہے جسے چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ یہ ماہ رخ صاحبہ کو زہریلی شراب پلانے کا ردعمل ہے۔"

"لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ سلیمان شاہ کو پیش آنے والے حادثے میں ماہ رخ کا ہاتھ بھی شامل ہے۔" ندیم نے جرح کرنے والا انداز اختیار کیا۔

"میں نے پولیس کے نقطہ نگاہ سے ایک امکانی خدشے کا اظہار کیا ہے۔" سراج نے جلدی سے وضاحت کی۔ "ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن درست بھی ہو تو میں اسے ایک فطری ردعمل قرار دوں گا۔ ماہ رخ صاحبہ کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی انہی خطوط پر عمل کرتا۔"

"ملازموں کے بیان کے مطابق اس وقت ماہ رخ کہاں تھی جب سلیمان شاہ حادثے سے دوچار ہوا تھا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بیانات کے مطابق وہ اس وقت اپنی خواب گاہ میں تھیں۔"

"کیا آپ کو ملازموں کے بیان پر کوئی شبہ ہے؟" ندیم نے سوال کیا۔

ماہ رخ اس وقت ایک اونچی قسم کے سیاستدان سے گفتگو کر رہی تھی۔ اس کا چہوبدستور آنسوؤں سے تر تھا۔ ندیم اس سیاستدان کو دیکھنے کے بعد ہی چونکا تھا پھر وہ تیزی سے اسی طرف چلا گیا۔ میرا ماتھا ٹھنکا۔ قدرتی بات تھی۔

"میرا خیال ہے کہ ماہ رخ جس شخص سے بات کر رہی ہے اس کا تعلق بھی سیاست سے ہی لگتا ہے۔" میں نے سراج کی توجہ دلاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"جی ہاں۔" سراج نے اسے دیکھتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو اسے سلیمان شاہ کا رقیب بھی کہہ سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"اس کا نام سلیم شاہ ہے۔" سراج نے کہا۔ "سلیمان شاہ اور یہ دونوں ایک ہی گوٹھ سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلے ان کے درمیان بڑی گہری دوستی تھی پھر ان کے تعلقات کے درمیان دراڑیں پڑنی شروع ہو گئیں۔"

"آپ نے ابھی رقابت والی بات کہی تھی؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"دراصل ماہ رخ صاحبہ سلیمان شاہ سے پہلے سلیم شاہ سے قریب تھیں۔" سراج نے کہا پھر جلدی سے بولا۔ "آپ کوئی غلط مطلب نہ نکالئے گا پلیز۔ ماہ رخ صاحبہ نے میرے اوپر کئی احسانات کیے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ سلیمان شاہ اور سلیم شاہ کے درمیان ماہ رخ صاحبہ کی وجہ سے ٹھن گئی ہے۔ سلیم شاہ ان دونوں میں اونچے حکومتی حلقوں میں بہت زیادہ مقبول تھا لیکن پھر ایک اسکینڈل نے اس کی پوزیشن خراب کر دی۔ اس کے اوپر غبن کا الزام عائد کیا گیا تھا جو غلط نہیں تھا۔ بعد میں معاملہ رفع دفع بھی کر دیا گیا لیکن اس کی ساکھ کو دھچکا پہنچنا ضروری بات تھی۔ اس کے بعد ہی ایک دن اچانک سلیمان شاہ اور ماہ رخ صاحبہ کی شادی کی خبر اخبارات کی زینت بنی تو سیاسی

aazzamm@yahoo.com

طلقوں میں کھلبلی مچ گئی لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس شادی کے بعد سلیمان شاہ کے اثر و رسوخ حکومتی حلقوں میں بڑی تیزی سے بڑھتے گئے۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ سلیم شاہ نے ۔۔۔؟"

"ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہے جب ماہ رخ صاحبہ نے اس کی حوصلہ افزائی کی ہو۔"

"بلیک بین تھر آہنی سلاخوں کے پیچھے کس رد عمل کا اظہار کر رہا ہے؟" میں نے موضوع بدل کر دریافت کیا۔

"وہ ہم سب کو مغلظات سنا رہا ہے۔ اس بات کی دھمکی بھی دے رہا ہے کہ وہ ایک ایک سے نمٹ لے گا۔"

"آپ نے ابھی تک اس سے کچھ اگلوانے کی کوشش نہیں کی۔ میرا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ میرے آفس میں کس خطرناک ارادے سے آیا تھا؟"

"ابھی تک وہ کوئی بیان دینے کو تیار نہیں ہے۔" سراج نے دبی زبان میں کہا۔ "اس قسم کے خطرناک مجرموں پر ہم زیادہ سختی بھی نہیں کر سکتے لیکن اس کے خلاف پہلے ہی اتنے سنگین جرائم موجود ہیں کہ اس کے بچنے کے امکانات نہیں ہیں۔"

"لیکن اس نے مجھ سے اقرار کر لیا تھا کہ وہ جگت نارائن ہی کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"اور کوئی بات بھی کی تھی؟"

"جی ہاں۔" میں نے سراج کو مکمل تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "جگت نارائن نے اسے پوری طرح بھرنے کے بعد ہی میرے پاس بھیجا تھا۔"

"میں نے اس پر کڑا پہرہ بٹھا رکھا ہے۔ یہ حکم بھی جاری کر دیا گیا ہے کہ اگر وہ فرار ہونے کی کوشش کرے تو اسے گولی مار دی جائے۔"

"آصف کا کیا حال ہے؟"

"ماں اور بہن کے بازیاب ہو جانے کے بعد سے خاصا مطمئن نظر آ رہا ہے۔"

"آپ کے اس کارندے کا کیا بنا جو جگت نارائن کی خدمت انجام دے رہا تھا؟"

"وہ فی الحال پاگل خانے میں ہے اور یہ سب کچھ آپ ہی کی وجہ سے ۔۔۔"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے احتجاج کیا۔ "آپ جو پراسرار باتیں میری ذات سے منسوب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ۔۔۔"

"احمد غوری کے سلسلے میں کیا رہا؟" میں نے اس کا جملہ کاٹ کر پوچھا۔

"کیس ۔۔۔ اسے عدالت کے روبرو پیش کر دیا جائے گا لیکن اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہو گا یہ بات حتمی طور پر نہیں کی جا سکتی۔"

"کیا آپ میرا مشورہ مانیں گے؟"

"وہ کیا؟"

"احمد غوری کے رہا ہونے کی صورت میں بھی آپ کے آدمی برابر اس کی نگرانی پر مامور رہیں گے۔"

"جگت نارائن کا ٹریڈ مارک والا سکہ برآمد ہونے کے بعد میں نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا۔"

"ون منٹ۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "کیا بلیک بین تھر کے پاس سے بھی کوئی سکہ برآمد ہوا ہے؟"

"جی نہیں۔"

"بھوشن کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"اسپتال سے رخصت ہونے کے بعد سے وہ ابھی تک صرف گھر کی حدود تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بھوشن کے بارے میں سوچنے لگا۔ مجھے اس بات کی بھی فکر لاحق تھی کہ اگر احمد غوری باعزت طور پر رہا ہو گیا تو جگت نارائن خاموش نہیں بیٹھے گا۔ میں چاہتا تو احمد غوری کے بارے میں ندا کے ذریعے اہم ثبوت فراہم کر کے اسے سزا کرا سکتا تھا لیکن ابھی میں ندا کو منظر عام پر لانے سے گریز کر رہا تھا۔

سراج کا ایک واقف کار آ گیا تو وہ اس کے ساتھ چلا گیا۔ عدیم ماہ رخ اور سلیم شاہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔ میں وزیٹر لاؤنج کے ایک پرسکون گوشے میں بیٹھ گیا اور ماہ رخ کے بارے میں سوچنے لگا۔ ہرچند کہ ملازمین کے بارے میں ماہ رخ پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن سراج کی طرح میرا دل بھی گواہی دے رہا تھا کہ سلیمان شاہ کو پیش آنے والے حادثے میں ماہ رخ کے کسی خفیہ اشارے کو ضرور دخل ہو گا۔

"پریشان مت ہو ۔۔۔ سب کچھ پلان کے مطابق ہی ہو رہا ہے۔"

میں نے اس مانوس آواز پر گھوم کر دیکھا تو عثمان غنی میرے قریب ہی کشن پر آلتی پالتی مارے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

"کیا تمہیں علم ہو چکا ہے کہ حادثے کا ذمہ دار کون ہے؟" میں نے منہ پر ہاتھ رکھ کر دبی زبان میں پوچھا۔

"پہلے میرا پروگرام کچھ اور تھا۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے سوچا تھا کہ سلیمان شاہ کو تمہارے دفتر میں ٹھکانے لگایا جائے تاکہ تم پوری طرح میری مٹھی میں آ جاؤ لیکن پھر میں نے تم سے تعلقات بہتر ہو جانے کے بعد یہ ارادہ ترک کر دیا لیکن سلیمان شاہ بہرحال میری نظروں میں تھا۔ اس نے ماہ رخ جیسی بے باک اور خوبصورت حسینہ کو زہر دلوانے کے بعد ہی میری دشمنی قبول کر لی تھی لیکن اب وہ ماہ رخ کی شادی

میں زبان بھی نہیں ہلا سکے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ماہ رخ نے سلیمان شاہ سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن میں اسے کسی مصیبت میں گرفتار نہیں دیکھ سکتا تھا چنانچہ مجھے درمیان میں آنا پڑا۔"

"تو کیا؟"

"ہاں۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔ "سیڑھیوں پر اسے میں نے ہی دھکا دیا تھا اور ابھی میں آپریشن تھیٹر میں بھی سرجن کے ہاتھوں میں ایک معمولی لغزش پیدا کر چکا ہوں۔ سلیمان شاہ زندہ رہے گا لیکن مفلوج ہو کر۔ نہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے گا نہ بول سکے گا نہ اس کے ہاتھوں میں اتنا دم ہو گا کہ وہ کچھ لکھ سکے۔ یوں سمجھ لو کہ وہ اب تمام زندگی ماہ رخ کے رحم و کرم پر ہو گا۔"

"لیکن ۔۔۔"

"گھبراؤ مت۔" عثمان غنی مسکرا کر بولا۔ "زندگی اسی نشیب و فراز کا نام ہے۔ کل تک تمہارا کاکا کا دور تھا اب میری باری ہے۔ اس طرح کل تک سلیمان شاہ کی بادشاہی تھی لیکن اب ماہ رخ خود مختار ہو گی۔ میں نے تمہارے لیے ماہ رخ کے گھر کے تمام راستوں کو صاف کر دیا ہے۔"

"سلیم شاہ اس وقت ماہ رخ سے کیوں گھل مل رہا ہے؟" میں نے بات کا رخ بدلا۔

"وقت کا تقاضا سمجھ کر پھر ماہ رخ کے ساتھ داؤ پیچ لڑانے میں مصروف ہو گیا ہے مگر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو گا۔"

"جگت نارائن کے سلسلے میں تمہاری نرم پالیسی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟"

"تم دونوں بہادر ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں مقابلہ کرو کب تک دوسروں کا ہاتھ تھام کر چلتے رہو گے۔ ویسے اس بات کا یقین رکھو کہ جگت نارائن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور ابھی تو تمہیں اسے کوشلیا کے حسین جسم کے مختلف اعضا بطور تحفہ بھجوانے ہیں۔"

"کیا تم نے کاکا کی طاغوتی قوتوں کو بالکل ہی معطل کر دیا ہے؟"

"نہیں۔ یہ بات میرے لیے ممکن نہیں ہے مگر میں اس کے راستے کی دیوار ضرور ثابت ہو رہا ہوں۔" عثمان غنی نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔ "بڑی طاقتوں کے درمیان کچھ خفیہ معاہدے بھی ہوتے ہیں۔ جنہیں بغیر کسی سنگین وجہ کے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"احمد غوری اور آصف کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"دیٹ ۔۔۔" عثمان غنی نے اچانک چونکتے ہوئے کہا پھر مسکرا کر بولا۔ "اچھا ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔ اب کھیلنے کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے وضاحت چاہی تو وہ بڑے ہی تیکھے انداز میں بولا۔

"کچھ باتیں بتانے کی نہیں ہوتیں۔ بہرحال تم صرف اتنا جان لو کہ تمہاری کاکا رانی نے موقع سے فائدہ اٹھا کر بلیک بین تھر کو پولیس کی قید سے آزاد کرا لیا ہے۔ وہ خطرناک دشمن ہے۔ اندھیرے کا تیر۔ اس سے محتاط رہنا۔ اب وہ کاکا کے اشارے پر کھل کر نہیں بلکہ چھپ کر عقب سے تمہیں خنجر گھونپنے کی کوشش کرے گا۔"

"میں نے سراج کو پہلے ہی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ ۔۔۔"

"سراج طاغوتی طاقتوں سے نہیں ٹکرا سکتا۔ تم روپ نگر کو کیوں فراموش کر رہے ہو جہاں شنکر نے جمنا کو آزاد کرانے کی خاطر جیل کی آہنی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلا دیا تھا۔"

"تم ۔۔۔ تم مجھے کب سے جانتے ہو؟"

"بہت پہلے سے ۔۔۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا تھا۔" وہ بائیں آنکھ جھپکا کر بولا۔ "لیکن میں نے تمہیں اس وقت صحیح معنوں میں بہت غور سے دیکھا تھا جب میاں صاحب نے تمہیں صندلی انگوٹھی سے نوازا تھا۔"

"میاں صاحب ۔۔۔" میرے دل کو ایک چرکہ سا لگا۔ "ان کی خفگی نے مجھے برباد کر دیا تھا۔"

"میں تمہیں بدنصیب کہنے میں حق بجانب ہوں گا اس لیے کہ میاں صاحب کی طاقت ایسی روحانی قوت تھی جس کے سامنے باطل کی کوئی شمع روشن نہیں رہ سکتی تھی۔"

"تم ۔۔۔ میاں صاحب کو کیسے جانتے ہو؟" میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔ "کیا وہ دوبارہ بھی میرا ہاتھ تھام کر سہارا نہیں دیں گے؟"

"ان باتوں کو فی الحال زیر بحث مت لاؤ۔" عثمان غنی نے سنجیدگی سے کہا۔ "کل کیا ہو گا کیا ہونے والا ہے اس کو راز ہی رہنے دو۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میاں صاحب کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو؟"

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گا۔" اس نے تھوڑے توقف سے کہا پھر موضوع بدل کر بولا۔ "سراج سے تم ابھی بلیک بین تھر کے بارے میں کچھ نہ کہنا۔ میں دیکھتا ہوں کہ کاکا کی قوت اسے کس طرح تمہارے خلاف انتقام لینے پر آمادہ کرتی ہے؟"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

عثمان میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میاں صاحب کے ذکر نے میرے وجود کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ مجھے اپنی کوتاہیوں کا احساس ہو رہا تھا لیکن اب زمین پر گرے ہوئے دودھ پر آنسو بہانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے بلیک چین تھر کے بارے میں سوچا۔ وہ میرے خدشات کے عین مطابق کالاکا کی طاقت کی شہ پاکر فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا اور اب میرے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ کالاکا کو اگر کوئی مرتع مل گیا تھا تو وہ احمد غوری کو بھی رہا کرا سکتی تھی لیکن اس بلیک چین تھر کو ترجیح دی تھی۔ میں ابھی ان حالات پر غور کر رہا تھا کہ ماہ رخ روتی بسورتی میرے قریب آگئی۔ ندیم بھی اس کے ہمراہ سر جھکائے کھڑا تھا۔ میں نے آپریشن تھیٹر کی جانب دیکھا جہاں برسر اقتدار پارٹی کے افراد دوسرے لوگوں کے ساتھ سرجن کو گھیرے کھڑے تھے۔ میرے ذہن میں عثمان غنی کے جملے گونجنے لگے۔

"شہباز۔" ماہ رخ نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "سرجن نے سلیمان شاہ کے لیے ففٹی ففٹی چانسز کی غیر یقینی بات کی ہے۔ ہو سکتا ہے انھوں نے مجھے دلاسا دینے کی خاطر ایسا کیا ہو؟"

"یہ وقت دعا کا ہے۔" میں نے ماہ رخ کے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمھاری دعا سلیمان شاہ کے حق میں کارگر ثابت ہو۔"

"ہاں۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ اپنی موت آپ مرے۔" ماہ رخ نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ "اس طرح میرا انتقام ادھورا رہ جائے گا۔ میرے سینے میں لگی ہوئی آگ ابھی سرد نہیں ہوئی۔ اندر ہی اندر سلگتی رہے گی۔ تم بھی دعا کرو کہ وہ ٹھیک ہو جائے تاکہ میں اسے اذیت دے کر اپنا انتقام پورا کر سکوں۔"

"یہ وقت شاید اس قسم کی باتوں کا نہیں ہے۔" ندیم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

ماہ رخ کے آخری جملے سن کر مجھے حیرت بھی ہوئی تھی۔ وہ سلیمان شاہ کو اس لیے زندہ اور تندرست دیکھنا چاہتی تھی کہ اسے اپنی مرضی سے موت کی دہلیز تک پہنچانے کی خواہش مند تھی۔ یہ بھی عجیب منطق تھی۔

"مجھے معلوم ہے۔" ماہ رخ نے ندیم کو جواب دیا۔ "میں دل پر جبر کر کے زبردستی مگرمچھ کے آنسو بہا رہی ہوں لیکن یہ سب دنیا دکھاوے کے لیے ہے۔ تمھیں یاد ہے اس نے مجھے میرے سے گفتگو کرتے وقت دو کوڑی کی عورت کہا تھا۔ وہ خود یہ بھول گیا تھا کہ اس کی قدر و منزلت صرف میری وجہ سے تھی ورنہ کوئی اس کی قیمت دو ٹکے بھی نہ لگاتا۔ اس کم ظرف اور بدکردار نے مجھے آوارہ، بدچلن کہا تھا۔ ابھی اس سور کے زخم نے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر جھانکنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ بھی بھول گیا کہ ہمارے درمیان تو آوارگی اور بدچلنی ہی قدر مشترک تھی ورنہ وہ اس مقام تک۔۔۔"

"پلیز ماہ رخ۔" ندیم نے اسے دوبارہ وقت کی مصلحت سے آگاہ کرنے کی ضرورت محسوس کی۔

"اس حرامزادے نے مجھے ناگن کہا تھا۔" وہ اور بپھر گئی۔ "اس نے کہا تھا کہ جب کوئی انسان کسی زہریلی ناگن کو آستین میں پالتا ہے تو اس کے زہر نکالنے کے فن سے بھی واقف ہوتا ہے۔ میں اسے بتانا چاہتی ہوں کہ اس کی سوچ اس کی حماقت کی دلیل تھی۔ ماہ رخ کا صرف ایک وار اسے کوڑھی کر دینے کے لیے بہت کافی ہوتا۔ یہ حسرت اب بھی میرے دل میں مچل رہی ہے۔ تم اگر میرے دوست ہو تو دعا دو کہ وہ زندہ رہے اور محسوس کر سکے کہ ماہ رخ اس کے لیے زہریلی ناگن سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ہاں اسے زندہ رہنا چاہیے۔ ڈاکٹروں اور سرجنوں سے کہو کہ وہ اسے بچا لیں میں ان کو منہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

میں ماہ رخ کی تصویر کے اس رخ کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سلیمان شاہ کو بیہودہ القاب سے بھی نواز رہی تھی اور اس کی زندگی کی دعا بھی کر رہی تھی۔ اس کا خون بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خون کی تمازت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ جو لوگ دور کھڑے تھے وہ بھی اس کا آخری جملہ سن کر قریب آگئے تھے۔ شاید ان کا خیال تھا کہ ماہ رخ اپنے شوہر کو پیش آنے والے حادثے کے بعد اپنا ذہنی توازن کھوتی جا رہی ہے۔

"پلیز۔" اس نے ندیم کی طرف دیکھا پھر اردگرد جمع ہونے والے لوگوں سے التجا کرنے لگی۔ "اگر تم سب میرے بہی خواہ ہو۔ میرے دوست اور ہمدرد ہو تو پلیز ڈاکٹروں سے کہو کہ وہ سلیمان شاہ کو بچا لیں۔ ففٹی ففٹی نہیں ان سے سو فیصد کی بات کرو۔ سلیمان شاہ اگر مر گیا تو میں بھی زندہ نہ رہ سکوں گی۔ اسے بچا لو جس طرح بھی ہو اسے موت کے منہ سے چھین لو۔ میں تمھارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔"

پھر اگر ڈاکٹروں نے اسے بروقت طبی امداد فراہم نہ کی ہوتی تو شاید وہ حقیقتاً ذہنی توازن کھو بیٹھتی۔ برین ہیمرج کا شکار ہو سکتی تھی۔ اس لیے نہیں کہ اسے سلیمان شاہ کی زندگی عزیز تھی بلکہ اس لیے کہ وہ اسے اپنی مرضی سے موت کی نیند سلانے کی خواہش مند تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے سکون پہنچانے کی خاطر نیند کی سوئی لگا دی تھی۔ اس کو وارڈ میں داخل کر کے باہر نو اینٹری کی تختی لگا دی تو ہم اسپتال سے باہر آگئے۔

"تصویر کا یہ رخ میرے لیے بھی عجیب تھا۔" ندیم نے راستے میں کہا۔

"انسان اپنی سطح سے اتر کر بھی سوچ سکتا ہے یہ میری

زندگی کے لیے بھی ایک تلخ تجربہ ثابت ہوا ہے۔"

"ابھی تمھیں زندگی میں اس قسم کے اور بھی تجربوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مارگریٹ کو کیوں بھول گئے۔ پروفیسر ابرار جیسے عظیم سائنس داں کی بیوی ہونے کا اعزاز ہی اس کے لیے باعث فخر تھا لیکن وہ بھی دولت کی ہوس کی خاطر دوسروں کے ہاتھوں بک گئی۔ اگر اسے پروفیسر کے فارمولے کو حاصل کرنے کا یقین ہوتا تو شاید وہ اسے شوٹ کرنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔"

"مغربی تہذیب میں اس قسم کا کوئی واقعہ حیرت کی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔" میں نے بات سمجھنے میں جواب دیا۔

"بات اب مغرب اور مشرق کی نہیں ہے مائی ڈیئر۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "قصور اس نظام اور تربیت کا ہے جس نے ہماری لگام کو ڈھیلا چھوڑ دیا ہے۔ ہم آزادی کی خاطر اس کے پیچھے اندھا دھند دوڑ رہے ہیں۔ دوسروں کی تہذیب کو اپنانے میں اپنی آزادی کی حدوں کو بھی پھلانگ رہے ہیں۔ یہ گاڑی زیادہ دور تک نہیں چلے گی۔ آج ایک کم سن مگر آزاد خیال لڑکی والدین کے سامنے سینہ تان کر اپنے حقوق کی خاطر زبان درازی کرتی ہے۔ ہمارے کچھ ارباب حل و عقد اسے سپورٹ کرتے ہیں لیکن کل جب اسی آزادی کا آسیب اس لڑکی کی نسوانیت کو ہڑپ کر جاتا ہے تو اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے لیکن اس وقت پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔ غیرت جاگنے پر کچھ خودکشی کر لیتی ہیں اور کچھ تمام زندگی اپنے ضمیر کو اپنی عارضی مسکراہٹ سے محبت کا فریب دیتی رہتی ہیں۔ ہم اپنے مقام اور انسانی قدروں کو بھولتے جا رہے ہیں۔ نئی تہذیب کا سیلاب ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ ذرا غور کرو 'آزادی نسواں' کی باتیں کرنے والی کچھ سطحی خواتین ایسی بھی ہیں جو مردوں کے شانہ بشانہ بیٹھ کر سروں پر دوپٹہ ڈالے بغیر لپ اسٹک اور پاؤڈر سے اپنے چہرے تھوپ کر حق اور ناحق کی باتیں کرتی ہیں۔ یہ سب کچھ ایک سراب ہے۔ ایک خوبصورت دھوکا ہے۔ ایک حسین فریب ہے جو پانی کی سطح پر ابھرنے والے بلبلوں کی طرح زیادہ دیرپا نہیں ہوتا۔ اس انداز میں ہم ایک سطحی کردار نہیں ادا کر رہے ہیں۔ معاشرے میں زہر کی آمیزش کر رہے ہیں۔"

اور کیسینو اور نائٹ کلب کی رونقیں بڑھانے کی خاطر ہم ان ہی بھٹکی ہوئی ہوا کی بیٹیوں کو غیر مردوں کے سامنے رقص کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ انھیں دولت کا لالچ دے کر ان کے ضمیر کو مردہ بنا دیتے ہیں۔ کیا تم اس حقیقت کو بھی تسلیم نہیں کرو گے؟" میں نے ندیم کو تنقیدی نگاہوں سے دیکھا۔

"میں اس وقت انفرادی نہیں بلکہ۔۔۔"

"جب تک انفرادی طور پر ہم اپنی اصلاح نہیں کریں گے اجتماعی طور پر ہمارا ہر قدم فریب ہی کہلائے گا۔"

"میرا کے بارے میں تمھارے ذہن میں کیا اسکیم ہے؟" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے موضوع سے ہٹ کر کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ ہمیں بلیو اور ندا میں سے کسی ایک کو فارم ہاؤس سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا ہوگا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"رسک کم کرنے کی خاطر ہمارے لیے یہ اقدام دور اندیشی کے عین مطابق ہوگا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے بلیو کو کہیں اور ہٹا دیا جائے۔ ہم ماہ رخ کی ذہنی حالت پر فی الحال اعتبار نہیں کر سکتے۔ وہ جنون میں اگر کسی وقت بلیو کو ختم بھی کر سکتی ہے۔ پولیس کو بھی مطلع کر سکتی ہے۔"

"[illegible]۔" میں نے ندیم کی بات کو سمجھتے ہوئے کہا پھر کچھ سوچ کر پوچھا۔ "جن سرجنوں نے سلیمان شاہ کے دماغ کا آپریشن کیا ہے ان کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ابھی وہ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ زیادہ پرامید بھی نہیں ہیں۔"

ہمارے درمیان اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں پھر ندیم مجھے میرے آفس ڈراپ کر کے چلا گیا۔ میں آفس میں داخل ہو کر کچھ دیر سستانے کی کوشش کر رہا تھا کہ سراج کا فون آگیا۔ اس نے بڑی بوکھلاہٹ میں بلیک چین تھر کے فرار ہو جانے کی خبر سنائی تھی۔

"میں نے اس شبہ کا اظہار پہلے بھی کیا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ویسے بائی دی وے جو لوگ اس کی نگرانی پر مامور تھے وہ کیا جواز پیش کر رہے ہیں؟"

"وہ سب اس وقت ایک قریبی اسپتال میں ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"انھیں کسی نے چائے میں بے ہوشی کی تیز دوا پلا دی تھی۔"

"آئی سی۔ لیکن جو لوگ باہر گیٹ پر تعینات تھے ان کا کیا بیان ہے؟"

"انھوں نے کسی کو بھی اندر آتے یا باہر جاتے نہیں دیکھا۔"

"آپ کا ذاتی تجربہ کیا کہتا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ ایک بار پھر کوئی شیطانی قوت پولیس کے درمیان آگئی ہے۔" سراج نے دبی زبان میں جواب دیا۔ "ماضی میں جو محیر العقول واقعات پیش آچکے ہیں آپ بھی ان سے ناواقف نہیں ہیں۔"

سراج نے غلط نہیں کہا۔ کالاکا کی پراسرار قوت کے لیے اس قسم کی شعبدہ بازی بازیچہ اطفال سے زیادہ اہمیت نہیں

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

رکھتی تھی۔ خود عثمان غنی نے بھی یہی کہا تھا کہ بلیک بین تھر کے فرار میں کاکا کی ماورائی قوتوں کو دخل تھا۔ اس نے مجھے بلیک بین تھر سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی تلقین بھی کی تھی اور واضح طور پر اسے میرے حق میں ایک خطرناک دشمن قرار دیا تھا۔ خود پولیس کی فائل بھی اس کے جرائم سے بھری پڑی تھی لیکن محکمہ پولیس کی بھاری نفری اور صاحب اختیار افراد بھی ابھی تک سوائے بغلیں جھانکنے کے اس کے خلاف کوئی ٹھوس عملی اقدام اٹھانے سے قاصری تھے۔

سراج سے گفتگو ختم کرنے کے بعد سب سے پہلے میں نے اپنے گارڈز کو بلا کر انھیں کچھ ہدایتیں بھی دیں پھر وارث کو بلا کر میں نے اسے مشورہ دیا کہ آفس سیکورٹی کے لیے اگر وہ چاہے تو مزید گارڈز اپوائنٹ کر سکتا ہے۔"

"کیوں سر۔ کیا آپ کسی متوقع خطرے کو محسوس کر رہے ہیں؟"

"حالات کے پیش نظر اس کے امکانات کو نظرانداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے سر۔ میں دو گارڈز اور اپوائنٹ کیے لیتا ہوں۔"

وارث کے جانے کے بعد میں نے دانش کو طلب کیا۔ اس دوران میرے ذہن میں اچانک ایک خیال آسمانی بجلی کی طرح کوندا۔ وقت کے ساتھ ساتھ میرے لیے خطرات بڑھتے جا رہے تھے۔ میری وجہ سے میرے عملے کو پریشانی کا سامنا رہتا تھا ایسی صورت میں ایک طریقہ کار میرے کارندوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتا تھا کہ میں ذاتی دفتر کہیں قریبی عمارت میں منتقل کر دوں جہاں جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے خود کو زیادہ بہتر طور پر کسی بھی مقابلے کی صورت میں تیار کیا جا سکتا تھا۔ کاکا کے لیے کسی ٹیکنالوجی کی کوئی اہمیت نہ ہوتی لیکن دوسرے خطرات سے مجھے تھوڑا بہت چھٹکارا ضرور مل سکتا تھا۔ کاکا کے لیے عثمان غنی کی قوت ہی بہت کافی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دانش آفس میں داخل ہوا تو میں نے سب سے پہلے اسے بلیک بین تھر کے فرار ہو جانے کی خبر سنائی۔

"یہ برا ہوا سر۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں؟"

"کہو۔"

"آپ کے یہ سراج صاحب میری سمجھ میں نہیں آئے۔"

"کیوں؟"

"جب بلیک بین تھر کے زندہ یا مردہ گرفتار کیے جانے پر حکومت کی طرف سے انعام کے علاوہ مکمل چھوٹ حاصل تھی تو پھر سراج صاحب کو شارٹ کٹ اختیار کرنا چاہیے تھا۔ تھوڑی بہت خامیاں تو ہوتیں لیکن یہ قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو جاتا۔" دانش نے دبی زبان میں کہا۔ "آپ نے بھی ماہر نشانہ باز بننے کی کوشش کر ڈالی۔ اگر ذرا سا ہاتھ لرز جاتا تو کون سی قباحت تھی۔ آپ کے پاس ایک معزز شہری ہونے کی حیثیت سے سیلف ڈیفنس کا پورا پورا اختیار ہے۔ پولیس کی موجودگی میں آپ کا کسی اشتہاری اور خطرناک مجرم کو ٹھکانے لگانا بہت آسان ہو گیا تھا لیکن۔"

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔" میں نے بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"تمھاری گاڑی میں اب کسی دور مار کرنے والی جدید آٹو میٹک رائفل کا ہونا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ میرے پاس اس کا لائسنس بھی ہے تم پہلی فرصت میں اس حفاظتی کام کو پورا کر ڈالو۔ اس کے علاوہ مجھے تمہارا ایک مشورہ بھی درکار ہے۔"

"میرا مشورہ!" دانش نے حیرت کا اظہار کیا تو میں نے اسے اپنے ذاتی آفس کی منتقلی کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے پوچھا۔ "تمھاری کیا رائے ہے اس بارے میں؟"

"آپ کا خیال مناسب ہے سر۔ عملے سے دور رہ کر ہم زیادہ آزادی سے دھواں دار راستہ اختیار کر سکتے ہیں لیکن دشمن اگر کمینگی کا ثبوت دے تو پہلے وہ کمزوروں کو نشانہ بنانا پسند کرتا ہے۔"

"یہاں بھی حفاظت کا انتظام ہو گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "تم کسی قریبی عمارت میں میرے لیے کوئی ایسا آفس تلاش کرو جہاں زیادہ سے زیادہ جگہ ہمارے مصرف میں ہو تو بہتر ہے۔ کمرے بھی تین یا اس سے زیادہ ہوں تو اور مناسب ہو گا۔ اخراجات بڑھنے کی فکر نہ کرنا۔"

"میں آج ہی اس کی تلاش شروع کر دیتا ہوں۔" دانش نے بڑی مستعدی سے جواب دیا پھر کمانڈو انداز میں پلٹ کر باہر نکل گیا۔

دانش کے جانے کے بعد میں نے آفس کے کام میں مصروف ہونا چاہا لیکن اسی وقت ڈائریکٹ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ "ہیلو۔ شہباز دس اینڈ۔" میں نے سلجھے ہوئے انداز میں ماؤتھ پیس میں کہا لیکن دوسری جانب سے دی جانے والی گالی اس قدر ناقابل برداشت تھی کہ میں ضبط نہ کر سکا۔

"باسٹرڈ۔" میں نے غصے سے کہا۔ "کون ہو تم؟"

"تمھارے لہو کا پیاسا بلیک بین تھر۔" اس بار مہذب مگر خونخوار لہجہ اختیار کیا گیا۔ "ابھی تک کوئی ایسی جیل یا حوالات تعمیر نہیں ہو سکی جو بلیک بین تھر جیسے آدم خور درندے کی پرسکون زندگی میں خلل پیدا کر سکے۔"

"مجھے تمھارے فرار ہونے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"تمھارے ذہنی دوست نے بتایا ہو گا۔" جواب ملا۔ "اگر تم نامردوں کی طرح مجھ پر فائرنگ کرتے تو پولیس کے وہ کارندے جو مجھے گرفتار کرنے آئے تھے شاید وہ مجھے بھی گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہوتے۔"

"تمھارے زخم اب کیسے ہیں؟" میں نے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔

"تمھیں اپنی زبان سے چاٹ چاٹ کر بھرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" وہ دھاڑ پڑا۔ "ہمارے درندے ایسا ہی کرتے ہیں لیکن جب خون ان کے منہ کو لگ جاتا ہے تو پھر وہ آدم خور بن جاتے ہیں۔ ناگ یا ناگن مرنے سے پہلے اپنے دشمن کا عکس اپنی آنکھوں میں محفوظ کر لیتے ہیں تاکہ دوسرا فریق انتقام لینے میں کسی غلطی کا مرتکب نہ ہو۔"

"میں تمھارا مقصد سمجھ رہا ہوں۔" میں نے اسے بھڑکانے کی خاطر کہا۔ "کمینے دشمن کی پہچان یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے محسن کا خون کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔"

"کیا بکواس کرنا چاہتے ہو؟"

"تم کو اب تجربہ ہو چکا ہو گا کہ جلد بازی میں بھی میرا نشانہ خطا نہیں ہوتا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں چاہتا تو ٹوئنگ کا زاویہ معمولی سا تبدیل کر کے تمھیں ختم بھی کر سکتا تھا۔ بہرحال تم آئندہ مجھ سے کسی قسم کی رعایت کی توقع نہ رکھنا۔"

"تم۔۔۔ اور بلیک بین تھر کے ساتھ رعایت کرو گے۔" دوسری جانب سے جواب میں جواب ملا پھر ریسیور پر اس کے فلک شگاف قہقہے گونجنے لگے۔ میں نے ایک لمحے کو کچھ سوچا پھر لائن ڈس کنکٹ کر دی۔ ٹیلی فون کے دونوں ریسیور اٹھا کر میں نے نیچے رکھ دیے۔ میں اس وقت اس کی مزید بکواس سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔

میرا ذہن پراگندہ ہو رہا تھا۔ جس گالی سے مجھے بلیک بین تھر نے نوازا تھا وہ ابھی تک میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھی۔ میں نے شاید غلطی کی تھی جو بلیک بین تھر کو زندہ گرفتار کرانے کی خاطر میں نے اسے صرف زخمی کرنے پر اکتفا کی تھی۔ مجھے اس کا منحوس جسم اسی روز گولیوں سے چھلنی کر دینا چاہیے تھا۔ میں نے اس پر احسان کیا تھا لیکن وہ کمینہ میرے احسانوں کا بدلہ بے ہودہ گالیوں سے دے رہا تھا۔ عثمان غنی نے جو باتیں مجھ سے کی تھیں وہ رہ رہ کر مجھے یاد آ رہی تھیں۔ میں نے اس موذی انسان نما درندے کے ساتھ احسان کر کے شاید غلطی کی تھی۔ مجھے اسے اس قابل ہی نہ چھوڑنا چاہیے تھا کہ وہ پلٹ کر ایک سانس بھی لے سکتا لیکن میں نے اس سے گریز کیا اب بلیک بین تھر میرے لیے ایک خطرہ تھا۔ ایک خطرناک دشمن۔ جس سے کچھ بھی توقع کی جا سکتی تھی۔

دفتری فائلوں سے میرا دل اچاٹ ہو چکا تھا۔ میں آرام کی خاطر اٹھ کر اس حصے کی طرف آ گیا جہاں صوفے رکھے تھے۔ ایک صوفے پر لیٹ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ مجھے شاید سکون کی ضرورت تھی۔ بڑی دیر تک میں صوفے پر پڑا سوتا رہا پھر میری آنکھ اس وقت کھلی جب وارثی نے مجھے جگایا تھا۔ اسے ایک اہم کاروباری سلسلے میں مجھ سے کچھ ضروری کاغذات پر دستخط لینے تھے۔ میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے کاغذات پڑھے بغیر دستخط کر دیے۔ میرا دماغ بوجھل ہو رہا تھا۔

"آئی ایم سوری سر۔" وارثی نے فائل اٹھاتے ہوئے معذرت کی۔ "میں اس وقت آپ کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ کاغذات مجھے آج ہی داخل کرانے ہیں ورنہ۔"

"اٹ از آل رائٹ۔" میں نے کہا۔ "تم نے اچھا کیا جو مجھے بیدار کر دیا۔"

میں اٹھ کر واپس اپنی آفس ٹیبل پر آ گیا۔

"کوئی نئی بات؟" میں نے وارثی سے دریافت کیا۔

"جی لیکن آپ اس وقت مجھے کچھ۔"

"سوتے سے اٹھا ہوں شاید اس لیے تمھیں محسوس ہو رہا ہے ورنہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔"

وارثی کے جانے کے بعد میں خاصی دیر تک حالات کے نشیب و فراز کے بارے میں غور کرتا رہا۔ میرے دشمنوں کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ بھوشن، جگت نارائن اور بلیک بین تھر یہ سب ہی ایک سلسلے کی مختلف کڑیاں تھیں جسے کاکا کی ماورائی قوت نے مربوط کر رکھا تھا اور مجھے کسی نہ کسی طرح اس جتھے کو توڑنا تھا۔ کچھ سوچ کر میں نے ریسیور اٹھایا اور کیبر داس کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس وقت شام کے چار کا عمل تھا۔ حسب توقع فون پر کوشلیا ہی کی کھنکھناتی آواز ابھری۔

"فرمائیے۔ میں آپ کی کیا سیوا کر سکتی ہوں؟"

"مجھے کیبر داس جی سے باتیں کرنی ہیں۔"

"آپ کا شبھ نام؟"

"کیلاش شرما۔" میں نے ایک فرضی نام کا سہارا لیا۔ "کوئی ضروری بات کرنی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اس سے کیبر داس جی تھوڑے مصروف ہیں۔"

"کام ضروری نہ ہوتا تو میں کیبر داس جی جیسے ودیش بھگت انسان کو کبھی پریشان نہ کرتا۔"

"ٹھیک ہے۔" کوشلیا نے جواب دیا پھر دس سیکنڈ بعد ہی دوسری جانب سے کیبر داس کی آواز سنائی دی۔

"کون مہاشے بول رہے ہیں؟" اس کے لہجے میں سادگی تھی۔

"میں تمھارا ناجائز باپ بول رہا ہوں۔" میں بدلی ہوئی آواز میں غصے سے بولا۔ "تمھارے دن ابھی ختم نہ ہوتے لیکن تم خود

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

اپنے دشمن بن چکے ہو تو پھر اس میں میرا کیا دوش؟"

"آپ کچھ خفا معلوم ہوتے ہیں۔" بدستور نرمی سے جواب ملا۔ "ایسا ہوتا ہے۔ کشش جب نراش ہو جاتا ہے تو پھر اس کی بدھی (عقل) کام نہیں کرتی۔ پر نراش ہونا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہوتی۔ بھگوان کے سامنے ہاتھ باندھ کر بھگتی کرنے سے سارے دلدر دور ہو جاتے ہیں۔"

"تم تو سچ مچ دیش بھگت معلوم ہو رہے ہو۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔

"مجھے بتاؤ بالک۔ میں تمہاری کیا سیوا کر سکتا ہوں؟" کبیر داس نے نرمی سے جواب دیا۔ "تم کس کارن بیاکل ہو؟"

"کیا تم میری سہایتا کا وچن دے سکتے ہو؟"

"بھول وچن دیتے ہیں بالک جو اپنا اور دوسرے دونوں کا بے بیڑا کرتے ہیں۔ جو سیوا کرنے کے عادی ہوتے ہیں وہ کر گزرنے پر وشواس رکھتے ہیں۔ مجھے بتاؤ کس بات کی چنتا ہے جس نے تمہیں بیاکل کر رکھا ہے۔ میں اگر تمہارے کسی کام آ گیا تو میرے من کو بڑی شانتی نصیب ہوگی۔"

"جگت نارائن۔" میرا لہجہ یکلخت سفاک ہو گیا۔ "مجھے تمہارے سر کی ضرورت ہے۔ خون میں لتھڑا ہوا سر۔ اپنے چرنوں میں۔"

"بالک۔" اس بار بھی اسی پر سکون اور نرم لہجے میں جواب ملا۔ "ہو سکتا ہے تم سے کوئی بھول ہوئی۔ یہاں جگت نارائن نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا۔"

"تم کبیر داس بول رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"مجھے کسی نے بتایا تھا کہ تم اور جگت نارائن ایک ہی منش کے دو روپ ہو۔"

"میں نے کہا تھا کہ تم سے بھول ہو گئی ہے۔" وہ بدستور سادگی سے بولا۔ "یہ تو کوئی بات نہیں۔ انسان ہی غلطیوں کا پتلا ہوتا ہے۔"

"درندے تو بھیڑ کی کھال میں کب تک چھپا رہے گا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "مجھے تیری اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔"

"بھگوان تمہیں شانتی دے۔ میں اس سے تمہارے لیے کیول یہی پرارتھنا کر سکتا ہوں۔" اس نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "تم اس وقت پریشان معلوم ہوتے ہو پھر کسی سمے فون کرنا۔ کبیر داس کے در بھی کسی ضرورت مند کے لیے نہیں بند ہوتے۔"

"لیکن اب جیون کے تمام دروازوں کو اپنے اوپر بند سمجھو۔" میں نے حقارت سے کہا پھر فون منقطع کر دیا پھر ندیم کے نمبر گھمانے لگا۔ مقصد بلیک پین گھر کی فرار کی اطلاع دینے کے سوا کوئی اور کچھ نہیں تھا۔

"جب بھی دفتر سے باہر نکلنا آنکھیں کھلی رکھنا اور پوری طرح محتاط رہنا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بلیک پین گھر کسی انسان کا نہیں ایک بلا یا طوفان کا نام ہے۔ وہ تمہارے ہاتھ آ کر نکل گیا یہ اور بھی برا ہوا۔ ایسے گھٹیا لوگ کسی کا احسان ماننے کے عادی نہیں ہوتے۔ دوبارہ اگر حسن اتفاق سے موقع مل جائے تو پہلی فرصت میں اسے موت کے گھاٹ اتارنے سے دریغ نہ کرنا۔"

"اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ویسے کیا تم نے دوسرے بین کو منتقل کر دیا ہے؟" میں نے اشارے میں ملیر کے بارے میں سوال کیا۔

"ہاں میں نیک کاموں میں دیر کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ البتہ تمہاری کم سن قیامت اب رفتہ رفتہ زندگی کی طرف تیزی سے لوٹ رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی کوئی خطرناک چال ہو۔ اپنے آدمیوں سے کہو اس سے دور دور رہ کر سخت نگرانی کریں۔"

"مطمئن رہو۔ خدا کو میرے آدمیوں سے کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"اور کوئی تازہ خبر؟"

"سنا ہے کہ سیٹھ نعمان کے رکلا کل پھر آصف کے سلسلے میں ضمانت کی درخواست پیش کر رہے ہیں۔"

"احمد غوری بھی ہمارے لیے بہت اہم ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن پولیس ابھی تک اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت حاصل نہیں کر سکی۔"

"فکر مت کرو۔ جو ہوگا دیکھ لیا جائے گا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

☆

اس وقت رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ جب میں نے کوشلیا کے اپارٹمنٹ کے کال بٹن کو تیسری بار آزمایا تھا۔ میری معلومات کے مطابق وہ اپنے اپارٹمنٹ میں صرف ایک بوڑھی ماں اور چھوٹے بھائی کے ساتھ رہتی تھی۔ میں نے دانش کو واردات کے مطابق مکمل ہدایت کر دی تھی۔ اسے کوشلیا کی ماں اور بھائی کو سنبھالنا تھا۔ ہم دونوں نے ریڈی میڈ میک اپ سے اپنے چہرے اور حلیوں میں خاصی تبدیلی کر رکھی تھی پھر بھی میں نے دانش کو آزادی دے رکھی تھی کہ اگر وہ کوئی خطرہ یا ضرورت محسوس کرے تو ماں بیٹوں کو ختم بھی کر سکتا تھا۔ دانش نے صرف اثبات میں سر کو جنبش دی تھی۔ اس کی تیز نظریں اپارٹمنٹ کے درمیان سنسان راہ داری کا بغور معائنہ کر رہی تھیں۔ اپارٹمنٹ میں داخل ہونے سے پہلے بھی ہمیں ایک ناخوشگوار فرض ادا کرنا پڑا تھا۔ سیکورٹی کے انتظام

کے تحت ہمارا اس وقت عمارت میں جانا ممکن نہیں تھا لیکن دانش نے بڑی پھرتی سے ان دونوں گارڈز کی کنپٹیاں مسل کر بے ہوش کر دیا تھا۔ ان کے جسموں کو گھسیٹ کر گارڈز روم میں اس طرح ڈال دیا گیا تھا جیسے وہ خواب غفلت سے دوچار ہوں۔ لفٹ ہم نے خود آپریٹ کی تھی۔ دانش خلاف توقع پھرتیلا اور چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔ "کیا تم کسی قسم کا خطرہ یا خوف محسوس کر رہے ہو؟"

"خوف نے کبھی میرے آس پاس بھٹکنے کی کوشش نہیں کی البتہ مجھے بلیک پین گھر سے ضرور خطرہ ہے۔ زخمی درندہ ہمیشہ چھپ کر پشت سے وار کرتا ہے اور جب تک زخمی کرنے والے شکاری کو ٹھکانے نہ لگا دے چین سے نہیں بیٹھتا۔"

"اس بار وہ تمہیں کہیں نظر آ جائے تو تم اسے بلا جھجک شوٹ کر سکتے ہو۔"

"میں نے بھی یہی فیصلہ کر رکھا ہے۔"

سات آٹھ بار بیل بجانے کے بعد کوئی نیند میں اٹھا تھا۔ قدموں کی آواز بتدریج دروازے کے قریب آ رہی تھی۔ ہم دونوں طے شدہ پروگرام کے عین مطابق دائیں بائیں دیوار سے اس طرح چپک گئے کہ دروازہ کھولنے والا فوری طور پر ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ ایک بارہ چودہ سال کا لڑکا تھا جو نیند میں آنکھیں ملتا باہر آیا تھا۔ دانش نے پلک جھپکتے میں اسے دبوچ کر اس کے منہ پر اس طرح ہاتھ جما دیا کہ اس کی سانس کی آوازیں بھی گھٹنے لگیں۔ اس کی آنکھیں خوف سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"خبردار اگر سانس کی آواز بھی نکالی تو یہیں راہداری میں فرش پر بچھا کر ذبح کر دوں گا۔"

لڑکے نے اثبات میں گردن کو جنبش دی۔ گویا وہ دانش کی بات پر عمل کرنے کو رضامند تھا۔ دانش کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ جب تک لڑکے کی سانس بھی گھٹنے لگی تھی۔ میں نے اشارہ کیا تو دانش نے لڑکے کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا لیکن وہ عمل کو دہرانے کے لیے بھی پوری طرح آمادہ تھا۔

"اندر اور کون کون ہے؟"

"میری ماتا جی اور بڑی بہن۔ کوشلیا دیدی۔" لڑکے نے بمشکل اپنا تنفس درست کرتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا تم سب ایک ہی کمرے میں سوتے ہو؟" میں نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"جی نہیں۔ میں اور ماتا جی ایک کمرے میں سوتے ہیں اور دیدی الگ سوتی ہیں۔"

"کوئی ملازم یا ماسی وغیرہ قسم کی پالتو چیز تو نہیں ہے؟" دانش نے دریافت کیا۔ "دیکھ۔ سچ سچ بول ورنہ آنتیں باہر نکال کر تیرے گلے میں مالا کی طرح ڈال دوں گا۔"

"رات کو ہم تینوں کے سوا کوئی اور نہیں ہوتا۔" لڑکا بے حد خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے سچ اگلنے میں دیر نہیں لگائی۔ "ماسی صبح آتی ہے اور جھاڑو برتن کر کے واپس چلی جاتی ہے۔"

"دانش بیکا سا۔"

"رائٹ سر۔" دانش نے میرا اشارہ سمجھ کر لڑکے کی دونوں کنپٹیوں کو دبا کر اس طرح رگڑا کہ وہ پل بھر میں دانش کے ہاتھوں میں جھول گیا۔

"میں آتو ہنگ نکال کر بے قدموں اندر داخل ہوا۔ دانش نے لڑکے کو ہاتھوں میں اٹھا رکھا تھا۔ اندر لاؤنج میں مدھم پاور کا ایک نیلا بلب روشن تھا۔ دانش نے کسی ناخوشگوار بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے والے انداز میں لڑکے کو ایک صوفے پر ڈال دیا۔

اپارٹمنٹ تین کمروں پر مشتمل تھا۔ ایک میں کوشلیا تنہا سوتی تھی۔ دوسرے میں اس کی ماں اور بھائی کا قبضہ تھا اور تیسرا کمرہ جو کچن سے ملحق تھا اسے بطور ڈرائنگ روم استعمال کیا جاتا تھا۔ اپارٹمنٹ سے نکلنے کے دو راستے تھے۔ ایک وہ جس سے ہم داخل ہوئے تھے اور دوسرا عقبی راستہ تھا جو ایمرجنسی کے طور پر سیڑھیوں کی طرف کھلتا تھا۔ ممکن ہے اسے ملازموں کی آمد و رفت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہو۔ میں نے گھوم پھر کر پوری طرح اپارٹمنٹ کے چپے چپے کا اندازہ لگایا۔ وہاں بہت زیادہ قیمتی اور پر تعیش ساز و سامان نہیں تھا لیکن جو کچھ تھا اسے بڑے سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے دانش کو بوڑھی عورت کے کمرے کی جانب کا اشارہ کیا تو وہ میرے قریب آ کر بولا۔

"سر اگر اجازت ہو تو اس کی کنپٹی پر بھی ہاتھ پھیر دوں اس طرح میں آپ کے زیادہ کام آ سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے لیکن ہاتھ ذرا ہلکا ہی رکھنا۔ اس کے بعد صدر دروازے پر رک کر باہر کی سن گن لیتے رہنا ہو سکتا ہے کوشلیا کی نگرانی پر ایک دو افراد مامور ہوں جو ہماری نظر میں نہ آ سکے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کچھ دیر گزرنے کی صورت میں عمارت کے گارڈز بھی دوبارہ ہوش میں آ جائیں۔"

"او کے۔" دانش نپے تلے قدم اٹھاتا عورت کے کمرے میں چلا گیا۔

میں نے کوشلیا کے کمرے کے بند دروازے کو آہستہ سے آزمایا۔ وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے اندر داخل ہونے میں ضرورت سے کچھ زیادہ احتیاط کی تھی۔ خواب گاہ میں بھی ایک مدھم روشنی کا نائٹ بلب روشن تھا۔ کوشلیا دنیا و مافیہا سے بے خبر بڑی گہری نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ وہ میک اپ کے بغیر ہی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے کھلے ہوئے بے ترتیب

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

بال عجیب خوبصورت انداز میں ادھر ادھر بکھرے نظر آ رہے تھے۔ حسن محو خواب ہو تو اس کی سحر انگیزیاں اور بڑھ جاتی ہیں اور خاص طور وہ اگر ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس ہو تو کچھ ایسا ہی لگتا ہے جیسے کسی سنگ تراش نے اپنے کسی شاہکار مجسمے کو کسی باریک لباس کے اندر چھپا دیا ہو تاکہ لوگوں کا اشتیاق زیادہ سے زیادہ بڑھ سکے۔ میں کوشلیا کے حسن کو ایک مصور کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ قدرت کا ایک خوبصورت شاہکار تھی جسے بڑی فرصت میں تشکیل دیا گیا۔ نوک پلک سنوار کر پھر اس کے جسم میں روح پھونک کر زمین پر اتار دیا گیا۔ ایسے حسن کو مٹی میں ملا دینے کا تصور ہی میرے لیے بڑا تکلیف دہ تھا۔ ابھی میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے ذہن میں آگ بھر دی ہو۔ اس آگ کی تپش میرے وجود کو جھلسا رہی تھی۔

"سنبھلو ریشی۔" عثمان غنی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تم میرے ساتھ بد عہدی کے مرتکب ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ایسا نہیں ہے لیکن۔"

"خنجر کسی جون و چرا کے میرے کہنے پر عمل کرو۔ اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے۔"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا پھر جیسے کسی نے میرے اندر چھپے ہوئے انسان کو باہر نکال کر اس کا گلا گھونٹ دیا۔ میں کسی پروانے کی طرح چلتا ہوا کوشلیا کے بستر کے قریب چلا گیا جہاں اس کی سانسوں کی مہک فضا کو معطر کر رہی تھی۔ قرب سے تپش کا احساس بڑھنے لگا تھا۔ میں نے آہستہ سے جھک کر اس کی پریشان زلفوں کو سمیٹنے کی کوشش کی تو وہ کسمسا کر رہ گئی۔ میں نے جلدی سے ہاتھ کھینچ لیا لیکن میرے اندر جوار بھاٹے کی شدت بڑھ رہی تھی۔ میری تمام تر توجہ سمٹ کر کوشلیا کے خوابیدہ حسن پر مرکوز ہو گئی تھی۔ دوسری تمام حس جیسے ناکارہ ہو گئی تھی۔ میں یہ بھی فراموش کر بیٹھا تھا کہ میری زندگی عارفہ کی امانت ہے۔ شاید کوشلیا کے ساحرانہ حسن نے مجھے پوری طرح تسخیر کر لیا تھا۔ میرے ذہن میں عثمان غنی کے جملے صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

"بت ڈھانا تو ویسے بھی ثواب کا کام ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ کوئی سنگ تراش اپنے بنائے ہوئے کسی ناپسندیدہ مجسمے کو بھی مسمار کرنے سے پہلے ایک بار اسے ہر زاویے سے تنقیدی نگاہوں سے ضرور دیکھتا ہے۔ کوشلیا تو پھر ایک حسین اور جاگتا مجسمہ ہے۔ میرا خیال ہے تم میرا مقصد سمجھ گئے ہو گے۔" مجھ پر ایک عجیب خماری سی کیفیت طاری تھی۔ ایسی کیفیت جس نے میرے ذہن کے سارے سوچ آف کر دیئے تھے۔ میں نے جھک کر کوشلیا کے روئی جیسے نرم گالوں پر ہاتھ پھیرا تو اس نے کروٹ بدل لی۔ یہ زاویہ میرے اندر کے آتش فشاں کو شہ پہنچانے کے لیے کافی تھا۔ میں نے ایک بار پھر پیار سے ہولے ہولے اس کے گالوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ ایک نووارد کو اپنی خواب گاہ میں تنہا دیکھ کر وہ سہم کر رہ گئی۔ خوف کی آمیزش نے اس کی آنکھوں کے گلابی ڈوروں کو اور گہرا کر دیا تھا۔ وہ خوفزدہ لہجے میں مجھے سر تا پا گھورتے ہوئے بولی۔

"کون ہو تم؟"

"پروانہ۔" میں نے سرگوشی کی۔

"یہاں کس لیے آئے ہو؟"

"پروانہ شمع کے پاس کیوں جاتا ہے؟"

"نکل جاؤ۔" وہ خود کو سنبھال کر گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔ "میں بنتی کرتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے۔"

"کنویں کے پاس آ کر پیاسا چلا جاؤں۔" میں خوابیدہ لہجے میں بولا۔ "امید کی کرن نظر آ رہی ہے تو تم مجھے نراش ہونے کا درس دے رہی ہو۔"

"تم۔ تم۔ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟" اس نے مجھے اپنی اہمیت کا احساس دلانے کی کوشش کی۔ "میں کبیر داس جیسے ویش بھگت کی سکریٹری ہوں۔ اگر اسے پتا چل گیا تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"جو تمہارے حسن میں ڈوب چکا ہو۔ تمہارے عشق میں پہلے ہی مر چکا ہو اسے دوبارہ کون مار سکتا ہے اور مر بھی گیا تو کیا غم؟"

"سوچ لو۔ کبیر داس۔"

"کبیر داس نہیں۔" میں نے سرسراتی آواز میں جواب دیا۔ "وہ کبیر داس کے بھیس میں جگت نارائن کا ناٹک رچا رہا ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کبیر داس جی اور جگت نارائن۔ بھگوان سے توبہ کرو۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔

"تم اتنے وشواس سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ اس نے ویش بھگتی کے روپ میں ایک راکشس کو اپنے اندر نہیں چھپا رکھا ہے؟"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہے۔" اس نے احتجاج کیا۔

"ایک بار اپنے اس پجاری کو بھی قریب سے دیکھ لو جو جان ہتھیلی پر رکھ کر تمہارے شریر کی اگنی سے اپنے من کی پیاس بجھانے آیا ہے۔"

"نہیں یہ ناممکن ہے۔ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو۔"

"میں بھی وہ نہیں ہوں جو تم دیکھ رہی ہو۔ چلو حساب برابر ہو گیا۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"میں نیو ہتیا (خود کشی) کر لوں گی لیکن تمہارے گندے ہاتھ اپنے شریر تک نہیں پہنچنے دوں گی۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا پھر اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی۔ میں اس کے اور دروازے کے درمیان حائل تھا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ میرے ساتھ فرش پر بکھر گئی۔ اس کے حسن کی سحر انگیزیاں، اس کی تیز تیز چلنے والی سانسوں سے اس کے نشیب و فراز میں جو زیر و بم کی کیفیت پیدا ہوئی اس نے میرے ہوش و حواس کو اور مختل کر دیا۔ اس کا لباس بے ترتیب ہو رہا تھا۔

"میں بنتی کرتی ہوں ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرتی ہوں کہ مجھے شما کر دو۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔ "دوسرے کمرے میں میری ماتا اور بھائی سو رہے ہیں ان کی آنکھ کھل گئی تو۔"

"چنتا مت کرو۔" میں اس کی بے بسی پر مسکرایا۔ "وہ اب جلدی ہوش میں نہیں آئیں گے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک گئی۔ "کیا تم نے انہیں مار ڈالا؟"

"نہیں لیکن کباب کے بیچ اگر ہڈی آ جائے تو اسے نگلا نہیں جاتا۔ نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔"

"تم۔ تم راکشس ہو۔" وہ تیزی سے اٹھی۔ ایک بار پھر اس نے کسی خوفزدہ ہرنی کی طرح قلانچیں بھرنے کی کوشش کی لیکن اس بار وہ میری آغوش میں پھنس کر مچلنے لگی۔ میں نے سفاک لہجے میں اسے متنبہ کیا۔

"اب اگر تم نے بھاگنے یا شور مچانے کی کوشش کی تو مجھے مجبوراً تمہارا گلا گھونٹنا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم مجھے جان سے مار ڈالو لیکن۔"

"مجھے جگت نارائن کا پتا بتا دو۔" میں نے ڈانٹ ڈالا۔ "اس کے بعد میں تم کو چھوڑ دوں گا۔"

"میں کسی جگت نارائن کو۔"

"حرام خور۔" میرا ہاتھ پوری شدت سے گھوم گیا۔ اس کے مخروطی ہونٹوں سے خون کی پتلی لکیر پھوٹ نکلی۔ اس نے پوری شدت سے زور آزمائی شروع کر دی لیکن کسی معصوم پرندے کی طرح عقاب کے شکنجوں میں پھڑپھڑا کر نڈھال ہو گئی۔ میرا جنون کم ہوا تو وہ فرش پر بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ ذہنی طور پر مجھے ایک جھٹکا لگا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا لیکن پھر اچانک جیسے سرخ آندھی کے تیز اور گرد آلود جھکڑوں نے میری بینائی کو متاثر کر دیا۔ میرا ہاتھ غیر اختیاری طور پر پنڈلیوں کی طرف بڑھا جہاں میں نے ایک خنجر پٹی کے ذریعہ چھپا رکھا تھا۔ میں نے خنجر کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کر کے اسے خول سے باہر کھینچ لیا۔ میرا ہاتھ طوفانی انداز میں بلند ہوا پھر کوشلیا کے جسم کے مختلف حصوں سے خون کے فوارے جاری ہو گئے۔ ابھی میرا خونی عمل جاری تھا کہ دانش کمرے میں داخل ہوا جو کچھ اس کی آنکھوں نے دیکھا وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ اس نے لپک کر میرا خنجر والا ہاتھ تھام لیا۔

"سر یہ کیا کر رہے ہیں؟"

"جگت نارائن کے آدمیوں نے مجھے گھیر کر مارنے کی کوشش کی تھی لیکن میں بچ گیا اور اب۔" میں ہانپتا ہوا بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ کوشلیا کے حسین جسم کے ٹکڑے پارسل کی صورت میں بطور تحفہ وصول کرنے کے بعد وہ اپنے خول سے باہر نکل آئے۔"

"آپ یہ فرض مجھے بھی سونپ سکتے تھے۔" دانش نے تیزی سے کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں بھیانک انداز میں دانش کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر بولا۔ "اس کو ذبح میں نے کیا ہے۔ تم اس کے ٹکڑے بنا کر کبیر داس تک پہنچا دو۔ حساب برابر ہو جائے گا۔"

مجھے نہ جانے کیوں شدید چکر محسوس ہو رہے تھے۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میں اپنے قدموں پر زیادہ دیر تک نہیں کھڑا رہ سکوں گا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن لڑکھڑا گیا۔ اگر دانش نے مجھے سنبھال نہ لیا ہوتا تو شاید میں کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر ڈھیر ہو جاتا۔ مجھے بس اتنا ضرور محسوس ہوا تھا جیسے دانش نے مجھے کندھے پر کسی لاش کی طرح لاد کر تیز تیز قدم اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے بعد مجھے کچھ محسوس نہیں ہوا۔ میری نظروں کے سامنے گھپ اندھیرے چھانے لگے تھے جنہوں نے میرے ذہن کو بھی اپنی لپیٹ میں لے کر معطل کر دیا تھا۔

☆

کبیر داس کو کوشلیا کی لاش کا پارسل ملنے کی خبریں مع تصاویر کے اخبارات میں شائع ہوئیں تو جیسے پورے شہر میں زلزلہ آ گیا۔ سماجی تنظیموں اور فلاحی اداروں نے اس حادثے کی شدید آواز میں مذمت کی تھی اور مجرموں کو فوری طور پر گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دینے کی سخت الفاظ میں حکومت اور حساس اداروں سے اپیل کی تھی۔ رفاہی اداروں نے بھی کبیر داس کی حمایت میں لمبے لمبے بیان جاری کیے تھے جہاں اس حادثے سے میرا ایک انتقام پورا ہوا تھا وہیں کبیر داس کی شہرت میں چار چاند اور لگ گئے تھے۔

مجھے جس نقاہت کے عالم میں گھر لایا گیا تھا اس نے سب ہی کو پریشان کر دیا تھا۔ ہوش آنے پر میں نے خود کو اپنی خواب

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

گاہ میں پایا تھا جہاں ندیم کے علاوہ نسیم اور عارفہ بھی موجود تھیں۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ ندیم بار بار مجھے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ شاید دانش یا میجر ماسٹرکی نے اسے حالات کی اصل نوعیت سے آگاہ کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے نسیم اور عارفہ خواب گاہ سے کسی کام کی غرض سے باہر گئیں تو ندیم نے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کیا یہ سب تمہاری حرکت نہیں تھی؟"

"میں انکار نہیں کروں گا۔" میں نے اقرار کر لیا۔ "جگت ارائن کے بچے سمیع تو میں نے مجھے گھیر کر جہنم رسید کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کا قرض چکتا کر دیا ہے۔"

"تم نے عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میجر داس کی ذاتی اپیل پر اس حادثے کی چھان بین اور اصل مجرم کی گرفتاری کے لیے کئی ٹیمیں تشکیل دی گئی ہیں جو قاتل تک پہنچنے کی سر توڑ کوشش کریں گی اور۔۔۔"

"مگر اس کے امکانات کو یکسر جنبش قلم رد بھی نہیں کیا جا سکتا۔" ندیم جھلا کر بولا۔

"فکر مت کرو۔" میں مسکرا دیا۔ "جو کاکا بلیک بین تھر دو پولیس کے نرغے سے نکل سکتی ہے جو مجھے ایک سنگین جرم کے ارتکاب کی خاطر مجبور کر سکتی ہے وہی میری مدد بھی ضرور کرے گی۔"

"تم کوشلیا کے خلاف تمہیں بھڑکانے اکسایا تو؟"

"ناممکن۔"

"ہو سکتا ہے تم درست کہہ رہے ہو لیکن تمہاری بات حق سے نیچے نہیں اترتی۔"

"کون وجہ؟"

"کاکا ایک ہی وقت میں دو حماقتیں نہیں کر سکتی۔" ندیم نے کہا۔ "اس نے بلیک بین تھر کو اسی لیے آزاد کرایا ہے کہ وہ تم سے اپنا انتقام لے سکے۔ ایسی صورت میں اب اگر تم آزاد ہو گئے تو بلیک بین تھر کی آزادی تمہارے لیے بھی۔۔۔ ثابت ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ یہ سب بھی کاکا کی ہی کوئی چال ہو۔۔۔ خطرے سے جال ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"اگر کاکا کے پیش نظر یہ بات ہوتی کہ تم اس کی مخالفت میں ہو تو وہ براہ راست بھی میرا خاتمہ کر سکتی تھی لیکن اس نے متعدد موقعوں پر میری بروقت مدد کر کے مجھے تمہارا آلہ کار بنا لیا ہے ایسی صورت میں صرف ایک ہی بات سوچی جا سکتی ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "کاکا نے اپنی بازی مات کرنے کی خاطر اب آخری چال چلی ہو شاید وہ اپنی ساکھ کے پیچھے مجھے ایڑیاں

رگڑ رگڑ کر موت کی دہلیز پھلانگتے دیکھنا چاہتی ہو۔ اس طرح بلیک بین تھر بھی بچ جائے گا اور بھوشن اور جگت نارائن کی خواہشات بھی پایہ تکمیل کو پہنچ جائیں گی۔"

"میرا خیال ہے کہ درمیان کی کوئی کڑی ضرور غائب ہے۔"

"کیوں۔۔۔ تمہیں کسی درمیانی کڑی کا خیال کس طرح آ گیا؟" میں چونکا۔ مجھے شبہ تھا کہ کہیں دانش نے حالات کی تفصیل نہ بتا دی ہو۔

"جس راستے پر تم نے اب قدم رکھا ہے میں اس کی آخری منزلیں بھی سر کر چکا ہوں۔"

"دانش نے کچھ کہا ہے؟"

"نہیں!" ندیم نے مجھے گھورا۔ "لیکن دانش ہی کے ردعمل نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"کیا نتیجہ اخذ کر رہے ہو؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"دانش بے حد نمک حلال اور وفادار آدمی ہے۔ اس نے تمہارے حکم کے تحت اپنی زبان کھولنے سے معذرت کر لی ہے ایسی صورت میں میری جگہ اگر تم ہوتے تو شاید تم بھی اسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش ضرور کرتے جو میں کر رہا ہوں۔"

"کیا نتیجہ اخذ کر رہے ہو؟"

"یا تو بلیک بین تھر کے فرار ہونے میں تمہاری کاکا کے بجائے خود اس کی صلاحیتوں کا دخل تھا یا پھر جو تم نے اقدام کیا ہے اس میں کاکا کی خواہشوں کی تکمیل کے خواب شامل تھے۔ بیک وقت ان دونوں واقعات میں کوئی بھی صاحب فہم کاکا کی مافوق قوتوں کو ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتا۔"

"بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔" میں نے قدرے خوشگوار لہجہ اختیار کیا۔ "کاکا کے وجود یا اس کی کالی طاقتوں کے بارے میں دنیا کی کوئی بھی عدالت ہماری کسی دلیل کو تسلیم نہیں کرے گی۔"

"میں تمہاری بات تسلیم کرتا ہوں لیکن جو کام تم نے کیا ہے وہی کسی اور سے بھی لیا جا سکتا تھا۔"

"فرق کیا پڑتا۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "پولیس کی سختی سے تنگ آ کر وہ اپنی زبان کھول دیتا تو بات پھر میری ذات تک محدود ہو کر رہ جاتی۔"

ندیم کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ ملازم نے اندر داخل ہو کر کسی میجر فخرالدین اور اس کے ساتھ کچھ رنگروٹوں کے آمد کی اطلاع دی۔

"فخرالدین۔" ندیم نے اس نام کو دہرایا پھر میری طرف دیکھ کر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "میں میجر اور اس کی ٹیم کو اٹینڈ کرتا ہوں۔ جب تک تمہیں نہ بلایا جائے تم اپنی خواب گاہ سے

باہر آنے کی حماقت نہ کرنا اور اگر تمہیں طلب کیا جائے تو اپنی زبان پر قابو ہی رکھنا۔"

ندیم باہر چلا گیا۔ نسیم اور عارفہ کو میجر کے آنے کی بھنک ملی تو وہ پریشان ہو کر میرے پاس آ گئیں۔

"یہ فوج کی نفری کیوں آئی ہے؟" نسیم نے پریشان ہو کر دریافت کیا۔

"کچھ یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔"

"میرا دل تو نہ جانے کیوں دھڑک رہا ہے۔" عارفہ نے بمشکل اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے میری جانب دیکھا۔

"دل دھڑکنا تو زندگی کی علامت ہے۔" میں نے مسکرا کر ان دونوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"سچ سچ بتائیں شہباز بھائی آپ کو بے ہوشی کی حالت میں گھر کیوں لایا گیا تھا؟" نسیم نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔

"ظاہر ہے کہ میں بے ہوش تھا اسی لیے بے ہوشی کی حالت میں گھر لایا گیا۔" میں نے بھرپات ٹالنے کی کوشش کی۔ "آپ کے لیے سب کو ہدایت کر دوں گا کہ پہلے مجھے ہوش میں لانے کی مناسب تدابیر اختیار کی جائیں اس کے بعد بھلا چنگا ہونے کے بعد۔"

"بے ہوش ہونے کی وجہ کیا تھی؟" عارفہ نے بسورتے ہوئے جرح کی۔

"کام کی زیادتی کے سبب دماغ چکرا گیا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے نہیں معلوم۔" میں نے بھرپات کو ہنسی میں اڑانے کی کوشش کی۔ "ہوش آنے پر میں نے تم دونوں کو دیکھا تو ایک لمحے کو دل باغ باغ ہو گیا۔ میرے ذہن میں پہلا خیال یہی ابھرا تھا کہ قدرت نے نہ صرف مجھ پر مہربان ہو کر مجھے جنت عطا کر دی ہے بلکہ خدمت کے لیے ایک کے بجائے دو حوریں بھی تعینات کر دی ہیں۔"

"آپ کو میرے سر کی قسم۔" نسیم جذباتی ہو گئی۔ "سچ سچ بتائیے اصل بات کیا ہے؟"

"سوری۔ میں تمہارے سر کی قسم کھا کر کوئی بات نہیں کر سکتا۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کوئی اہم بات ہم سے چھپا رہے ہیں۔"

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر میرے سر کی قسم کیوں نہیں کھا رہے۔"

"مجھ سے کسی پہنچے ہوئے بزرگ نے کہا تھا کبھی کسی ایسے سر کی قسم نہ کھانا جس میں خشکی ہو یا پھر جو میں موجود ہوں ورنہ اچھے بھلے حالات کے بگڑنے کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"آپ کو میری جان کی قسم؟" عارفہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئی لیکن قدرت کو میرا بچاؤ منظور تھا اس لیے ندیم کا بلاوا

آ گیا۔ میں نے ان دونوں کو دیکھ کر بے پروائی سے شانے اچکائے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں گیا جہاں ایک باوردی میجر بیٹھا ندیم سے گفتگو میں مصروف تھا۔ مجھے داخل ہوتا دیکھ کر میجر نے اپنی باتوں کا سلسلہ بند کر دیا اور تیز نظروں سے مجھے گھورنے لگا۔ اس کے گھورنے کا انداز کچھ مشکوک سا تھا۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا تو اس نے مجھے بدستور گھورتے ہوئے بڑے بے تکے انداز میں سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔

"کل اپنے دفتر سے اٹھنے کے بعد آپ کہاں کہاں تشریف لے گئے تھے؟"

"ظاہر ہے بزنس کی خاطر کہیں نہ کہیں تو آنا جانا لگا رہتا ہے۔" میں نے وقت لے کر حالات کو بھانپنے کی کوشش کی۔

"میں آپ سے جو پوچھ رہا ہوں صرف اس کا جواب دیں۔" اس کی پیشانی شکن آلود اور منہ تیکھا ہو گیا۔ "کل دفتر سے اٹھنے کے بعد سے گھر پہنچنے تک آپ کہاں کہاں گئے تھے اور کن کن لوگوں سے ملاقات کی تھی؟"

"آئی سی۔" میں نے خلا میں گھورتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "گویا وہ فون غلط نہیں تھا۔"

"کون سا فون؟" میجر چونکا۔

"ابھی چند منٹ پہلے مجھے کسی نے فون پر دھمکی دی تھی کہ شاید مجھے کسی ناکردہ گناہ کے سلسلے میں پھانس لیا جائے گا۔"

"اس گناہ کی کوئی تفصیل بیان کی گئی تھی؟" میجر نے پہلو بدلا۔ اس کی عقابی نگاہیں بدستور میرے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔

میں کوئی مناسب جواب دینے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ عثمان غنی مجھے ایک صوفے سے ٹیک لگائے پیر پھیلائے فرش پر بیٹھا نظر آیا۔

"ریتی، تم غلطی سے پسینہ پونچھنے کے بعد اپنا رومال کوشلیا کے فلیٹ پر چھوڑ آئے تھے۔ کوشلیا سے ملاقات کا اقرار کر لو۔ تمہارے خلاف ایسا کوئی واضح ثبوت نہیں ہے جو تمہیں قتل کا مرتکب ٹھہرانے میں مفید ثابت ہو سکے۔ وقتی پریشانی ضرور ہو گی لیکن یہ بھی تمہارے لیے خوش آئند ہی ثابت ہو گی۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی بات کا غم یا فکر نہیں ہونی چاہیے۔"

"آپ خاموش کیوں ہو گئے مسٹر شہباز؟" میجر نے قدرے تخت لہجے میں سوال کیا۔ "میں نے آپ سے کوئی سوال کیا تھا۔"

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو آپ اس قتل کی تفتیش کی غرض سے تشریف لائے ہیں جس کی خبر آج کے اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔"

"آپ کو خاص طور پر اس بات کا خیال کیوں آیا؟" میجر کی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

آنکھوں میں کامیابی کی چمک پیدا ہوئی۔

"اس لیے کہ کوشلیا ایک معصوم لڑکی تھی اور میری اچھی دوست بھی تھی اور کل میں اس سے ملاقات کرنے اس کے اپارٹمنٹ پر بھی گیا تھا۔"

"جب آپ اس سے ملنے گئے تھے اس وقت کیا بجا تھا؟" میجر نے تیزی سے سوال کیا۔ ندیم میرے جواب پر کسمسا کر رہ گیا تھا۔

"میں نے گھڑی نہیں دیکھی تھی لیکن محتاط اندازے سے بتا سکتا ہوں کہ اس وقت رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ کا عمل رہا ہوگا۔"

"آپ وہاں۔ میرا مطلب ہے مس کوشلیا کے اپارٹمنٹ میں کتنی دیر ٹھہرے تھے۔" میجر نے تیزی سے پوچھا وہ مجھے جواب دینے کی مہلت نہیں دینا چاہتا تھا۔

"تقریباً بیس منٹ۔"

"آپ کو کیوں بلایا گیا تھا؟"

"کوشلیا کو کسی سے جان کا خطرہ لاحق تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس نے مجھے یہی بتایا تھا کہ کوئی اس کی زندگی تباہ کرنے پر بضد ہے۔ بصورت انکار اسے جان سے مار دینے کی دھمکی دی جا رہی تھی۔ میں اسے تسلی دے کر واپس آگیا تھا لیکن شاید میرا رومال وہیں چھوٹ گیا تھا جس کا اندازہ مجھے گھر آنے کے بعد ہوا۔"

"کوشلیا کو کس سے جان کا خطرہ تھا؟ کیا اس نے کوئی نام بھی لیا تھا؟"

"جی ہاں وہ بار بار کسی بلیک پین تھر کا حوالہ دے رہی تھی۔"

"مجھے بہکا رہے ہو رفیقی۔" عثمان غنی نے مسکرا کر پھر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

بلیک پین تھر کا نام سن کر میجر بھی ایک لمحے کو چونکا تھا پھر مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔

"کوشلیا سے آپ کی ملاقات کس طرح ہوئی تھی؟"

"میں کبیر داس جی کے رفاہی کاموں میں اکثر حسب استطاعت مدد کرتا رہتا ہوں۔ کئی بار وہاں جانا بھی ہوا۔ اسی دوران کوشلیا سے ملاقات بھی ہوتی رہی پھر ہم ایک دوسرے کے اچھے دوست بن گئے لیکن یہ دوستی صرف فون پر گفتگو کرنے کی حد تک رہی۔ کل رات اس نے پہلی بار مجھے فون کرکے اپنے اپارٹمنٹ پر بلایا تھا۔ اسی وقت وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی اور بے حد خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔"

"کیا اس نے بتایا تھا کہ بلیک پین تھر کون ہے؟"

"نہیں۔ شاید وہ ذاتی طور پر اس سے ناواقف تھی۔"

"میں بتاتا ہوں آپ کو۔" میجر فخرالدین نے کہا پھر بلیک پین تھر کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے بولا۔ "ابھی حال ہی میں وہ آپ پر قاتلانہ حملے کے سلسلے میں گرفتار ہوا تھا لیکن پھر پراسرار طور پر پولیس لاک اپ سے فرار ہو گیا۔"

"یہ تمام حقائق پولیس فائل پر پہلے سے موجود ہیں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"لیکن آپ نے مجھ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ بلیک پین تھر نے آپ پر بھی۔"

"میں نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔" میں نے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ پہلے بلیک پین تھر نے آپ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی اور پھر کوشلیا کو قتل کر دیا۔"

"ممکن ہے اس نے یہ اقدام رقابت کی بنا پر کیا ہو۔" میں نے شانے اچکائے۔ "ہو سکتا ہے کہ اسے فون پر بھی میری اور کوشلیا کی بات چیت پسند نہ ہو اس لیے اس نے پہلے مجھے اور پھر۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا اندیشہ درست ہو لیکن قانون کی نظروں میں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی اس لیے کہ فی الحال صرف کوشلیا کے قاتل یا قاتلوں کی تلاش ہے اور جائے واردات سے جو واحد ثبوت ملا ہے وہ آپ کا رومال ہے اس لیے آپ کی شخصیت ہماری فائل پر سرفہرست ہے۔"

"ایکسیوز می میجر۔" میں نے اس بار ناگوار لہجہ اختیار کیا۔ "میرا تعلق بھی محکمہ پولیس سے رہ چکا ہے۔ میں مقابلے کے امتحان میں کامیابی کے بعد ہی پولیس کی ملازمت کے لیے اہل قرار دیا گیا تھا۔ میرا پورا ریکارڈ بے داغ ہے اس کے علاوہ میرے والد بھی۔"

"مجھے آپ کے بارے میں ان باتوں کا علم ہے اسی لیے میں آپ کے ساتھ ایک رعایت کر رہا ہوں۔" میجر نے پہلی بار قدرے سنبھل کر کہا۔ "میں چاہوں تو آپ کو زیر حراست بھی لے سکتا ہوں لیکن ابھی صرف شامل تفتیش کر رہا ہوں اس لیے میری درخواست ہے کہ آپ فی الحال خود کو صرف گھر کی حدود تک محدود کر دیں بصورت دیگر ہم آپ کی رہائش گاہ کو جیل قرار دے کر نظربندی کے احکامات بھی جاری کرا سکتے ہیں۔"

"میں آپ سے کسی بھی قانونی اقدام سے گریز کرنے کی درخواست نہیں کروں گا۔"

"مسٹر ندیم سے میرے تعلقات خاصے پرانے ہیں۔" میجر نے اس بار مسکرا کر کہا۔ "امید ہے آپ بھی مجھ سے تعاون کریں گے ویسے میں اپنے فرض کے پیش نظر اپنے کچھ سادہ لباس والوں کو یہاں تعینات کرنے پر مجبور ہوں۔"

"آپ خوشی سے جو چاہیں کریں لیکن میں بھی اپنے دفاع

کے لیے کچھ اختیارات محفوظ رکھتا ہوں۔" میں نے پہلو بدل کر تیزی سے جواب دیا۔

"نہیں۔" ندیم نے مداخلت کی۔ "تم کوئی ایسی حماقت نہیں کرو گے۔"

"میں نے ابھی کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا ہے۔" میرے لہجے میں ہلکا سا کھنچاؤ بھی شامل تھا۔

"بات کو بڑھانے کی کوشش نہ کریں مسٹر شہباز! ورنہ پھر ہمیں بھی اپنا دائرہ تفتیش وسیع کرنا پڑے گا۔"

میں نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ کوشلیا کے اپارٹمنٹ کے دونوں گارڈز کا ذکر ابھی درمیان میں نہیں آیا تھا۔ ہرچند کہ میں اور دانش دونوں میک اپ میں تھے لیکن تفتیش کا دائرہ وسیع ہونے کی صورت میں بازی پلٹ بھی سکتی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب تم جرائم کے معاملات میں خاصے ذہین ہوتے جا رہے ہو۔" ندیم نے میجر کے جانے کے بعد کہا۔

"سب تمہاری صحبت کا اثر ہے۔" میں نے لطیف طنز کیا۔

"لیکن ابھی کچے ہو۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "تم نے جو کہانی مجھے سنائی تھی وہ اس کہانی سے مختلف ہے جو میجر فخرالدین کو سنائی ہے۔"

"کہانیوں میں کیا رکھا ہے وہ تو بدلتی رہتی ہیں۔"

"بہرحال تم نے بلیک پین تھر کا ذکر درمیان میں لا کر عقلمندی کا ثبوت دیا ہے اور یہ بھی اوپر والے کی مہربانی ہے کہ میجر فخرالدین میرا پرانا دوست نکلا ورنہ تمہاری کہانی میں کچھ جھول بھی موجود تھے۔"

میں نے وضاحت طلب کرنی چاہی لیکن نسیم اور عارفہ کے آجانے سے بات آگے نہ بڑھ سکی۔ یہ بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی تھی کہ میجر فخرالدین نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ ندیم کی رہائش گاہ کے چاروں طرف سادہ لباس میں کچھ کمانڈوز کو میری کڑی نگرانی پر مامور کر دیا گیا تھا۔

دو روز تک میں صرف گھر تک محدود رہا تیسرے روز سراج نے آ کر مجھے ایک اطلاع دی۔

"عدالت نے پہلی ہی پیشی پر آصف کی درخواست ضمانت منظور کر لی ہے۔"

"آصف کا اپنا کیا بیان ہے؟"

"وہی جو پہلے سے متوقع تھا۔" سراج نے بتایا۔ "اس نے عدالت میں کھڑے ہو کر اس بیان کی سختی سے تردید کر دی جو اس نے پولیس کی تحویل میں دیا تھا۔ جواز یہی رہا تھا کہ اس نے پولیس تشدد سے بچنے کی خاطر ایسا کیا تھا۔"

"اس کی والدہ اور بہن کہاں ہیں؟"

"وہ پولیس کی حفاظت میں ہیں اور پوری طرح محفوظ ہیں۔"

"احمد غوری کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی؟"

"جی نہیں۔ وہ ابھی تک یہی بکواس کیے جا رہا ہے کہ پولیس نے اسے بلاجواز حوالات میں بند کر رکھا ہے۔"

"آصف کی ضمانت کی منظوری کے سلسلے میں کیا جگت نارائن کے وکیلوں نے کوئی احتجاج کیا؟"

"محض ایک رسمی سی مخالفت ضرور اختیار کی گئی تھی۔" سراج نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آصف اور جگت نارائن کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہو گیا ہے۔"

"مگر حوالات میں مذاکرات کس طرح ممکن ہوئے؟"

"میں نے حالات کے پیش نظر اس سے ملنے جلنے والوں کو کچھ رعایت دے دی تھی۔" سراج نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "اس رعایت کی وجہ سے جگت نارائن کا ایک کارندہ ہماری نگاہوں میں بھی آگیا تھا لیکن وہ بھی موت کی ابدی نیند سلا دیا گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"دراصل ہم نے کچھ ایسے خفیہ انتظامات کر رکھے تھے کہ نہ صرف آصف سے ملنے جلنے والوں پر کڑی نظر رکھی جائے بلکہ حوالات میں ہونے والی گفتگو بھی سنی جا سکے۔ جس شخص کو ہم نے پن پوائنٹ (pin point) کیا تھا اسی نے آصف سے نفر کے سلسلے میں گفتگو کی تھی۔ ملاقات ختم ہونے کے بعد طے شدہ پروگرام کے تحت ہمارے سادہ لباس کے قابل اعتماد اہلکاروں نے اس کا تعاقب کیا لیکن شاید اسے یا پھر جگت نارائن کے دوسرے ساتھیوں کو اس کی بھنک مل گئی تھی چنانچہ اسے گولی مار دی گئی۔ یہ واردات ایک بھری پری سڑک پر ہوئی تھی۔ فائر کسی سائیلنسر لگے ہوئے آتشی اسلحے سے کیا گیا تھا اس لیے لوگوں کو اس کی خبر اس وقت ہوئی جب ہمارا مطلوبہ آدمی سڑک پر گرا تھا پھر اس کے جسم سے بہنے والے خون کو دیکھ کر راہ گیروں میں بھگدڑ مچ گئی۔ خوف و ہراس کی وجہ سے دکانوں کے شٹر بھی تیزی سے گرا دیے گئے۔ ہم قاتل یا قاتلوں کا سراغ نہیں پا سکے البتہ گولی چونکہ مقتول کے بائیں جانب اور گردن کے درمیان لگی تھی اس کا زاویہ پچھتر ڈگری تھا اس لیے یہی سوچا جا سکتا ہے کہ فائر کسی قریبی بلڈنگ کے دوسرے یا تیسرے فلور سے کیا گیا ہوگا۔ دو افراد چار چھ بلڈنگوں کے فلیٹوں میں چھان بین کرنے سے قاصر تھے۔ اس کے علاوہ مقتول کی سانس چونکہ چل رہی تھی اس لیے اسے فوری طور پر اسپتال لے جایا گیا لیکن کسی قسم کی طبی امداد ملنے سے پیشتر ہی اس نے دم توڑ دیا۔ البتہ مرنے سے پہلے اس نے ایک اہم نام لیا تھا۔"

"جگت نارائن۔" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"جی نہیں۔ بلیک پین تھر" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "کتنی دیدہ دلیری کی بات ہے کہ اس نے حوالات سے فرار ہونے کے فوراً ہی بعد قاتلانہ سرگرمیاں دوبارہ شروع کر دیں۔ مجھے یقین ہے کہ اسے جگت نارائن کے علاوہ کچھ اور صاحب حیثیت افراد کی بھی بھرپور حمایت حاصل ہے۔"

"کیا مقتول کی تحویل سے بھی جگت نارائن کی شناخت والا کوئی سکہ برآمد ہوا ہے؟"

"نہیں۔ شاید وہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا یا پھر بلیک پین تھر نے....." سراج کچھ کہتے کہتے رکا پھر تیزی سے بولا۔ "آصف نے بھی اپنی رہائی کے بعد مجھ سے دبی زبان میں بلیک پین تھری کا نام لیا تھا۔"

"وہ کس سلسلے میں؟"

"جگت نارائن اور آصف کے درمیان رابطے کا کام بلیک پین تھر کر رہا تھا۔"

"ٹی ی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایسی صورت میں آصف کو بڑی خوبی اور دوراندیشی سے اپنا پارٹ پلے کرنا پڑے گا لیکن پین تھری اگر جگت نارائن اور آصف کے درمیان مذاکرات کرا رہا تھا تو پھر آصف کی نگرانی پر بھی اسی کو مامور کیا گیا ہوگا؟"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" سراج نے جواب دیا پھر دبی زبان میں بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں میجر فخرالدین کو پوری طرح زیر نہیں کر سکا لیکن میں نے آپ کی وکالت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"مجھے یقین ہے۔" میں نے بے پروائی سے مسکرا کر کہا۔ "اسی بہانے کچھ دنوں آرام کا موقع مل گیا۔"

"ایک بات اور قابل ذکر ہے۔ جس عمارت سے کوشلیا کی لاش برآمد ہوئی تھی اس کے دونوں گارڈز بے ہوشی کی حالت میں پائے گئے تھے جنہیں میجر فخرالدین کے رنگروٹوں نے ریڈ کراس اسپتال پہنچا دیا تھا لیکن وہ ہوش میں آنے سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔"

"کیا کوشلیا اپنے اپارٹمنٹ میں تنہا رہتی تھی؟" میں نے اس کی ماں اور بھائی کی خیریت معلوم کرنے کی خاطر ایک رسمی سوال کیا۔

"اس کی ماں اور ایک چھوٹا بھائی بھی ساتھ ہی رہتا تھا لیکن....." سراج نے چونک کر مجھے تولتی نظروں سے دیکھا۔ "آپ نے تو میجر کو بیان دیا تھا کہ حادثے والی رات آپ نے کوشلیا سے ملاقات کی تھی۔"

"وہ مجھے اپنی خواب گاہ میں تنہا ہی ملی تھی۔" میں نے اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے تیزی سے وضاحت کی۔ "کوشلیا سے اس کے اپارٹمنٹ میں ملنے کا پہلا اتفاق تھا۔ وہ اس وقت کچھ اتنی خوفزدہ تھی کہ ہمیں اس کے سوا کسی اور بات کا خیال نہیں رہا تھا۔"

"مجھے میجر نے آپ سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا تھا۔" ہو سکتا ہے کہ وہ بہت ساری باتیں درمیان سے حذف کر گیا ہو لیکن اس نے بھی آپ کے حوالے سے بلیک پین تھر کا تذکرہ کیا تھا۔ دراصل وہ بلیک پین تھر والی فائل کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔" سراج کوشلیا کی ماں اور بھائی کا ذکر گول کر گیا یہ بھی ممکن تھا کہ اس نے انہیں کوئی اہمیت نہ دی ہو۔

"کیا کہا تھا میجر نے؟"

"کوشلیا کو بربادی کی دھمکی دینے والا ہاتھ وہی تھا۔" سراج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا کوشلیا نے آپ سے یہی کہا تھا؟"

"جی ہاں۔"

"اگر کوشلیا کا بیان درست تھا تو پھر ہمیں کچھ سوچنا پڑے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ خود بلیک پین تھر جگت نارائن کا ناٹک بھی رچا رہا ہو۔"

"آپ نے نتیجہ کس طرح اخذ کر لیا؟"

"سوچنے کی بات ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "اگر بلیک پین تھر بھی جگت نارائن کے لیے کام کر رہا ہے تو پھر اسے یہ بھی ضرور معلوم ہوگا کہ جگت نارائن کی عدالت سے ایک معمولی لغزش کی سزا بھی موت ہوتی ہے۔ وہ اپنے مشکوک آدمیوں اور ان افراد کو بھی ٹھکانے لگواتا ہے جو پولیس کی نظروں میں آجاتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا بلیک پین تھر جگت نارائن کی سکریٹری کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کے بارے میں سوچ سکتا تھا؟"

"ٹی ی۔" میں نے جلدی سے سراج کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے بہت ہی اہم نکتہ تلاش کیا ہے۔ اگر آپ کا خیال درست ہے تو پھر بلیک پین تھری نے سو فیصد جگت نارائن کا ناٹک رچایا ہوگا۔ اس طرح وہ پولیس کی توجہ دو مخالف سمتوں میں بانٹ سکتا ہے۔"

"افسوس۔" سراج نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "وہ کم بخت ہمارے ہاتھ آنے کے بعد بھی نکل گیا۔"

"اسے یقیناً کسی طاغوتی قوت کی حمایت بھی حاصل رہی ہوگی ورنہ وہ اتنی آسانی سے بند حوالات سے نکل کر سر پر موجود مسلح افراد کی نظروں میں آئے بغیر کسی چھلاوے کی طرح فرار نہیں ہو سکتا تھا۔"

"کبھی کبھی قانون کی حد بندیاں بھی ہمارے لیے پریشان

کن ثابت ہوتی ہیں۔" سراج نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اس کے ساتھ شوٹ ایٹ سائٹ کے فارمولے پر ہی عمل کرنا چاہیے تھا اور آپ نے بھی۔"

"آپ کی طرح میں بھی پولیس کے انداز میں سوچنے پر مجبور تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یہ میرا ذاتی خیال تھا کہ اگر وہ زندہ گرفتار ہو جاتا تو پولیس اس سے بہت سارے ایسے جرائم کا اقرار کرا سکتی تھی جن کے کیس فائل سرد خانوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔"

"لیکن اب ہمیں اس سلسلے میں اپنی پالیسی بدلنی ہوگی۔"

"ایک غلطی اور بھی آپ سے سرزد ہوئی ہے۔" سراج نے دبی زبان میں کہا۔ "اگر آپ نے کوشلیا سے ملنے کے فوراً بعد مجھے حالات سے آگاہ کر دیا ہوتا تو شاید ہم اسے ٹریپ کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔"

"کوشلیا نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ کئی دنوں سے دھمکی آمیز فون کر رہا تھا۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "مجھے یقین تھا کہ ہماری ملاقات کے فوراً ہی بعد وہ عمل کر بیٹھے گا۔"

"ایک بات اور بھی حلق سے نیچے نہیں اتر رہی۔"

"وہ کیا؟"

"اگر وہ بلیک پین تھری تھا جس نے اپنی ہوس کی پیاس بجھائی تھی تو پھر اسے کوشلیا کو قتل کر کے اس کی لاش کے نزدیک پارسل کیبر داس کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس کا جواب تو بہت آسان ہے مائی ڈیئر سراج۔" میں نے خود کو بچانے کی خاطر بڑے تیکھے لہجے میں کہا۔ "خاص طور پر نہ سہی لیکن عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ جو افراد یا لیڈر غریبوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کا بانگ دہل اعلان کرتے ہیں درپردہ وہی ان کا خون بھی چوستے ہیں۔ کیبر داس کی شخصیت بھی ایسے ہی افراد میں شمار کی جاتی ہے جو عوام میں بہت زیادہ مقبول ہیں۔ وہ کئی فلاحی اور رفاہی اداروں کو اپنی جیب سے چلا رہا ہے ہزاروں لاکھوں آدمیوں کی مدد کر رہا ہے۔ اس کے دروازے پر ہر وقت لنگر جاری رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے بلیک پین تھر نے کیبر داس کی کردار کشی اور پولیس کی توجہ ہٹانے کی خاطر ایک مذموم سازش کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی ہو۔"

"ویسے کیبر داس کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟"

میں کوئی سادہ سا جواب دینا چاہتا تھا لیکن معاً مجھے خیال آگیا کہ میجر فخرالدین میرے سلسلے میں سراج کو جو باتیں بتا چکا تھا چنانچہ میں نے سنبھل کر کہا۔

"دراصل میں رفاہی کاموں میں کئی بار کیبر داس کا ہاتھ بٹانے کے سلسلے میں اس سے ملاقات کر چکا ہوں لیکن بظاہر وہ کوئی جرائم پیشہ نظر نہیں آتا۔" "اندر کی بات تو اوپر والا جان سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم جو کچھ سوچ رہے ہوں کیبر داس کا دوسرا رخ ہو۔"

سراج نے میری بات کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا کچھ دیر تک کسی خیال میں مستغرق رہا پھر دبی زبان میں بولا۔

"احمد غوری کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا اس واردات میں بھی بلیک پین تھر کا کوئی عمل دخل ہو سکتا ہے؟"

"نئے حالات کی روشنی میں فی الحال یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"کیا آپ نے ندا کا نام بھی سنا ہے؟" سراج نے اچانک ندا کا نام اس قدر خلاف توقع لیا کہ میں ایک لمحے کو اس کی شکل دیکھتا رہ گیا پھر خود پر جلدی سے قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ ندا کون ہے؟" انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ نام میں نے پہلی بار سنا ہو۔

"احمد غوری کے ساتھ ہی پروفیسر ابرار کی لیبارٹری میں کام کرتی تھی۔"

"تو کیا اسے بھی؟" میں نے چونکنے کی شاندار اداکاری کی۔

"نہیں۔" سراج نے پرخیال انداز میں کہا۔ "وہ کئی روز سے لیبارٹری نہیں گئی۔ پروفیسر ابرار نے اس کے سلسلے میں براہ راست ہمارے ڈی آئی جی کو فون کیا تھا لیکن پروفیسر نے مس ندا کا جو ایڈریس بتایا تھا وہ وہاں سے دستیاب نہیں ہو سکی۔ اس کا مکان کھلا ملا تھا۔ محلے والوں نے بھی اس کی گمشدگی کے بارے میں کوئی تسلی بخش بات نہیں بتائی۔ ڈی آئی جی صاحب کا خیال ہے کہ اسے اغوا کر لیا گیا ہے اس لیے کہ جس روز احمد غوری کو زخمی کیا گیا تھا اس کے ایک روز بعد ہی سے ندا بھی غائب ہو گئی ہے۔"

"گویا اس بار لڑکیوں اور خواتین کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"پہلے ماہ رخ کو زہریلی شراب دینے کی سازش، اس کے بعد مہر کا منظر عام سے غائب ہو جانا۔ نغمہ کے ساتھ پیش آنے والے حالات، ندا کی گمشدگی یا اغوا اور اب کوشلیا کی عبرتناک موت۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ایسے حالات میں نغمہ کو خاص طور پر پولیس حفاظت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اب وہی ایک ایسی شخصیت باقی رہ گئی ہے جسے ہم مجرموں کے لیے بطور چارہ استعمال کر سکتے ہیں۔"

"سلمان قیصری کی موت کے بعد غالباً آپ بھی نغمہ سے تعزیت کی خاطر اس سے ملے تھے؟"

"اس کے علاوہ بھی دو ایک ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "شاید میں نے آپ کو بتایا بھی تھا۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"میجر نے آپ کو کتنے دنوں کے لیے غیر قانونی طور پر ہاؤس اریسٹ کر رکھا ہے؟"

"اس کا جواب تو میجر ہی دے سکتا ہے۔"

"کیا آپ اس غیر قانونی اقدام کے خلاف کوئی کیس فائل نہیں کریں گے؟"

"ارادہ تو تھا لیکن اب ترک کر دیا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"میجر اور ندیم پرانے دوست رہ چکے ہیں اس لیے میجر نے دوستانہ انداز میں مجھے یہی مشورہ دیا ہے کہ میں اس کے ساتھ تعاون کروں اس لیے کہ کوشلیا کے اپارٹمنٹ سے جو واحد ثبوت ملا ہے وہ میرا رومال ہے جو میں نکلتے وقت وہاں بھول آیا تھا۔ ایسی صورت میں مجھے شامل تفتیش بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا میں آپ سے ایک اور سوال کر سکتا ہوں بشرطیکہ وہ ہم دونوں کے درمیان ہی رہے؟" اس بار سراج نے دبی زبان میں کہا۔

"فرمایئے۔" میں نے وضاحت چاہی۔ سراج کا وہ انداز مجھے معنی خیز ہی محسوس ہوا تھا۔

"مسٹر ندیم کے پاس کوئی ساحلی ہٹ فارم ہاؤس یا اسی قسم کی کوئی اور جگہیں بھی ہیں؟"

"میں آپ کے سوال کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" میں نے سراج کو بہت غور سے دیکھا۔

جواب میں سراج نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن اسی وقت ندیم ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر گہری تشویش کے اثرات نمایاں تھے۔ سراج نے بھی ان تاثرات کو بغور دیکھا تھا۔

"خیریت؟" میں نے ندیم سے دریافت کیا۔

"ڈی آئی جی آفس کو بم کے دھماکے سے اڑا دیا گیا۔ پوری عمارت ملبے کا ڈھیر بن چکی ہے۔ ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوا کہ کتنے افراد اس دھماکے کی لپیٹ میں آ چکے ہیں۔"

"اٹ از ٹو مچ۔" سراج نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا پھر اجازت لے کر فوراً ہی چلا گیا۔ ندیم کی دی ہوئی خبر نے اسے بھی بوکھلا دیا تھا۔

"ڈی آئی جی کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟" میں نے سراج کے جانے کے بعد دریافت کیا۔ "کیا وہ بھی دھماکے سے مرنے والوں میں شامل ہے؟"

"ہاں۔ اسی کو نشانہ بنانے کی خاطر تو دھماکہ کیا گیا تھا۔" ندیم نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ڈی آئی جی آفس کے عملے کے بیشتر افراد بھی یا تو عمارت میں دب کر ہلاک ہو گئے ہیں یا پھر ان کے جسم کے ٹکڑے پھٹ کر فضا میں منتشر ہو چکے ہیں۔"

ہمارے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ بلیک چین تھری کی کال آ گئی۔ لب و لہجے سے وہ کوئی فاتح جرنل ہی محسوس ہو رہا تھا۔ کال میں نے ہی ریسیو کی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اب تک ڈی آئی جی کی اذیت ناک موت کی اطلاع مل چکی ہوگی؟"

"تم اسے اپنی مردانگی سمجھ رہے ہو؟"

"بلیک چین تھری کو چھیڑ کر تم نے اچھا نہیں کیا۔" اس کے لہجے میں سفاکی تھی۔ "ڈی آئی جی کے بعد اب تمہارے سراج صاحب کی باری ہے جنہوں نے مجھے گرفتار کرنے کی حماقت کی تھی۔ ہو سکے تو میرا یہ پیغام اپنے دوست تک پہنچا دو لیکن یاد رکھو اب تم کو بھی تباہی و بربادی سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ میجر نے اگر اپنے سادہ لباس والے کمانڈوز کو تمہاری نگرانی پر مامور کیا ہوتا تو ہمارا پہلا شکار تم ہوتے اس لیے کہ تم نے نامردوں کی طرح بلیک چین تھری کو دھوکا دے کر زخمی کیا تھا ورنہ مسٹر سراج اور ان کے مسلح افراد میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔"

"فکر مت کرو۔ دوسری بار میں تمہیں صرف زخمی کرنے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

"اس کا اندازہ تمہیں آنے والے وقت سے ہوگا۔" دوسری جانب سے فون بند کر دیا گیا۔

"کس کا فون تھا؟" ندیم نے سوال کیا۔

"بلیک چین تھری کا۔ اس نے ڈی آئی جی آفس میں بم دھماکے کی ذمے داری قبول کی ہے۔"

اسی وقت دوبارہ فون کی گھنٹی بجی اس بار دوسری جانب سے میجر فخرالدین کی آواز سنائی دی۔ اس بار کال ندیم نے ریسیو کی تھی۔ کچھ دیر تک وہ سنجیدگی سے باتیں کرتا رہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں میجر لیکن میری درخواست ہے کہ اگر تم مطمئن ہو گئے ہو تو اپنے سادہ لباس والوں کو ہٹا لو۔ میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن اس طرح ایک تو ہمارے کاروبار کو نقصان پہنچ رہا ہے اور دوسرے یہ کہ تم آخر کب تک ہماری نگرانی کی ذمے داری سنبھال سکو گے۔ خدا تمہیں کامیاب کرے لیکن آپریشن کرتے وقت محتاط رہنا۔ وہ زخمی شیر سے بھی زیادہ خطرناک واقع ہوا ہے۔ ایڈیوس۔" ندیم نے گفتگو کرنے کے بعد مجھے مخاطب کیا۔ "ہماری فون کالز بطور خاص ٹیپ ہو رہی تھیں۔ بلیک چین تھری کی کال سے تمہیں بہرحال ایک فائدہ ہوا ہے کہ تمہاری شخصیت اس کی نگاہوں میں صاف ہو گئی ہے۔ میجر نے بڑے وثوق سے کہا ہے کہ اس نے کال کے ذریعے اس جگہ کو لوکیٹ کر لیا ہے جہاں سے کال کی گئی تھی اور اب وہ فوری آپریشن کی تیاری کر رہا ہے۔"

"ہمارے اوپر سے پہرہ اٹھانے کے سلسلے میں اس نے کیا

فیصلہ ہے؟"

"اس نے اپنے آدمیوں کو لائن کلیئر کر دینے کے احکامات جاری کر دیے ہیں۔"

"چلو یہ ایک کام کی خبر سنائی ہے تم نے۔"

"لیکن تم فوری طور پر کسی حماقت کا ثبوت نہیں دو گے۔" ندیم نے کہا۔ "ہو سکتا ہے بلیک چین تھری نے محض تمہیں گھر سے باہر نکالنے کی خاطر ایک خوبصورت چال چلی ہو۔"

"سب کچھ ممکن ہے۔ ویسے ڈی آئی جی کو موت کے گھاٹ اتارنے کی دھمکی پہلے دی جا چکی تھی۔ کسی نے فون پر سراج سے کہا تھا کہ وہ بھوشن کے معاملے میں ڈی آئی جی کو زیادہ اچھل کود کرنے سے روکے ورنہ اس کا انجام خراب ہوگا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "دوسری دھمکی اب بلیک چین تھری نے سراج کے لیے دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ سراج کو بھی ختم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"تم اس قدر یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟" ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"دو اور دو ہمیشہ چار ہوتے ہیں۔ پانچ نہیں ہوتے۔ جو حالات ہیں وہ تمہارے سامنے بھی ہیں۔"

دوسرے روز میں دفتر پہنچ گیا۔ وقت کی نزاکت مخدوش تھی۔ اب ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے کا وقت نہیں تھا۔ آفس کچھ دیر اٹینڈ کرنے کے بعد میں سیدھا اس اسپتال پہنچا جہاں سلیمان شاہ داخل تھا۔ عثمان غنی نے اس کے بارے میں غلط نہیں کہا تھا۔ وہ وی آئی پی روم میں داخل تھا لیکن بولنے سننے اور لکھنے کی قوتوں سے محروم ہو چکا تھا۔ ایک ہی جھٹکے نے اسے زندہ در گور کر دیا تھا۔ ماہ رخ کو سلیمان شاہ کو دودھ پلاتے دیکھ کر مجھے تعجب سا ہوا۔

"تم۔" ماہ رخ نے مجھے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ "کب آئے؟"

"دو منٹ سے زیادہ نہیں ہوئے مگر مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ تم اپنے شوہر کی خدمت کر رہی ہو۔"

"شوہر ہے خدمت۔" وہ عجیب انداز میں بولی۔ "دعا کرو کہ مجھے اس خدمت کا پھل بھی مل جائے۔" پھر اس نے تیز نظروں سے سلیمان شاہ کو گھورتے ہوئے کہا۔ "کاش یہ اس قابل ہو جائے کہ میں اسے بتا سکوں کہ دو کوڑی کی عورت بھی اگر اپنی ضد پر آ جائے تو کہاں تک جا سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اب اسے معاف کر دو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اسے پہلے ہی قدرت نے عمر قید کی بڑی عبرتناک سزا دے رکھی ہے۔"

"ایسا مت کہو شہباز۔" وہ تیزی سے بولی۔ "اگر یہ انتقام ادھورا رہ گیا تو شاید مرنے کے بعد میری روح بھی سکون سے نہیں رہ سکے گی۔"

ہمارے درمیان گفتگو جاری تھی کہ سلیم شاہ کمرے میں داخل ہوا۔ مجھے ماہ رخ کے ساتھ دیکھ کر اس کی پیشانی بس ایک لمحے کو شکن آلود ہوئی تھی پھر اس نے تیزی سے خود پر قابو پاتے ہوئے ماہ رخ کو مخاطب کیا۔

"کیسی ہو؟"

"فی الحال زندہ ہوں۔ اس امید پر کہ شاید یہ پھر سے صحت مند ہو جائے۔" ماہ رخ نے سلیمان شاہ کو حقارت سے دیکھا جو آنکھیں پھاڑے چھت کو گھورے جا رہا تھا۔

"اپنا قیمتی وقت کیوں برباد کر رہی ہو۔" سلیم شاہ نے بڑی اپنائیت سے جواب دیا۔ "ڈاکٹرز اور سرجن کی ٹیم کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اب صرف موت ہی سلیمان شاہ کو زندگی کی اذیتوں سے نجات دلا سکے گی۔"

"اور اس کے بعد—" ماہ رخ نے سلیم شاہ کو غور سے دیکھا۔

"اس کے بعد ہم پھر ایک ہو سکتے ہیں۔" سلیم شاہ نے میری موجودگی کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"شاید اب ایسا ممکن نہ ہو سکے۔" ماہ رخ نے بے حد سنجیدگی اور بے رخی سے جواب دیا۔

"تو کیا ساری زندگی سلیمان شاہ کی چھت کے نیچے گزارنے کا ارادہ کر لیا ہے؟"

"سلیمان شاہ کی آخری سانس پوری ہو لینے دو پھر کوئی فیصلہ ہو سکے گا۔"

"کیا میں بھی خود کو امیدواروں میں شامل سمجھوں؟"

"گیٹ لاسٹ۔" ماہ رخ کا پارہ یکلخت چڑھتا چلا گیا۔ "نکل جاؤ یہاں سے اور دوبارہ اپنی دولت اور شہرت کی کہانیاں سنا کر مجھے خریدنے کے لیے یہاں کبھی مت آنا۔ میں تم سے قطع تعلق کر چکی ہوں۔ کیا سمجھے گیٹ آؤٹ۔"

سلیم شاہ نے ایک بار میری طرف نظر گھما کر دیکھا۔ ایک اچٹتی نظر سلیمان شاہ پر ڈالی پھر ماہ رخ کو دیکھ کر بڑی معنی خیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ وہ کسی زہریلے ناگ ہی کی طرح پھنکارا تھا۔ "تم نے اب بولنا بھی سیکھ لیا ہے اور وہ بھی سلیم شاہ کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر۔ اچھا ہے۔ اچھا ہے۔" وہ باہر چلا گیا تو میں نے اس کے لہجے میں چھپے انتقام کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"ماہ رخ پلیز۔ اپنی ذہنی حالت کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔"

سراج کمرے میں داخل ہوا تو ماہ رخ میری بات کا جواب نہ دے سکی۔ اس نے سراج کو بھی بڑی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"سلیمان شاہ کی طبیعت۔"

"جہنم میں گیا سلیمان شاہ۔" ماہ رخ، سراج کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی بھڑک گئی۔ "کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے میرے ساتھ موت اور زندگی کا کتنا بھیانک کھیل کھیلا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ـــ" سراج نے اس بار خود ہی اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا شاید اسے ماہ رخ کا انداز تخاطب پسند نہیں آیا تھا۔

"اور سنائیے مسٹر سراج۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "بم دھماکے کا کیا رہا؟"

"ڈی آئی جی سمیت پولیس کے نو دوسرے اہلکار بھی کام آگئے ہیں۔ ابھی تک ملبے کی صفائی ہو رہی ہے۔ کئی مسخ شدہ لاشیں برآمد ہو چکی ہیں جنہیں سرد خانے میں رکھوا دیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے، کچھ اور جسمانی اجزاء بھی پولیس کے ہاتھ آجائیں۔"

"بلیک چین تھر نے اس دھماکے کی ذمے داری قبول کر لی ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب؟" سراج حیرت سے اچھل پڑا۔

میں نے اسے میجر سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی اچھا ہوا کہ میجر کو میری بے گناہی کا یقین آگیا۔ سو وہ بلیک چین تھر کے تعاقب میں گیا ہے لیکن ـــ"

"بلیک چین تھر نے دھمکی دی ہے کہ ڈی آئی جی کے بعد دوسرا نمبر آپ کا بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ گفتگو بھی میجر فخرالدین کے پاس بطور ٹیپ محفوظ ہے۔"

"پورا شہر کھنڈر میں تبدیل ہو جانے دو لیکن کسی طرح اس منحوس انسان کی یادداشت بھی چند گھنٹوں کے لیے بحال کر دو۔" ماہ رخ نے سراج سے کہا۔ "کیا تم ایک فرض شناس اور ذمے دار پولیس آفیسر ہو کر میری خاطر اتنا بھی نہیں کر سکتے۔"

میرا خیال تھا کہ ماہ رخ کے انتقام کی شدت نے اس کے ذہن کو بھی متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بہکی بہکی باتیں کر رہی تھی۔ باتیں کرتے کرتے وہ حسرت بھری نظروں سے کچھ دیر تک سلیمان شاہ کو ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہتی پھر اپنے بال نوچنے لگتی تھی۔ ڈاکٹر اور سرجن کمرے میں داخل ہوئے تو سراج مجھے اشارہ کر کے باہر لے گیا پھر بولا۔ "میں آپ کو ایک ناخوشگوار خبر سنانے کی خاطر تلاش کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔"

"خیریت تو ہے؟"

"جس فلیٹ میں آپ کا آفس تھا اسے فرنیچر سمیت جلا کر راکھ کر دیا گیا ہے البتہ محلے کے تمام افراد محفوظ ہیں۔"

"یہ کس کی حرکت ہو سکتی ہے؟" میں نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے سراج سے پوچھا۔

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن قرین قیاس ہے بلیک چین تھر ہی نے ڈی آئی جی آفس کے بعد آپ کے دفتر کو نشانہ بنایا ہوگا۔"

اسی وقت ندیم بھی بوکھلایا ہوا آیا۔ اس نے بھی مجھے وہی اطلاع دی جو سراج پہلے سنا چکا تھا۔ میں تلملا کر رہ گیا۔ کھیل کی رفتار اچانک ہی بڑی تیز ہو گئی تھی لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرا پہلا قدم کیا ہونا چاہیے۔

"تم فکر مت کرو رفیقی۔" عثمان غنی نے اچانک نمودار ہو کر بڑی بے پروائی سے کہا۔ "میں تمہارے نقصان کا تھوڑا بہت حساب چکتا کر آیا ہوں۔ بھوشن اس وقت اسپتال میں پڑا ہے۔ ڈاکٹر اس کی زندگی بچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ تمہارا کیا مشورہ ہے اسے کچھ عرصے اذیتوں میں مبتلا رکھوں یا موت کی نیند سلا دوں۔"

"راستے کی رکاوٹیں جتنی جلدی ہٹتی جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔" میں نے عثمان غنی کی جانب دیکھ کر دل ہی دل میں کہا۔ "بھوشن کی زندگی کا چراغ گل کر دو اس طرح کہ کسی کو تمہاری ذات پر شبہ نہ ہو سکے۔"

"تمہارا اشارہ ہی بہت ہے رفیقی۔ یہ کام میرے بائیں ہاتھ کا ہے لیکن ندا ـــ"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" میں نے جلدی میں اقرار کر لیا۔

عثمان غنی میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو سراج کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میرا خیال ہے کہ ہمیں مل جل کر کوئی اقدام کرنا ہوگا۔"

"میں آپ کے ساتھ ہوں۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "فرمائیے، آپ کے ذہن میں کیا تجویز ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ ابھی آصف کی صورت میں ایک مہرہ ہمارے پاس ہے جو بازی پلٹنے میں ہمارے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ اب آصف ہمارے کسی کام آسکے گا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "کوشلیا کی لاش کے ٹکڑوں کا پارسل، ڈی آئی جی آفس میں ہونے والا خطرناک دھماکہ اور اب میرے آفس میں اڑتی ہوئی راکھ۔ یہ سب ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں جس کا اختتام جگت نارائن کی شخصیت پر ہوتا ہے اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ کیرداس ہی جگت نارائن کا دوسرا روپ ہے۔"

"مگر اس کا ثبوت کیا ہے؟"

"جگت نارائن کی عبرتناک موت۔" میں نے ہاتھ مل کر جواب دیا۔ "میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کیرداس کو کسی طرح ختم کر دیا جائے تو پھر جگت نارائن اور اس کے منحوس سکوں کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے گا۔"

"ضروری نہیں ہے۔" سراج نے کہا۔ "اول تو کیرداس کو مارنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ٹھوس قانونی جواز یا ثبوت موجود ہو، دوسرے یہ کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ بلیک چین تھر ہی بعد میں جگت نارائن کی شخصیت کا لبادہ اوڑھ لے۔"

سراج کی بات میں وزن تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ کیرداس کی جڑیں کسی سالخوردہ برگد کے درخت کی طرح بہت دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اسے آسانی سے مارنا تقریباً ناممکن ہی تھا۔ بلیک چین تھر بھی اب ہمارے لیے اندھیرے کا زہر آلود تیر ثابت ہو رہا تھا۔

"میں بھی تمہیں صبر و سکون سے کوئی قدم اٹھانے کا مشورہ دوں گا۔" ندیم نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے قانون کی بے بسی اور بااثر لوگوں کی طاقت کا اندازہ ہے لیکن کچھ امراض ایسے بھی ہوتے ہیں جس میں مارفیا کا انجکشن ہی سودمند ثابت ہوتا ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟" سراج نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔

"فی الحال میرے ذہن میں کوئی واضح اسکیم نہیں ہے لیکن میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اب اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا وقت آگیا ہے۔"

"بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے مسٹر شہباز۔" سراج تیزی سے بولا۔ "ہمارے دشمن کمین گاہوں میں چھپے بیٹھے ہیں اور ہماری توجہ بٹانے کی خاطر مختلف اطراف میں تخریبی کارروائیاں کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ جرائم پیشہ لوگ ہیں جو کھل کر سامنے نہیں آتے لیکن آپ ـــ"

"مسٹر سراج!" میں نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "کیا آپ میرے ہاتھوں ہتھکڑیاں میں پہنانے کا اعزاز حاصل نہیں کریں گے۔"

"بچوں جیسی باتیں مت ـــ" ندیم نے سرزنش کی۔ "دفتر از سرنو بھی بنایا جا سکتا ہے۔"

"لیکن دل کے ناسور ایک دو دن میں نہیں بھرا کرتے۔" میرا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"مسٹر شہباز! آپ ایک ذمے دار اور باعزت شہری ہیں اس لیے میں آپ کو ایک بار پھر تلقین کروں گا کہ ـــ"

سراج کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ ایک انسپکٹر گھبرائے ہوئے انداز میں قریب آکر سراج سے مخاطب ہوا۔

"سوری سر، میں آپ کی باتوں میں مخل ہوا لیکن جو حادثہ پیش آیا ہے اس کی اطلاع دینی بھی بہت ضروری ہے۔"

"کس قسم کا حادثہ؟" سراج نے انسپکٹر سے وضاحت چاہی۔

"مسٹر بھوشن کو گھر پر کسی قسم کا دورہ پڑا تھا۔ انہیں فوری طور پر اسپتال لے جایا گیا لیکن ابھی طبی امداد فراہم ہونے کا سلسلہ جاری تھا کہ مسٹر بھوشن کو خون آلود قے شروع ہو گئی۔"

"یہ کتنی دیر پہلے کی بات ہے؟"

"میں اس وقت سیدھا اسپتال ہی سے آرہا ہوں جناب۔" انسپکٹر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم اور مسٹر بھوشن تقریباً ایک ساتھ ہی اسپتال پہنچے تھے۔"

"سورس آف انفارمیشن کیا تھا؟" سراج نے تیزی سے دریافت کیا۔

"مجھے کسی مسٹر ولیم پوکر نے فون کر کے صرف اتنا کہا تھا کہ بھوشن اب نہیں بچے گا۔ اسپتال کا نام بھی اسی نے بتایا تھا پھر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔"

سراج اور میرے علاوہ ندیم بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ ولیم پوکر کا فرضی نام اسی کے ذہن کی اختراع تھی پھر اس نام کو کسی اور نے کس طرح استعمال کیا؟ میرے ذہن میں فوراً عثمان غنی کا تصور ابھرا۔ اس کے لیے ولیم پوکر کا نام اور اس کی اصلیت معلوم کرنا بھی زیادہ دشوار نہیں تھا۔

"اب مسٹر بھوشن کا کیا حال ہے؟" سراج نے سوال کیا۔

"ڈاکٹر اپنی سی کوشش کر رہے ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ مسٹر بھوشن بچ سکیں گے۔ خون خاصی مقدار میں ضائع ہو چکا ہے۔"

سراج کے ساتھ ساتھ انسپکٹر اور ندیم بھی باہر کی جانب لپکے تھے۔ ندیم ہی نے مجھے اشارے سے رکنے کا کہا تھا۔ میں ماہ رخ کے کمرے کی سمت جا رہا تھا کہ اچانک میں نے لیڈی مکلارنس کو دیکھا جو اپنے روایتی لباس میں ملبوس تھی۔ میں اس کے اشارے پر استقبالیہ میں آکر بیٹھ گیا۔

"مجھے تمہاری ذہنی کیفیت کا اندازہ ہے میرے عزیز۔" لیڈی مکلارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن جو کچھ ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہی ہو رہا ہے۔"

"میرے مستقبل کے بارے میں تم کیا پیشگوئی کرو گی؟" میں نے کسی تمہید کے بغیر سوال کیا۔

"کچھ بھی نہیں۔ جہاں دوسری ماورائی قوتیں موجود ہوں وہاں میں کھل کر بات نہیں کر سکتی لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ تمہارے ستارے اب آہستہ آہستہ گردش سے نکل رہے ہیں۔"

"کیا تم بلیک چین تھر اور کیرداس کے بارے میں کچھ بتا سکو گی؟"

"بلیک چین تھر ایک ایسا خونی درندہ ہے جو آسانی سے انسان کی پکڑ میں نہیں آئے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی پراسرار طاقت کا شکار ہو جائے۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"تمہارا اشارہ کاکا کی طرف تو نہیں ہے؟"
"نہیں میرے عزیز۔ اول تو کاکا ہی بھوشن کے گروپ کو سپورٹ کر رہی ہے اس لیے وہ بلیک چین تھری کی بھی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کرے گی لیکن اسے اب اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہو گی۔ اس کی طاقت کا سورج بھی اب گہنانے لگا ہے۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ کسی خاص وجہ سے اب وہ تمہارے اوپر سے بھی اپنا تسلط کھوتی جا رہی ہے۔"
"اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟" میں سنجیدگی سے مسکرا دیا۔
لیڈی مکارنس نے پر اعتماد انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "میرے بچے! تم لیڈی مکارنس کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو؟ کیا تمہیں ابھی تک بھی میری صلاحیتوں پر یقین نہیں آیا۔"
"تمہارا اشارہ کہیں حسنہ کی سمت تو نہیں ہے؟" میں نے عثمان غنی کا نام لینے سے گریز کرتے ہوئے دریافت کیا۔
"اسے اب بھول جاؤ۔" لیڈی مکارنس نے اداس لہجے میں جواب دیا۔ "اس کی بے چین روح اب اس دنیا سے واپس جا چکی ہے۔"
"بے چین روح؟" میں چونکا۔ "کون تھی وہ؟"
"تمہیں وہ مریض یاد ہے جو بھوشن کے شکنجوں میں پوری طرح پھنسنے کے بعد اس کے لیے اسمگلنگ کرنے پر مجبور ہو گیا تھا؟"
"تم شاید ہری رام یا کرشن دیرما کی بات کر رہی ہو۔"
"ہاں۔ اسی کی بیوی گیتا تھی جسے بھوشن اور اس کے آدمیوں نے ہڈی کی طرح چچوڑ کر ختم کر دیا تھا لیکن اس کی بے چین روح اسی دنیا میں بھوشن سے اپنا انتقام لینے کی خاطر بھٹک رہی تھی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ روپ بدل بدل کر تمہارے سامنے آئے گی۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا میرے عزیز۔ پہلے وہ سادھنا کے روپ میں تمہارے قریب آئی، پھر وہ حسنہ بن گئی۔ تم جانتے ہو کہ وہ بار بار تم سے صرف ایک ہی خواہش کا اظہار کرتی تھی۔ بھوشن کی موت کا۔ اس نے کہا بھی تھا کہ جس دن اس کی خواہش پوری ہو گئی وہ تم کو پھر کبھی نہیں مل سکے گی۔ اب بھوشن کی موت کے بعد اس کی آتما شانت ہو کر آکاش کی طرف واپس چلی گئی ہے۔"
"کیا بھوشن مر چکا ہے؟" میں نے تصدیق کرنی چاہی۔
"تم نے جس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا اس کے ہاتھ بھی بہت لمبے ہیں۔ اسی کی وجہ سے کاکا بھی تم سے کترانے لگی تھی۔" لیڈی مکارنس سانس لے کر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "وہ ہر طرح سے تمہارے لیے ایک اہم طاقت ثابت ہو رہا ہے لیکن۔۔۔"
"لیکن کیا۔۔۔"
"میں ابھی زبان کھولنے سے قاصر ہوں لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ ہواؤں کا رخ تبدیل ہو رہا ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔ "ابھی زمین سے تپش پھوٹ رہی ہے لیکن جب موسم ابر آلود ہو گا تو زمین کی تپش اور گرمی بھی ختم ہو جائے گی۔"
"کیا تم کھل کر مجھے آنے والے کل کے بارے میں نہیں بتا سکتیں؟" میں نے جھلا کر کہا۔
"تم۔ شاید اپنے ماضی کی طرف واپس لوٹ جاؤ۔" اس کا جملہ میرے لیے ناقابل فہم تھا۔ وہ غالباً کھل کر کچھ کہنے سے دریغ کر رہی تھی۔ اس کی اپنی کوئی مجبوری ہو گی۔
"جگت نارائن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے دوسرا زاویہ اختیار کیا۔
"وہ کیرداس ہی کا دوسرا رخ ہے لیکن کوئی اسے ثابت نہیں کر سکے گا البتہ کیرداس کی موت کے بعد جگت نارائن کے ہنگامے بھی ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائیں گے۔"
"کیا تم اپنی قوت کے ذریعے اسے بے نقاب نہیں کر سکتیں؟"
"بھنور میں پھنس کر بڑے بڑے تیراک بھی چکرا جاتے ہیں۔" وہ تھوڑے توقف سے بولی۔ "مجھے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ہے لیکن جو بادل طوفانی صورت اختیار کر کے اٹھنے والے ہیں میں ان کی لپیٹ میں نہیں آنا چاہتی۔ بڑی بڑی قوتیں اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گی۔"
"بلیک چین تھری کے بارے میں تمہارا علم کیا کہتا ہے؟" میں نے جھلا کر پوچھا۔ "کیا وہ اسی طرح ہنگامے جاری رکھے گا؟"
"وقت کا انتظار کرو میرے عزیز۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں اس وقت تمہارے پاس ایک درخواست لے کر آئی تھی۔"
"وہ کیا؟" میں نے تعجب سے دریافت کیا۔
"جب کھل کر بارش ہو جائے اور آسمان صاف ہو جائے تو ایک بار لندن آ کر مجھ سے ضرور ملنا۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کاکا کی آتما کو اس کی مورتی میں قید کرنے کے بعد میں تمہیں ایک بار اس سے ہمکلام ہونے کا موقع ضرور دوں گی۔ مجھے اس وقت کا بڑی شدت سے انتظار ہے جو تیزی سے قریب آ رہا ہے۔ میری ایک نصیحت کا خیال رکھنا۔ اس وقت دلدل سے بچنے کی کوشش کرنا جب تیز بارش ہو رہی ہو ورنہ ہمیشہ کے لیے ڈوب جاؤ گے۔" لیڈی مکارنس نے آخری جملہ بڑے معنی خیز انداز میں کہا پھر وہ یکلخت فضا میں تحلیل ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔
کچھ دیر بعد ندیم کی واپسی ہوئی تو اس نے بھی بھوشن کی موت کی تصدیق کر دی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ میرا ایک بدترین دشمن آخرکار عثمان غنی کے ہاتھوں موت کی سرحد کو

عبور کر چکا تھا۔ اسی شام ندیم ہی نے مجھے بتایا تھا کہ میجر فخرالدین کا آپریشن بھی بلیک چین تھری کے سلسلے میں بری طرح ناکام ہو گیا تھا۔
"کیا ٹکراؤ کی کوئی نوبت آئی تھی؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"نہیں۔ وہ میجر کے پہنچنے سے پیشتر ہی اس ہوٹل کو خیرباد کہہ چکا تھا جہاں سے اس نے کال کی تھی۔"

* —— * —— *

مجھے حسنہ کے بچھڑ جانے کا افسوس تھا۔ لیڈی مکارنس کے بتانے کے بعد ہی مجھے اچانک یاد آ گیا تھا کہ میں متعدد بار اسے دیکھی بھالی شخصیت کی حیثیت سے شناخت کرنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن کامیاب نہیں ہوا تھا۔ وہ ایک روح ہونے کے باوجود کس قدر حسین، خوبصورت اور وفاشعار تھی جو اپنے شوہر کی موت کا انتقام لینے کے لیے دنیا میں بھٹک رہی تھی پھر جن لوگوں نے اس کے شوہر کی جان لی تھی۔ جنہوں نے اس کے اجلے دامن کو داغ دار کیا تھا جب وہ بھی پرلوک سدھار گئے تو وہ خود بھی اپنی اصل منزل کی طرف واپس لوٹ گئی تھی۔
دفتر پہنچا تو نہ جانے کیوں مجھے حسنہ کی کمی کا احساس بڑی شدت سے ہوا۔ میں نے وانی کو بلا کر یونہی اس کے بارے میں دریافت کیا تو وانی نے کہا۔
"میرا خیال ہے کہ اب وہ واپس نہیں آئے گی۔"
"کیا مطلب؟" میں نے وانی کو چونک کر دیکھا۔
"دو روز پہلے وہ میرے کمرے میں آئی تھی۔ یہ پہلا اتفاق تھا جب وہ مجھ سے بہت کھل مل کر باتیں کر رہی تھی۔ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے مجھ سے آپ کے بارے میں دریافت بھی کیا تھا۔ وہ آپ سے ملنا چاہتی تھی لیکن شاید آپ کے گھر جانے سے گریز کر رہی تھی۔ میں نے اسے مشورہ دیا تھا لیکن وہ سنجیدگی سے ٹال گئی تھی پھر اس نے کہا تھا کہ کہیں سے اس کا بلاوا آ گیا ہے۔ وہ شاید دوبارہ ملازمت پر نہ آ سکے۔ میں نے اس کا حساب کتاب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے مجھے منع کر دیا۔ اس روز مجھے پہلی بار اس بات کا علم ہوا کہ وہ ہمارے دفتر میں محض کام سیکھ رہی تھی جس کے لیے آپ کے اور اس کے درمیان کوئی معاوضہ نہیں طے ہوا تھا۔ جاتے جاتے وہ آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کر گئی ہے۔"
"مجھے معلوم ہے وہ اب دوبارہ نہیں آئے گی۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "اس کا کام پورا ہو گیا ہے۔"
"کیا آپ اس کے پتے سے بھی ناواقف ہیں؟"
میں نے وانی کے سوال پر اسے عجیب اداس نظروں سے دیکھا۔ ماحول پر کچھ دیر تک ایک مغموم سی خاموشی طاری رہی پھر وانی کے جانے کے بعد میں نے دانش کو طلب کیا۔ اس کے آنے پر میں نے اپنے نئے آفس کے بارے میں دریافت کیا جس کی تلاش کی ذمے داری میں نے اس کو سونپ رکھی تھی۔
"میں برابر کوشش کر رہا ہوں جناب۔" دانش نے کہا۔ "قرب و جوار میں تو کوئی دفتر خالی نہیں ہے البتہ کچھ فاصلے پر ایک عمارت کا تھرڈ فلور خالی ہونے والا ہے۔ میں نے پورے فلور کی بات کی تھی اس لیے عمارت کا مالک ذرا کھل رہا ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"منہ کھول کر کرایہ اور ایڈوانس مانگ رہا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ہماری رینج میں آ جائے گا۔"
"اور کوئی خاص بات؟" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔
"میں نے کل ایک مجذوب قسم کے بوڑھے فقیر کو پورے دس روپے دیے تھے۔" دانش جذباتی لہجے میں بولا۔
"اس بات کا میری ذات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟" میں نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔
"ہو بھی سکتا ہے سر۔" دانش نے آہستہ سے جواب دیا۔ "میں نے کل پہلی بار اسے اس علاقے میں منڈلاتے دیکھا تھا۔ اس سے پیشتر وہ کبھی نظر نہیں آیا تھا۔"
"کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے اس بار دانش کو بہت غور سے دیکھا۔
"مجھے اس پر بلیک چین تھری کا شبہ ہوا ہے۔"
"بلیک چین تھری؟" میرے پورے بدن میں ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ "تمہاری نگاہوں نے کہیں دھوکا تو نہیں کھایا؟"
"اسی لیے میں نے اسے دس روپے دیے تھے۔" دانش نے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "دس روپے لے کر وہ تھوڑی دیر تک مجھے ہونقوں کی طرح گھورتا رہا پھر اس طرح سے نوٹ کو چبا کر کھا گیا جیسے بہت دنوں سے بھوکا ہو۔ میں نے اسے کھانے کی پیشکش بھی کی تھی لیکن وہ مجھے گھورتا ہوا چلا گیا۔"
"تم نے اس کا پیچھا نہیں کیا؟"
"نہیں۔ فی الحال میں اس پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں اس کی اصلیت پر کسی قسم کا شبہ کر رہا ہوں۔"
"کیا وہ آج بھی نظر آیا تھا؟"
"جی نہیں۔ ابھی تک تو نظر نہیں آیا۔"
"گارڈز کو ہوشیار کر دو۔" میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر ہدایت کی۔
"میں یہ کام پہلے ہی انجام دے چکا ہوں لیکن شاید اب اس کی نوبت نہ آنے پائے۔" دانش نے سوچتے لہجے میں جواب دیا۔ "ابھی مجھے صرف اس پر شبہ ہے۔ جس دن مجھے بھی یقین آ گیا میں اسے ٹھکانے لگانے سے دریغ نہیں کروں گا۔ میں اس کی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

تواز کو لاکھوں میں بھی شناخت کر سکتا ہوں شاید اسی لیے اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ یہی تاثر دے رہا تھا کہ گونگا واقع ہوا ہے۔"

"یہ غلط نہیں کر رہا ہے رفیقی۔" اچانک مجھے عثمان غنی کی آواز سنائی دی۔ وہ دانش سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "تمہارا یہ آدمی بھی عقابی نگاہوں کا مالک ہے ورنہ بلیک پین تھر جس بھیس میں تھا اسے قانون کے محافظ بھی نہیں پہچان سکتے تھے۔ وہ میک اپ کرنے میں بھی مہارت رکھتا ہے۔ شاید اسی لیے ابھی تک قانون کی نگاہوں کے سامنے ہونے کے باوجود اس کی گرفت میں نہیں آسکا۔"

"وہ۔ وہ میرے دفتر کے آس پاس کیوں منڈلا رہا ہے۔" میں نے نگاہوں نگاہوں میں عثمان غنی سے پوچھا۔

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں رفیقی کہ وہ تمہارا شدید دشمن بن گیا ہے تم اگر اس پر فائرنہ کرتے تو وہ پولیس کو جل دے کر نکل جاتا لیکن تم نے اس کا ریکارڈ توڑ دیا۔ اس نے پہلی بار حوالات کی سزا چکھی تو اس کے ذہن میں تمہارے لیے نفرت اور حقارت کا احساس دوچند ہو گیا۔ انتقام کی آگ پوری شدت سے اس کے اندر بھڑک رہی ہے۔ وہ تمہیں آسان موت نہیں بڑی اذیتناک اور کربناک موت مارنے کا پروگرام مرتب کر رہا ہے۔"

"کیا تم بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے؟" میں نے استہزائیہ انداز میں سوال کیا۔

"رفیقی۔ تم شاید میری قوت کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو؟" عثمان غنی کا لہجہ یکلخت بڑا تلخ ہو گیا۔ "بھوشن کی ارتھی سے جمع شدہ راکھ بھی ابھی سمندر کی تہ میں نہیں پہنچی ہے کیا تمہیں اس سے میری قوت کا اندازہ نہیں ہوا؟"

"بلیک پین تھر اس وقت کہاں ہے؟" میں نے دوسرا طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کی۔

"وہ تم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے لیکن اب وہ تمہارے آدمی کو مجذوب کے بھیس میں نظر نہیں آئے گا۔"

"مجھے اس کا پتا بتا دو۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

"میں اسے یہاں لا کر تمہارے قدموں میں بھی ڈال سکتا ہوں لیکن تم نے اگر اسے مارا تو پھر حالات کا مقابلہ کرنا تمہارے بس کی بات نہیں رہے گی۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"فی الحال بلیک پین تھر کا خیال ذہن سے نکال دو۔ میرے ہوتے ہوئے وہ تمہارے اوپر کوئی مہلک وار نہیں کر سکے گا۔" عثمان غنی نے فتنامی سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔ "اگر آج تم سے ملنے کو بہت بے چین ہے۔"

عثمان غنی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو میں نے دانش کی جانب دیکھا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں سر؟" وہ میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟"

"بات اعتماد کی نہیں۔ دوراندیشی کی ہے۔"

"بلیک پین تھر میری لاش سے گزرنے کے بعد ہی آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے گا۔" دانش جذباتی ہو گیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں دفتر کے سیکورٹی کے مسئلے کو تو تمہارے اوپر چھوڑتا ہوں لیکن جو کچھ کرنا محتاط ہو کر کرنا۔ کچھ شیطانی قوتیں ابھی بھی ہمارے راستے میں حائل ہیں۔"

دانش کے کمرے سے جاتے ہی میں نے کاناکا کو دیکھا جو میرے سامنے براجمان تھی۔ اس کی آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی کہ وہ سخت غصے کی حالت سے دوچار تھی۔ عثمان غنی نے شاید اسی کے لیے کہا تھا کہ کوئی مجھ سے ملنے کو بہت بے چین ہے۔ میں نے کاناکا کو بہت سنجیدگی سے دیکھا وہ حسن کی تمام تر حشر سامانیوں سے پوری طرح لیس تھی۔ اس کے شریر کا ایک ایک انگ اپنی مثال آپ تھا لیکن آج اس کی آنکھوں میں جام وہ نہیں تھرک رہے تھے، شراب کی وہ تلچھٹ موجود نہیں تھی جو انسان کو بے خود بنا کر اس کے قدم ڈگمگا دیتی ہے۔

"تم بہت زیادہ ناراض نظر آرہی ہو کاناکا رانی؟" میں نے اسے چھیڑا۔ "کیا اپنے داس سے ناراض ہو؟"

"تم نے بھوشن کو ختم کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"تمہاری اطلاع درست نہیں ہے۔" میں مسکرایا۔ "جس وقت بھوشن اسپتال میں خون کی الٹیاں کر رہا تھا اس وقت میں سراج کے ساتھ موجود تھا۔"

"جانتی ہوں۔" کاناکا پیچ و تاب کھا کر بولی۔ "تم نے اسی طاقت کا استعمال کیا ہے جو کاناکا کا راستہ کاٹنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن۔۔۔"

"تمہاری شکتی اسے بھوشن کی شہ رگ تک پہنچنے سے نہیں روک سکی۔" میں نے اس کی قوت کا مذاق اڑانے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ "حالانکہ میں تمہارے بہت سارے چمتکار دیکھ چکا ہوں۔ خاص طور پر جب تم نے ناگن کے روپ میں اجر شکر کو کسی رسی کی طرح جکڑ کر بے بس کر دیا تھا۔"

"کئی بار میں نے تمہیں موت کے منہ سے بھی نکالا ہے۔" وہ پہلو بدل کر بولی۔ "کیا تم انکار کر سکو گے؟"

"نہیں۔ میں تمہارا احسان مند ہوں۔" میں نے اقرار کیا۔

"کیا بھوشن کے ختم ہو جانے کے بعد بھی ہمارے درمیان دوستی نہیں ہو سکتی؟" وہ پہلو بدل کر مسکرائی۔

ہم بھی جگت نارائن اور اور بلیک پین تھر کا قصہ باقی ہے۔" میں دبی زبان میں بولا۔

"بلیک پین تھر کو میں تمہارے چرنوں میں لا کر ڈال سکتی ہوں لیکن جگت نارائن۔۔۔"

"کیا تم بھی اسے کبیر داس کے نام سے یاد نہیں کرتیں؟" میں نے اس کا جملہ کاٹ کر معنی خیز انداز اختیار کیا۔

"میرے مان لینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ دوبارہ سنجیدہ ہو گئی۔ "دھرتی کا کوئی قانون بغیر کسی ثبوت کے ایک سڑک پر سونے والے مزدور کو بھی گرفتار نہیں کر سکتا۔ کبیر داس تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کے نام کو اپنے دماغ سے نکال دو۔"

"حیرت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "کیا تمہاری مہان شکتی بھی کبیر داس کے سلسلے میں میری کوئی سہایتا نہیں کر سکتی؟"

"نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "کبیر داس کو ان دیوی اور دیوتاؤں کا آشیرباد حاصل ہے جن کے چرنوں کی دھول بھی میں نہیں بن سکتی۔ اس کے دھرم آشرم پر دیوتاؤں کی قوت کا جال پھیلا ہوا ہے اس لیے میں بھی اسے توڑ کر اندر نہیں جا سکتی۔"

"پھر ہماری دوستی سے کیا ہو گا؟" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"میں تمہارے دوسرے دشمنوں کو کشٹ پہنچا سکتی ہوں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "کبیر داس بغیر دیوتاؤں کی اجازت اور ان کا درشن (زیارت) حاصل کیے بنا دھرم آشرم سے باہر نہیں آتا۔ اپنے آدمیوں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کرتا رہتا ہے۔ میں تمہیں ان مہروں کی خطرناک چال سے بچا سکتی ہوں۔"

"نغمہ کو حاصل کرنے کی خاطر اس نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے؟"

"یہ کام اس کے لیے آصف انجام دے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ آصف اتنا بے غیرت ثابت نہیں ہو گا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا پھر کسی خیال کے تحت بولا۔ "مجھے اپنے ذرائع سے پتا چلا ہے کہ تمہارے کبیر داس جی سندر ناریوں کے دیوانے بھی ہیں۔ کیا وہ دیوتاؤں سے کہہ کر آسمان کی اپسراؤں یا اندر کے اکھاڑے کی چھلکتی ہوئی دوشیزاؤں کو۔۔۔"

"شہباز خان۔" کاناکا نے مجھے ٹوکا۔ "تم ہمارے دیوی دیوتاؤں کا اپمان کر رہے ہو۔"

"نغمہ نے اگر شکار ہونے کے بعد اپنی زبان کھول دی تو؟"

"کس دنیا کی بات کر رہے ہو۔" کاناکا مسکرا دی۔ "کبیر داس اتنا مورکھ نہیں ہے کہ سندر ناریوں کے جال میں آجائے اول تو یہ کہ دیوتا اس کی رکھشا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کبیر داس جب کسی کنیا سے ملاپ کرتا ہے تو وہ اپنا روپ بدل لیتا ہے۔"

"کبھی اس نے تمہارے بارے میں غور نہیں کیا؟" میں نے اس کے سراپا پر بھرپور نظر ڈال کر دبی زبان میں پوچھا تو کاناکا کا چہرہ تپ اٹھا۔ اس کی نگاہوں سے شعلے لپکنے لگے۔ بڑی دیر تک وہ کرسی پر پہلو بدلتی رہی، میرے سوال نے شاید جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ خاصی دیر تک وہ پیچ و تاب کھاتی رہی غصے کی شدتوں نے اس کے جسم میں ایک تناؤ پیدا کر دیا اور اس کا حسن قاتل دیدہ بن گیا تھا۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟" میں نے معصومیت کا اظہار کیا۔

"میں کوئی عام سندری نہیں ہوں۔" وہ بپھر کر بولی۔ "تم جانتے ہو کہ کاناکا کا استھان (رتبہ) کیا ہے؟"

"وہ، پھر تو مجھ سے بھول ہو گئی تھی کاناکا رانی۔ مجھے شما کر دو۔"

"شہباز خان! میں محسوس کر رہی ہوں کہ اب تم کچھ زیادہ ہی خود سر ہوتے جا رہے ہو۔ حالات کی تبدیلی نے تمہیں اونچے سروں میں راگ الاپنا سکھا دیا ہے لیکن تم اب بھی کاناکا کی مہان شکتی سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"دوستی۔" وہ ایک ادا سے مسکرا کر انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔ "تمہارا پیار، تمہاری باہنوں کی گرمی۔"

"تمہیں بلیک پین تھر کو میرے حوالے کرنا ہو گا۔" میں نے شرط لگائی۔

"مجھے منظور ہے۔ وہ میرے لیے تم سے زیادہ انمول نہیں ہے۔"

"تمہیں نغمہ کو کبیر داس کی گندی خواہشات سے بچانا پڑے گا۔"

"میں کوشش کروں گی پر تو وچن نہیں دے سکتی۔ ہاں اگر تم کہو تو میں نغمہ کو ختم کر دوں، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

"بہت خوب۔" میں زہرخند سے بولا۔ "تم ایک راکھشس کو بچانے کی خاطر ایک بے گناہ کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہو۔"

"تم شاید نغمہ کو پوری طرح نہیں جانتے بھولے ناتھ۔ اس نے بھی بڑے ناٹک رچا رکھے ہیں۔ کیا تم بھی اس کی زلفوں کا شکار نہیں ہوئے تھے؟" کاناکا کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"بلیک پین تھر اس وقت کہاں مل سکے گا؟" میں نے موضوع بدلنا چاہا۔

"ایسی بھی کیا جلدی ہے۔" کاناکا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اپنے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

حسن کا جادو جگا کر بولا۔ "تم میرے اندر کی آگ کو ٹھنڈا کرو' میں بلیک پین تھر کو تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"پروفیسر ابرار کے بارے میں تم کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہو۔" میں نے موقع غنیمت جان کر پوچھا۔ "کیا احمد غوری کے علاوہ بھی کچھ لوگ پروفیسر کے سائے سے چمٹے ہوئے ہیں؟"

"ایک بات کان کھول کر سن لو شہباز خان۔" کاکا پروفیسر کا ذکر سن کر دوبارہ سنجیدہ ہو گئی۔ "وہ جس فارمولے کو تیار کرنے میں کامیاب ہونے والا ہے وہ یا تو ہمارے قبضے میں ہو گا یا پھر کسی کے کام کا نہیں رہے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"ضرور میرے مطلب کی بات کو بھولے ناتھ۔" اس نے بل کھا کر میرے اور قریب آتے ہوئے کہا۔ "کاکا کا اپکار (احسان) ہے کہ اس نے کو شلیا کے سلسلے میں اپنی زبان بند رکھی ورنہ میں بھیرو کو تمہارے خلاف بہت سارے ثبوت فراہم کر سکتی تھی۔ ملیحہ بھی ابھی زندہ ہے۔ یاد ہے نا تمہیں' تم نے اس کے شریر سے بھی اپنے من کی پیاس بجھائی تھی۔ میں چاہوں تو وہ اب بھی سامنے آ کر تمہارے خلاف بیان دے سکتی ہے۔ کہاں کہاں بھاگتے پھرو گے کاکا سے اور کب تک کسی اور شکتی کا سہارا لیتے رہو گے۔ کاکا کا کہا مان لو شہباز خان۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔ نہ ا پولیس کی نگاہوں میں آ گئی تو تم اس کے اغوا کا کیا جواز پیش کرو گے؟"

"ر...نیقی۔" عثمان غنی کی آواز کہیں دور سے ابھر کر میرے کانوں میں گونجی۔ "بہتی گنگا میں ہاتھ نہ دھونا کفران نعمت ہے۔ تم اس کی باتوں کے جال میں نہ آؤ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں کاکا کے بڑے بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"کیا سوچ رہے ہو راون ناتھ؟" کاکا کی سانسیں اب میرے وجود سے ٹکرا رہی تھیں۔ ماحول سحر انگیز تھا اور کاکا کے جسم کی تپش مجھے موم کی طرح پگھلانے لگی تھی۔ میرے ذہن پر ایک عجیب سی غنودگی چھانے لگی۔ کاکا کسی ماہر کھلاڑی کی طرح مجھے اپنے سحر میں پوری طرح جکڑنے کی خاطر آہستہ آہستہ فاصلے گھٹا رہی تھی۔ میرے تن بدن پر جیسے بے شمار چیونٹیاں لپٹ گئی تھیں۔ میرے تنفس کی رفتار تیز ہونے لگی۔

"میرے علاوہ سب کو بھلا دو شہباز۔ بھیٹے کر۔ صرف اپنی کاکا کو یاد کرتے رہو میں تمہیں وشواس دلاتی ہوں کہ اب تم کسی کٹھنائی کا شکار نہیں ہو گے۔ آؤ۔ میری بانہوں میں سمٹ کر آنکھیں بند کر لو۔ کاکا تمہیں سورگ کی سیر بھی کرا سکتی ہے۔ میری شکتی اپرم پار ہے میرے من مندر کے دیوتا۔ آؤ۔ اپنی کاکا کے من میں سما کر ہمیشہ کے لیے ایک ہو جاؤ۔"

میں کسی دریا کے دہانے پر کھڑا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی موجیں میری روح کو سرشار کر رہی تھیں۔ وقت نے عثمان غنی کے ذریعے مجھے پیراکی سکھا دی تھی۔ میں نے گہرائیوں میں غوطہ لگا کر ابھرنے کا فن سیکھ لیا تھا۔ اب سرکش موجیں بھی مجھ سے ٹکرا کر گزر جاتی تھیں۔ میرے بازوؤں میں بڑی توانائی آ گئی تھی۔ ایسی توانائی جس نے کاکا جیسی سرکش موج کو بھی میرے سامنے سر اٹھانے کے بجائے سر جھکانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کا قرب مجھے دیوانہ کر رہا تھا۔ میں نے بپھری ہوئی موجوں میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن اسی وقت کاکا میری بانہوں سے کسی بام مچھلی کی طرح تڑپ کر نکل گئی۔ اس کی آنکھوں میں اب مستی کے بجائے خوف کے سائے منڈلا رہے تھے پھر میں بھی ہوش میں آ گیا۔

ایک طویل مدت کے بعد لوبان اور صندل کی ملی جلی خوشبو کا معطر جھونکا میرے وجود کو لرزہ براندام کر رہا تھا۔ کاکا نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

"میرے محترم۔" میرے ذہن میں اچانک کمبل پوش برگزیدہ بزرگ کا تصور ابھرا تو میری روح سرشار ہو گئی' اس مسرت کے ساتھ جرم کا احساس بھی شامل تھا مگر میں دیوانوں کی طرح اونچی آواز میں بولا۔ "میرا ہاتھ تھام لیجیے۔"

دوسری سمت سے کوئی آواز نہیں ابھری۔ میں نے پاگلوں کی طرح گھوم پھر کر دیکھا مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا لیکن وہ مانوس خوشبو جو میرے وجود کے اندر رچی بسی تھی ایک بار پھر تازہ ہو گئی تھی۔ میں گہری نیند سے چونک کر بیدار ہوا تھا اس لیے آنکھیں چندھیائی تھیں' پرانی باتیں اور صندلی انگوٹھی کے کرشمے ذہن میں ابھرے تو میں نے ایک بار پھر بڑی عاجزی سے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے گرنے سے بچالیں میرے محترم! ورنہ میں لہولہان ہو جاؤں گا۔"

اس بار بھی کوئی جواب نہیں آیا' خوشبو کا جھونکا ابھی تک میرے گرد جیسے چکرا رہا تھا۔

"میری صندلی انگوٹھی مجھے واپس کر دیں۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔" میں مجسم التجا بن گیا۔ "میری ماں کا سایہ بھی میرے سر سے اٹھ گیا۔ میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں میرے محترم۔ مجھے اپنے کرم سے نواز دیں۔"

میں گریہ وزاری کرتا رہا لیکن کمبل پوش کی روشن شکل مجھے نظر نہیں آئی پھر خوشبو کا جھونکا بھی بتدریج کم ہوتے ہوئے ختم ہو گیا۔ میں سر تھام کر اپنی کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے گزرے ہوئے وقت کی ایک ایک بات میرے ذہن کو کچوکے لگا رہی تھی۔ یادوں کے نشتر مجھے زخمی کر رہے تھے' میں بڑی دیر تک دنیا و مافیہا سے بے خبر رہا پھر میں نے عثمان کی آواز سنی تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ یوں جیسے میں کوئی سہانا خواب دیکھتے دیکھتے اچانک ہڑبڑا کر جاگ

گیا تھا۔

"دیکھو ر...نیقی۔ میں تمہارے لیے تمہارا پسندیدہ تحفہ لایا ہوں۔"

میں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ بلیک پین تھر میرے سامنے غضب ناک انداز میں کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چبا رہا تھا۔ اس کے عقب میں' میں نے دانش کو دیکھا جس کی آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں سب مشین گن موجود تھی جس کا ایک ہی برسٹ بلیک پین تھر کے وجود کو چھلنی کر سکتا تھا۔ عثمان غنی میرے سامنے صوفے پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔

"اب یہ تمہارے رحم و کرم پر ہے۔ اس کی زندگی کا انحصار تمہارے ایک اشارے پر ہے۔"

"لیکن تم نے تو کہا تھا۔"

"وہ وقت اب گزر چکا ہے ر...نیقی۔" عثمان غنی نے ایک لمحے کو بڑی سنجیدگی سے کہا پھر مسکرا کر بولا۔ "مجھے اس بات کا صدمہ ہے کہ کاکا تمہارے ہاتھ سے بچ کر نکل گئی۔"

"ہاں۔ آں۔" میں نے چونک کر کہا۔ "وہ ایک مانوس سی خوشبو کا جھونکا تھا جس نے میرے قدموں کو لغزش دی۔"

"یہ وقت سوچنے کا نہیں فیصلے کا ہے۔" عثمان غنی نے بلیک پین تھر کی طرف اشارہ کیا۔ "جنگل میں آزاد گھومنے والا درندہ اس وقت تمہارے سامنے موجود ہے۔ میں نے اسے اپنی بے پناہ قوت سے مفلوج کر رکھا ہے اس کی آنکھوں کی سرخی اور چہرے کے غضب پر مت جانا' یہ درندوں کی خصوصیات ہوتی ہیں۔ یہ مرتے دم تک اپنی شکست کو تسلیم نہیں کرتے۔"

"نہیں عثمان غنی۔" میں نے دل ہی دل میں عثمان غنی سے کہا پھر الجھتے ہوئے بولا۔ "اسے اپنے سحر سے آزاد کر دو' اب یہ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔"

"سوچ لو ر...نیقی۔ کہیں یہ آدم خور درندہ تم سے زیادہ خونخوار ثابت نہ ہو۔"

"تم اسے میرے کہنے سے آزاد کر دو۔" میں نے دوبارہ اصرار کیا۔

پھر اچانک ہی ایسا لگا جیسے ساکت چہرے یکلخت متحرک ہو گئے ہوں۔

"تم۔" بلیک پین تھر نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے خطرناک انداز میں کہا پھر وہ اسی طرح دائیں بائیں دیکھنے لگا جیسے اسے اپنی قوت بصارت پر یقین نہ آ رہا ہو' دانش چونکہ اس کے عقب میں تھا اس لیے بلیک پین تھر کی نظروں سے محفوظ رہا۔ اس کی انگلی سب مشین گن کے ٹریگر پر تھی جسے اس نے بڑی مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ وہ پوری طرح محتاط نظر آ رہا تھا۔

"ہاں بلیک پین تھر میں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرد اور سفاک لہجے میں کہا۔ "تم جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ کوئی خواب نہیں' حقیقت ہے۔ میں تمہیں کسی پلتو کتے ہی کی طرح گھسیٹتا ہوا یہاں تک لے آیا ہوں۔"

بلیک پین تھر کی نگاہوں میں ایک مخصوص چمک ابھری۔ ویسی ہی چمک جیسی کسی آدم خور درندے کی نگاہوں میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ گھنے جنگل میں کسی شکاری کو تنہا اور غیر مسلح پاتا ہے۔

"برا کیا تم نے۔" وہ میری تضحیک کرتے ہوئے مسکرایا۔ "اس طرح کوئی اپنی موت کو خود آواز نہیں دیتا۔"

پھر بلیک پین تھر کے پھرتیلے جسم کو ایک معمولی سی جنبش ہوئی تو عقب سے دانش نے اسے للکارا۔

"خبردار اگر تم نے کوئی جنبش کی تو تمہارا وجود چھلنی ہو جائے گا۔"

"آخ تھو۔" بلیک پین تھر نے میری طرف دیکھتے ہوئے حقارت سے زمین پر تھوک دیا۔ "پشت سے وار کرتے ہو نامرد۔ کیا تمہاری ماں نے تمہیں دودھ نہیں پلایا۔"

"رک جاؤ۔" میں نے ماں کا نام سن کر دانش سے کہا۔ "اس حرام زادے نے میری ماں تک پہنچنے کی کوشش کی ہے میں اس ولد الحرام کے باپ دادا کی ٹانگیں بھی پکڑ کر قبروں سے باہر کھینچ لاؤں گا۔"

"نہیں ر...نیقی۔ جذبات میں آنے کی حماقت مت کرو۔" عثمان غنی نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ "تم اس چٹان سے نہیں ٹکرا سکو گے۔"

میرے سر پر خون سوار تھا۔ میں نے دانش کو ایک بار پھر صبر سے کام لینے کی تلقین کی بلیک پین تھر کو شاید وہی ایک لمحہ درکار تھا۔ وہ بجلی کی سی پھرتی سے زمین پر ہتھیلیاں ٹیک کر اوندھے منہ گرا پھر اس نے حیرت انگیز طور پر کسی ربڑ کی گیند کی طرح اچھل کر سمرسالٹ کیا تو سب مشین گن دانش کے ہاتھ سے نکل گئی۔ بلیک پین تھر اسے اٹھانے کے لیے لپکا لیکن میرا داؤ چل گیا۔ بازی پلٹتی دیکھ کر میں نے پوری شدت سے کراٹے والے انداز میں حرکت کی۔ میری بھرپور ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی تو وہ سب مشین گن تک نہیں پہنچ سکا لیکن جواب میں اس نے بھی جو وار کیا وہ بھی بھرپور تھا۔ دانش جو سب مشین گن اٹھانے کے لیے جھکا تھا کربناک انداز میں کراہتا ہوا فضا میں اچھل کر چاروں خانے چت گرا تو اس کی ریڑھ کی ہڈیاں تک کڑکڑا اٹھی ہوں گی۔ بلیک پین تھر نے ایک بار پھر فضا میں سمرسالٹ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اتنی دیر میں جو کچھ ہوا وہ میرے اور دانش دونوں کے لیے ناقابل یقین ہی تھا۔ عثمان غنی نے اپنی جگہ بیٹھے ہی بیٹھے ہاتھ لمبا کر کے اس کی گردن دبوچ کر فضا میں معلق کر دیا تھا۔ بلیک پین تھر کسی نادیدہ طاقت سے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اس طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا جیسے فضا میں تیرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں عثمان غنی کی طاقت کے اس کرشمے کو دیکھ رہا تھا لیکن دانش کو ایک لمحے کے لیے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو پھر اس نے زمین پر لیٹے ہی لیٹے قلابازی کھائی اور سب مشین گن کو دوبارہ اٹھا لیا۔

"سر۔" دانش ہذیانی انداز میں چیخا۔ "اس کے بدن میں شاید کوئی بدروح داخل ہو گئی ہے۔ میں برسٹ مار رہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ گنگ کھڑا تھا۔ عثمان غنی بچوں کی طرح مسکرا رہا تھا۔ وہ بلیک چین تھر کی بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا تھا لیکن پھر یہ کھیل زیادہ دیر جاری نہیں رہ سکا۔ دانش نے میرے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی فائر کھول دیا۔ پہلے ہی برسٹ سے بلیک چین تھر کے جسم کے متعدد حصوں سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ عثمان غنی نے اسے چھوڑا تو وہ سجدے کے بل زمین پر گرا۔ اس کے جسم میں بلا کی طاقت تھی متعدد گولیاں لگنے کے باوجود اس نے زمین پر گرتے ہی دوبارہ بڑی سرعت سے اٹھنے کی کوشش کی تھی وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونے میں پوری طرح کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ وہ منظر بڑا حیرت انگیز تھا۔ بلیک چین تھر پوری طرح خون میں لت پت ہونے کے بعد بھی دانش کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا پھر اس نے لپکنے کی کوشش کی تھی مگر دانش نے ایک اور برسٹ مارا۔ بلیک چین تھر کے جسم کو کئی جھٹکے لگے جیسے وہ بجلی کے ننگے تاروں کی لپیٹ میں آ گیا ہو۔ اب وہ اپنی جگہ کھڑا آگے پیچھے جھول رہا تھا لیکن اس کی غضبناک نگاہیں بدستور دانش پر مرکوز تھیں وہ زیادہ دیر تک خود کو سنبھال نہ سکا۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں پھر وہ فرش پر گر کر تھوڑی دیر تک کسی دم توڑتے پرندے کی طرح پھڑپھڑایا اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ مجھے جھرجھری سی آ گئی۔ بلیک چین تھر کے جسم میں جیسے واقعی کوئی شیطانی قوت موجود تھی اگر عثمان غنی نے بروقت اسے اپنے شکنجے میں نہ جکڑا ہوتا تو شاید وہ مجھ پر اور دانش دونوں پر غالب آ سکتا تھا۔ مرنے کے بعد بھی وہ کسی آہنی چٹان کی طرح بکھرا پڑا تھا۔

ایک لمحے تک میں اور دانش اسے گھورتے رہے جو کچھ ہوا تھا اسے دیکھ کر ہم دونوں ہی ششدر رہ گئے تھے پھر میں تیزی سے میز کے قریب آیا اور ریسیور اٹھا کر سراج کو فون کرنے لگا۔ دانش بدستور سب مشین گن کا رخ بلیک چین تھر کی طرف کیے کھڑا تھا۔ اس کی انگلی محتاط انداز میں ٹریگر پر جمی ہوئی تھی۔ برسٹ مارنے کے بعد اسے اب بھی یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں بلیک چین تھر دوبارہ اچھل کر کوئی جوابی حملہ نہ کر دے۔

سراج کو بلیک چین تھر کی موت کی خوشخبری سنانے کے بعد میں نے ایک بار پھر اس کے مردہ جسم کو بغور دیکھا جو اکڑ جانے کے باوجود ناقابل تسخیر نظر آ رہا تھا۔ وہ اتنی جلدی مار لیا جائے گا مجھے اس کا یقین نہیں تھا۔ میں نے تشکرانہ نظروں سے عثمان غنی کی سمت دیکھنے کے لیے نگاہوں کا زاویہ بدلا لیکن وہ نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

سراج نے اپنے عملے کے ساتھ میرے آفس پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ تفتیش کا عمل مکمل کرنے اور لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کرنے میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہو گئے پھر جب ضابطے کی کارروائی مکمل ہو گئی تو میں نے سراج سے علیحدگی میں کہا۔

"میرے آدمی کا نام درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔"

"ایسی صورت میں اسے انعام کا مستحق قرار نہیں دیا جا سکتا۔" سراج نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جب حکومت کی جانب سے بلیک چین تھر کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کے احکامات جاری کیے جا چکے ہیں تو پھر آپ کو خوف کس بات کا ہے؟"

"میں نہیں چاہتا کہ اسے بار بار عدالت میں گھسیٹا جائے۔"

"آپ مطمئن رہیں مسٹر شہباز۔" سراج نے بڑے خلوص سے کہا۔ "بلیک چین تھر کا قصہ پاک کر کے آپ نے میرے اوپر ہی نہیں بلکہ محکمہ پولیس پر بھی بڑا احسان کیا ہے۔ انعام کی رقم بہرحال آپ کے ڈرائیور ہی کو ملے گی۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ اسے عدالت میں ایک دو بار سے زیادہ پیش ہونے کی زحمت نہیں دی جائے گی۔"

"لیکن اس کا نام اگر اخبار میں آیا تو اس کے ساتھ میرا اور میری کاروباری ساکھ کا ذکر بھی ضرور ہوگا اور ایسی صورت میں۔"

"آپ یہ سب کچھ میرے اوپر چھوڑیں۔ آپ کا یا آپ کی فرم کا نام کسی اخبار میں نہیں آئے گا۔"

"آصف کے بارے میں کوئی نئی اطلاع؟"

"میرے آدمی اس کی نگرانی پر مامور ہیں لیکن ان کی رپورٹ کے مطابق ابھی تک کسی ایسے شخص نے آصف سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی جس پر شبہ کیا جا سکے۔"

"اس کی ماں اور بھائی کہاں ہیں؟"

"ابھی تک ان کی نگرانی کے فرائض میرے قابل اعتماد آدمی ہی انجام دے رہے ہیں۔ خود آصف نے بھی یہی کہا ہے کہ فی الحال ان کو منظر عام پر نہ لایا جائے۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"ہو سکتا ہے کہ آصف کو اب بھی دونوں کی جان کا خطرہ لاحق ہو۔"

سراج کے جانے کے بعد میں نے آفس کی مکمل صفائی

کرائی۔ اتنی دیر میں اس آفس میں جہاں کبھی عارفہ بیٹھا کرتی تھی۔ اب میں نے اس کمرے کو ایک طرح سے ریٹائرنگ روم بنا لیا تھا۔ بلیک چین تھر کا مسئلہ ہر چند کہ خلاف توقع بہت آسانی سے طے ہو گیا تھا لیکن میرے اعصاب ابھی تک متاثر تھے میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا لیکن آنکھ بند کرتے ہی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"کہاں غائب ہو اتنے دنوں سے؟" دوسری جانب سے نغمہ کی مترنم آواز سنائی دی۔

"کاروباری مصروفیات میں الجھا ہوا ہوں۔"

"کیا اتنی فرصت بھی نہیں ملتی کہ دو گھڑی ادھر بھی آ جایا کرو۔" نغمہ نے شکوہ کیا پھر قدرے بے تکلفی سے بولی۔ "میں تمہیں بہت مس کر رہی ہوں۔"

"میں تمہیں اپنی مصروفیات کی وجہ سے آصف کی ضمانت کی مبارکباد بھی نہیں دے سکا۔" میں نے جان بوجھ کر آصف کا ذکر چھیڑ دیا۔

"مت نام لو اس کا۔" نغمہ بڑے روکھے لہجے میں بولی۔ "ڈیڈی اسے آنکھ بند کر کے سپورٹ کر رہے ہیں اس لیے میں خون کا گھونٹ پی کر چپ ہوں ورنہ کل رات تو میں اسے شوٹ کرنے سے بھی دریغ نہ کرتی۔"

"کوئی خاص بات؟"

"وہ مجھے ایک نئی کہانی سنا رہا ہے۔" نغمہ نے وہی ساری تفصیلات دہرائیں جن کی بدولت آصف نے نہ صرف اپنی زبان بند کر رکھی تھی بلکہ سلمان قیصر کی موت کا الزام بھی اپنے سر لے لیا تھا۔ "جانتے ہو کل رات اس نے مجھ سے کیا کہا تھا؟"

"کیا؟"

"وہ بے غیرت مجھے کسی سے ملوانا چاہتا ہے۔" نغمہ نے دبی زبان میں کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ اس طرح وہ اپنی مصیبتوں سے چھٹکارا پا لے گا۔ بے غیرتی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔"

"اس کی ماں اور بھائی کا کوئی پتا چلا؟" میں نے برسبیل تذکرہ دریافت کیا۔

"نہیں لیکن آصف کا خیال ہے کہ اگر میں اس کی بات مان لوں تو اس کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے لیکن مجھے اس کے مسئلے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ بدستور انتہائی غصے کی حالت میں بولی۔ "میں تو ابھی تک یہی سوچ رہی ہوں کہ اسے وہ بات کرنے کی جرأت کس طرح ہوئی۔"

"اگر برا نہ مانو تو ایک درخواست کروں؟" میں نے کہا۔

"تم حکم دے کر دیکھو میں انکار نہیں کروں گی۔" اس نے بڑی ٹھنڈی سانس بھر کر جواب دیا۔

"تم اگر آصف کا کہا مان لو تو سلمان قیصر کے اصل قاتل بھی بے نقاب ہو سکتے ہیں۔ فی الحال مجھ سے کوئی تفصیل نہ پوچھنا۔"

"کیا مطلب؟ کیا تمہارے خیال میں آصف نے سلمان قیصر کو۔۔۔"

"تم اس کی بات مان لو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہاری حفاظت کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔ "تمہاری خاطر میں تو اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا سکتی ہوں۔"

نغمہ سے گفتگو ختم ہونے کے بعد میں نے تمام فون کے ریسیور اٹھا کر نیچے رکھ دیے اور دوبارہ دیوان پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ دو گھنٹے بعد وانی نے مجھے جگا کر اطلاع دی تھی کہ میرا آفس صاف ہو چکا ہے۔ دو گھنٹے کے آرام نے میرے اعصاب کو خاصا سکون پہنچایا تھا۔ میں نے ملازم سے شربت کا ایک گلاس منگا کر پیا تو طبیعت قدرے اور بحال ہو گئی۔ میں وانی سے گفتگو کرتا آفس میں داخل ہوا۔ میرے کارندوں نے حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بلیک چین تھر سے ہونے والی خونخوار جنگ کے تمام نشانات صاف کر دیے تھے۔ اپنی کرسی پر بیٹھنے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"سر۔" وانی نے دبی زبان میں کہا۔ "سنا ہے آپ ہم لوگوں کی حفاظت کی وجہ سے اپنا آفس کہیں اور شفٹ کر رہے ہیں؟"

"یہ بات آپ تک کس طرح پہنچی؟"

"دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں سر اور پھر ہم بھی ایسے علاقے میں اٹھتے بیٹھتے رہتے ہیں کہیں نہ کہیں سے تو خبر مل ہی جاتی ہے۔"

"ہاں۔ میں نے یوں ہی ساجد (دانش) سے ذکر کیا تھا کہ وہ کسی جگہ کو نظر میں رکھے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"لیکن ہم آپ کو تنہا کہیں اور نہیں بیٹھنے دیں گے۔" وانی روانی میں کہہ گیا پھر جلدی سے بولا۔ "اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں لیکن ایک بات بہرحال طے ہے آپ جہاں بھی دفتر قائم کریں گے عملہ بھی آپ کے ساتھ ہی بیٹھے گا۔ یہ صرف میرا نہیں بلکہ پورے عملے کا متفقہ فیصلہ ہے۔"

"میں آپ سب کا شکرگزار ہوں مسٹر وانی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میری جانب سے تمام عملے کی محبت کا شکریہ بھی ادا کر دیں لیکن۔۔۔"

"میں درخواست کرتا ہوں سر، آپ ہماری بات کو رد نہ کیجیے گا۔" وانی کے لہجے میں عاجزی تھی، خلوص تھا، محبت تھی میں اس کی بات ٹال نہیں سکا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ہو کے مسٹر دارانی۔ میں آپ لوگوں کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا' لیکن آپ بھی میری ایک بات مان لیں' عملے کی حفاظت کی خاطر کچھ گارڈز اپنی پسند کے رکھ لیں' وہ براہ راست آپ کے حکم کے پابند ہوں گے۔"

"تھینک یو ویری مچ سر۔"

وارثی کے جانے کے بعد میں ضروری فائلوں کو دیکھنے لگا۔ دفتر کے اوقات ختم ہونے میں کچھ وقت باقی تھا لیکن میری طبیعت اکتا رہی تھی اس لیے میں نے فائلیں بند کر دیں۔ اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ایک لمحے کو سوچا کہ کال ریسیو نہ کروں پھر اس خیال سے ریسیور اٹھا لیا کہ کہیں کوئی ضروری کال نہ ہو۔

"شہباز فرام ہارڈ انٹرپرائز۔"

"تم نے جو مشورہ نغمہ کو دیا تھا وہ ہمیں منظور نہیں تھا۔" دوسری جانب سے کسی نے بھاری بھرکم آواز میں کہا مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ بولنے والا یا تو آواز بدل کر گفتگو کر رہا تھا یا پھر اس نے ماؤتھ پیس پر کوئی دبیز کپڑا ڈال رکھا تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ذہن پر تھوڑا سا زور دو تو شاید تم سمجھ لو کہ میں کون بول رہا ہوں۔" اس بار بھی ٹھہرے ہوئے لہجے میں بڑے اطمینان سے جواب ملا۔ "تم نے نغمہ کو جو مشورہ دیا تھا وہ خاصا معقول تھا لیکن تم ایک چیز کو فراموش کر گئے اگر نغمہ ہمارے لیے قیمتی تھی تو پھر اس فون کالز کو ٹیپ کرانا بھی ہمارے لیے خاصی اہمیت رکھتا تھا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"ہم نے فی الحال نغمہ اور آصف دونوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔" اس بار سرد لہجے میں کہا گیا۔ "آصف کی ماں اور بھائی اب ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے' تم انہیں منظر عام پر لا سکتے ہو۔"

"جگت نارائن۔" میں نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

"یہ تمہاری اپنی سوچ ہے ورنہ جگت نارائن کے بارے میں شاید کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ بس اس کے نام کا سکہ چلتا ہے۔ ہمیں اس سے زیادہ جاننے کی غرض بھی نہیں ہوتی اس لیے کہ وہ ہمیں منہ مانگا ----"

"کیا تم میرا ایک پیغام بھی جگت نارائن تک پہنچا سکتے ہو۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "نفسیاتی طور پر میں اسے آزمانا چاہتا تھا۔

"ابھی طفل مکتب ہو میری جان۔" دوسری جانب سے گفتگو کرنے والے نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ جگت نارائن کے نام کا سکہ ہی ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے' یہ سکہ کہاں سے جاری ہوتا ہے' کون جاری کرتا ہے؟ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں۔"

"مگر تمہیں احکامات کس طرح ----؟" میں نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا اس لیے کہ دوسری جانب سے رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔

میں ریسیور رکھ کر ٹہلنے لگا' مجھ سے واقعی ایک فاش غلطی سرزد ہو گئی تھی' جگت نارائن اگر نغمہ کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا تو وہ اس کی کال ٹیپ کرانے کے علاوہ بھی اس کی ایک ایک نقل و حرکت کی نگرانی بھی ضرور کرا رہا ہو گا۔ لیکن اب ان باتوں پر غور کرنا بے کار تھا۔ اس لیے کہ تیر کمان سے نکل چکا تھا' نغمہ اور آصف کی موت کی تصدیق کرنا ضروری تھا لیکن میں از خود سراج کو فون نہیں کرنا چاہتا تھا مبادا کہ وہ میری طرف سے مشکوک ہو جائے۔ پندرہ منٹ بعد دوبارہ فون کی کال بیل جاگ اٹھی' میں نے لپک کر دھڑکتے ہوئے دل سے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔ "تمہارے لیے ایک اہم خبر ہے۔" "نغمہ اور آصف کو گولی ماردی گئی۔"

"قاتل کون تھا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے میرے ایک آدمی نے اطلاع دی ہے کہ نغمہ اپنی کوٹھی سے نکل کر تنہا آصف سے ملنے گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ اندر ہی رہی پھر جب خاصا وقت گزر گیا تو میری ہدایت پر نگرانی کرنے والوں نے اندر داخل ہو کر صورت حال کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ وہاں سے دو نہیں بلکہ تین لاشیں برآمد ہوئی ہیں' ایک ملازم کی جسے اس کے کمرے میں ہی گلا گھونٹ کر ختم کر دیا گیا تھا۔ نغمہ اور آصف کی لاشیں خون میں لت پت ایک کمرے میں پڑی تھیں۔ قتل جس اطمینان اور سکون سے کیا گیا ہے اس سے بظاہر یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قاتل ایک سے زیادہ تھے اور انہیں کوئی جلدی نہیں تھی اس لیے انہوں نے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد وہ تمام ثبوت بھی مٹا دیے ہوں گے جو ان کی نشاندہی کرنے کی خاطر پولیس کے لیے معاون ثابت ہو سکتے تھے۔"

"کہاں سے بول رہے ----؟"

"کیبنو سے۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے اس واردات کی اطلاع اپنے ایک آدمی کے ذریعے تمہارے سراج صاحب تک پہنچا دی ہے' باقی تفصیل ان ہی کے ذریعہ معلوم ہو سکتی ہے۔"

ندیم کے فون سے نغمہ اور آصف کی موت کی تصدیق

ہو چکی تھی اس لیے میں نے دفتر میں رکنا مناسب نہیں سمجھا اور سیدھا گھر چلا گیا۔

شام کو سراج آیا تو اس کے چہرے پر بھی الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے۔ اس نے نغمہ اور آصف کے دہرے قتل کی تفصیل بتائی۔ اس سے کچھ نئی باتوں کا بھی انکشاف ہوا۔ نغمہ کی لاش نیم برہنہ حالت میں ملی تھی جبکہ آصف اس سے چھ فٹ کے فاصلے پر مردہ پڑا تھا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق آصف کی موت نغمہ سے تقریباً پندرہ منٹ پہلے واقع ہوئی تھی۔ پولیس سرجن کی رپورٹ کے مطابق نغمہ کو گولی مارنے سے قبل ہوس کا نشانہ بھی بنایا گیا تھا۔ گولی تین اعشاریہ آٹھ کے کسی آٹومیٹک سے چلائی گئی تھی۔ سراج ایک پل کو سانس لینے کی غرض سے رکا پھر سلسلہ جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "سیٹھ نعمان' نغمہ کی موت کے غم میں نیم پاگل ہو گیا ہے۔ اس نے دور دور تک رسائی کی ہے' اس کا مطالبہ ہے کہ اس کی بیٹی کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا جائے۔" سراج نے الجھے ہوئے کہا۔ "ہمارے پاس کوئی جادو کا چراغ تو نہیں ہے کہ اس کے ذریعے قاتلوں اور جرائم پیشہ کو بے نقاب کر کے کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے۔"

"کیا آصف کی والدہ اور بھائی کو اس سانحے کی اطلاع مل گئی ہے؟"

"ابھی نہیں ---- لیکن بہرحال انہیں بھی بتانا تو پڑے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ نغمہ اور آصف کی موت کے بعد ان دونوں کو کوئی خطرہ نہیں لاحق ہو گا اس لیے آپ اگر مناسب سمجھیں تو انہیں آصف کی موت کی خبر کر دیں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کسی قریبی عزیز کی لاش سے لپٹ کر رو لینے سے دل کا کچھ غبار چھٹ جاتا ہے ورنہ ایک خلش اور حسرت تمام زندگی ناسور بن کر رہ جاتی ہے۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے۔"

سراج کے جانے کے بعد میں اور ندیم آپس میں بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اسی رات ہمیں ایک اور اطلاع ملی' سلیمان شاہ ذہنی چوٹ کو برداشت نہیں کر سکا تھا اور اس نے دنیا کے ہنگاموں سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ لیا تھا' اہم بات یہ تھی کہ ماہ رخ سلیمان شاہ کی موت پر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے خطرناک ذہنی مریضہ قرار دے کر پاگل خانے میں داخل کرنے کی سفارش کی تھی۔ رپورٹ کے مطابق ماہ رخ نے سلیمان شاہ کی موت کی خبر سن کر پہلے قہقہہ لگایا تھا پھر اس نے اچانک پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچنے شروع کر دیے ناخنوں سے اپنا چہرہ لہولہان کر لیا۔ اس نے صرف ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی۔ "سلیمان شاہ کو زندہ کرو اسے مرنا نہیں چاہیے ورنہ میں دو کوڑی کی عورت اس سے اپنا انتقام نہیں لے سکوں گی۔ اس ---- نے مجھے آستین کا سانپ کہا تھا' میں اسے ڈس کر اپنے زہر سے ماروں گی۔ ایسی موت جسے دیکھ کر آسمان اور زمین دونوں لرز اٹھیں۔" اسے بڑی مشکل سے سلیمان شاہ کی لاش سے ڈاکٹروں اور نرسوں نے زبردستی کھینچ کر علیحدہ کیا تھا۔ اس وقت اس نے سلیمان شاہ کی لاش کے گریبان کو پوری شدت سے جکڑ رکھا تھا۔ چیخ چیخ کر ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھی۔ "آنکھ کھولو سلیمان شاہ' میں تمہیں اتنی آسانی سے نہیں مرنے دوں گی' تم مر گئے تو میرے انتقام کی آگ میرے وجود کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ جاگو سلیمان شاہ جاگو' میری طرف دیکھو' میں ماہ رخ ہوں' وہی ناگن جسے تم نے آستین میں پال رکھا تھا ---- تم نے کہا تھا کہ تمہیں ناگن کا زہر نکالنے کا فن بھی آتا ہے پھر میدان چھوڑ کر کیوں بھاگ رہے ہو۔ آنکھ کھولو سلیمان شاہ ---- میں تمہیں اتنی آسانی سے موت کے حوالے نہیں کروں گی۔"

سلیمان شاہ کی موت اور ماہ رخ کی دیوانگی کی اطلاع ماسٹری نے دی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ملیحہ کو حالات سے باخبر کر کے آزاد کر دینا چاہیے۔" ندیم نے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "ندا کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"احمد غوری اور ندا دونوں ہمارے لیے بے حد کار آمد ہیں۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "سراج بتا رہا تھا کہ احمد غوری کو بھی ایک دو دن میں عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔ اس سے پیشتر ہم کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکتے۔ ندا کو آزاد کر دینے کی صورت میں اس کی موت کا خطرہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے اب تمہاری کالکا رانی بھی اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"حالات جس برق رفتاری سے سامنے آ رہے ہیں اس سے یہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔" ندیم نے دبی زبان میں کہا۔ "آخری بار وہ تم سے کب ملی تھی؟"

"ایک روز قبل لیکن اس وقت اس نے پیار و محبت کے علاوہ کوئی اور راگ نہیں الاپا تھا۔"

"جگت نارائن کے بارے میں اس کا کیا کہنا ہے؟"

"اس نے معذرت کا اظہار کیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس کا کہنا ہے کہ دھرم اشٹر پر دیوی دیوتاؤں کا پہرہ ہے اس لیے وہ اندر کا حال معلوم کرنے سے قاصر ہے۔"

"گویا اس نے ایک طرح سے اقرار کر لیا ہے کہ کیدا اس

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ہی جگت نارائن کا رول پلے کر رہا ہے۔" ندیم نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہاں، لیکن کاکا اس کے خلاف ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔"

"اب ہمیں اس کی مدد کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔"

"کیا مطلب ـــــ" میں نے وضاحت چاہی لیکن ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ کسی گہرے خیال میں مستغرق تھا، شاید اپنے ذہن میں وہ جگت نارائن کو بے نقاب کرنے کی کوئی اسکیم کر رہا تھا۔

☆ ـــ ❖ ـــ ☆

دوسری صبح سراج نے فون پر مجھے ایک اور اہم اطلاع سنائی۔ احمد غوری نے اقرار کر لیا تھا کہ وہ بھی بلیک چین تھری کی وساطت سے جگت نارائن کے لیے کام کر رہا تھا۔ یہ بات حیرت انگیز ہی تھی، جب خود سراج کے کہنے کے مطابق عدم ثبوت کی بنا پر احمد غوری کو قانون سے سزا نہیں مل سکتی تھی تو پھر اس نے عدالت میں پیش ہونے سے صرف ایک دن پہلے اپنا سابقہ بیان تبدیل کرنے میں کیا مصلحت سمجھی تھی؟ کیا اسے کسی خاص وجہ سے یہ بیان دینے پر مجبور کیا تھا؟ لیکن کیوں؟ ڈراپ سین قریب آنے کے بعد ڈرامے کو بلاوجہ طول دینے کی کیا ضرورت تھی؟

"کیا احمد غوری نے یہ بیان اپنی مرضی سے دیا ہے یا پولیس کی ڈنڈا شاہی کو بھی دخل ہے؟" میں نے اپنی معلومات کی خاطر دریافت کیا۔

"جی نہیں۔ احمد غوری نے تازہ بیان از خود ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں ریکارڈ کرایا ہے۔"

"پہلے بیان کے بارے میں اس کا کیا کہنا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"اس نے اپنا پہلا بیان ندا کی خاطر دیا تھا۔ وہ دراصل ندا کو بچانا چاہتا تھا جو پروفیسر ابرار کے سلسلے میں مرکزی کردار ادا کر رہی تھی۔" سراج نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "مارگریٹ کی موت کے بعد سے پروفیسر بہت تنہائی پسند اور آدم بیزار ہو گیا تھا۔ اس نے خود کو محض لیبارٹری تک محدود کر لیا اور دن رات اپنے کام میں مصروف رہتا تھا۔ لیکن احمد غوری کی سفارش پر اس نے خاصی جرح کے بعد ندا کو ملازمت دے دی تھی، پھر ندا نے اپنی کمسنی اور معصوم باتوں کی وجہ سے پروفیسر کے دل کو موہ لیا۔ نفسیاتی طور پر یہ ایک فطری بات تھی، جو لوگ تجرباتی کام یا دیگر ایسے ہی مشاغل میں دن رات مصروف رہتے ہیں اکثر انہیں بڑی شدت سے اپنی تنہائی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اپنے خول سے باہر نکل کر کچھ دیر آسمان تلے کھلی دھوپ میں لیٹ کر سستانا پسند کرتے ہیں لیکن احمد غوری نے یہ آسائش پروفیسر کو اس کی لیبارٹری ہی میں فراہم کر دی۔ پروفیسر جو مارگریٹ کے مرنے کے بعد بہت محتاط ہو گیا تھا اپنے سارے کام خود ہی انجام دیتا تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ اسے دوبارہ فارمولے کے سلسلے میں ٹریپ کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن ندا کو دیکھ کر وہ ساری احتیاطی تدابیر کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ ندا اپنی شوخ و چنچل باتوں کی باعث پروفیسر کے قریب ہوتی گئی پھر اس نے احمد غوری کے اشارے ہی پر پروفیسر کو مشروبات میں ایک ایسی دوا پلانی شروع کر دی جس کے کثرت استعمال سے انسان خود اعتمادی کو کھو بیٹھتا ہے۔ چنانچہ پروفیسر کے ساتھ بھی یہی ہوا لیکن پھر آپ کی وجہ سے ـــــ"

"میری وجہ سے ـــــ؟" میں چونکا۔

"اب پردہ پوشی سے کیا فائدہ مسٹر شہباز۔" سراج نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ آپ نے قوم کے مفاد میں ہی پروفیسر سے ملاقات کی ہوگی لیکن آپ نے یہ خبر اور بہت ساری اہم باتیں ـــــ"

"جان بوجھ کر چھپائی تھیں۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "فارمولے کا مسئلہ بہت زیادہ حساس تھا اور ہے اس لیے میں نے اس کا تذکرہ کسی اور سے کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"میں اس مصلحت کی اہمیت کو سمجھ رہا ہوں بہرحال ندا کی گمشدگی کی وجہ سے اب احمد غوری نے زبان کھول دی ہے۔ وہ ندا کو بچانا چاہتا ہے اسی وجہ سے اس نے پولیس کو حالات سے آگاہ کیا ہے۔"

"ندا کی گمشدگی ـــــ" میں نے انجان بن کر کہا۔ "کیا ندا کے ـــــ"

"جی ہاں ـــــ" سراج نے جواب دیا۔ "احمد غوری کے بیان کے مطابق جس روز آپ پروفیسر سے ملے تھے اس کے فوراً بعد ہی ندا کو اغوا کر لیا گیا تھا۔"

"آئی سی۔" میں نے ایک معقول جواز پیش کیا۔ "گویا پروفیسر کے فارمولے کے سلسلے میں اب بھی کچھ بیرونی قوتیں ہمارے مقامی لوگوں کو پیسے کا لالچ دے کر اپنا مفاد حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اس خیال کے پیش نظر مجرموں نے وہی کیا جو انہیں کرنا چاہیے تھا۔ میرا مطلب ہے کہ احمد غوری پر حملہ اور پھر اس کے حوالات جانے کے بعد ندا کو منظر عام سے ہٹانا ہی ان کے حق میں بہتر تھا۔"

"ایک بات پھر بھی قابل غور رہ جاتی ہے ـــــ" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر احمد غوری بلیک چین تھری کے ذریعے جگت نارائن یا کسی اور طاقت کے لیے کام کر رہا تھا تو پھر اس کی نگرانی بھی ان ہی لوگوں پر فرض تھی، ایسی صورت میں احمد غوری پر حملہ ـــــ"

"کبھی کبھی ایک معمولی سی غفلت ہی مجرم کو قانون کے آہنی شکنجوں تک لے آتی ہے، ہو سکتا ہے کہ احمد غوری کے

سلسلے میں بھی جگت نارائن، بلیک چین تھری یا کوئی اور کچھ زیادہ ہی بے پروا ہو گیا ہو اور ـــــ"

"کسی دوسری پارٹی نے احمد غوری کے اپارٹمنٹ میں داخل ہو کر اس کو زدوکوب کیا لیکن صرف اسی پر اکتفا کیوں کی گئی، اگر احمد غوری ان کی نگاہوں میں آ چکا تھا تو اسے اغوا بھی کیا جا سکتا تھا۔ صرف زخمی کر کے چھوڑ دینے سے کیا حاصل؟" سراج نے تیزی سے میرا جملہ مکمل کرتے ہوئے تفتیشی انداز اختیار کیا۔ "دوسری بات جو پریشان کن ہے وہ یہ ہے کہ میری تفتیش اور معلومات کے مطابق احمد غوری پر حملے کے بعد ہی ندا کو اغوا کیا گیا تھا۔ پھر احمد غوری کو اس بات کا علم کس طرح ہوا؟"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ آصف بھی جگت نارائن کے اشارے پر چلنے پر مجبور تھا، ممکن ہے ندا کے بارے میں بھی اسی کو استعمال کیا گیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے مگر حوالات میں ان دونوں کو الگ الگ رکھا گیا تھا۔"

"پھر ہم اسی کالی بھیڑ کو مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں جو آپ کا کارندہ ہونے کے باوجود ـــــ"

"اور بھی بہت سارے ذرائع ہو سکتے ہیں مگر ایک سوال اب بھی تشنہ رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"احمد غوری کے تازہ بیان کے بعد پولیس یقیناً ندا کو بازیاب کرنے کی کوشش بہرحال کرے گی۔ پروفیسر ابرار کے حوالے سے بھی ندا کی اہمیت بڑھ جاتی ہے مگر احمد غوری بھی اس سزا سے نہیں بچ سکے گا۔"

"کبھی کبھی محبت کی انتہا دیوانگی کی سرحدوں کو بھی چھونے لگتی ہے۔ ہو سکتا ہے احمد غوری اور ندا کے درمیان بھی ایسا ہی کوئی جذباتی رشتہ رہا ہو۔"

"مگر میرا خیال ہے کہ وہ رہا ہونے کے بعد اپنے ذرائع سے ندا کو زیادہ آسانی سے تلاش کر سکتا تھا۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ فارمولے کی غرض سے احمد غوری کو استعمال کر رہے ہوں اب ان کی نگاہوں میں اس کی اہمیت باقی نہ رہی ہو اس لیے انہوں نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مقصد یہ کہ اس طرح احمد غوری اپنی متوقع رہائی کے امکانات سے محروم ہو جائے گا، ندا کو وہ پہلے ہی منظر عام سے ہٹا چکے ہیں۔"

"آپ بھی درست کہہ رہے ہیں، بہرحال کیس اب اور الجھ کر رہ گیا ہے۔" سراج نے کہا۔ "احمد غوری کے بیان کے بعد اب نغمہ اور آصف کے قاتلوں کو گرفتار کرنے کا پریشر کچھ

بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح
کی سیاسی زندگی اور کارناموں پر مشتمل
حوالہ جاتی کتاب-----
عظیم مدبر عظیم قائد
★ ---- زاہد حسین انجم
قیمت: -/125 روپے
مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔ کیا آپ اس ضمن میں میرے ساتھ کوئی تعاون نہیں کریں گے؟"

"آپ حکم دیں۔"

"میری درخواست ہے کہ اگر آپ اپنی چھٹی حس ـــــ"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "آپ اس سلسلے میں پہلے بہت مشورہ کر چکے ہیں۔"

"کیا آپ کو اب تک میری باتوں کا یقین نہیں آ سکا۔"

"من آنم کہ من دانم۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "علم نجوم یا پامسٹری سے میرا ابھی کوئی دور کا بھی تعلق نہیں رہا۔"

"لیکن آپ شاید بھول رہے ہیں کہ پہلے آپ کے خواب یا پھر چھٹی حس کی باتیں سو فیصد درست ثابت ہوتی رہی ہیں۔"

"میں انکار نہیں کروں گا۔" میں نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ "کبھی کبھی انسان جو کچھ سوچتا ہے، جو چاہتا ہے وہ حیرت انگیز طور پر پورا ہو جاتا ہے، ماہرین اسے ٹیلی پیتھی کا نام دیتے ہیں۔ کچھ لوگ بلیک میجک کی دکان چمکانے کی خاطر بھی افواہیں اڑاتے رہتے ہیں۔ فٹ پاتھ پر بڑے بڑے بورڈ لگا کر بیٹھنے والے یا کسی مختصر سے کیبن میں ایک دو بے ضرر سانپ گلے میں ڈالے ہوئے فقیر ٹائپ کے لوگ بھی اسی قسم کی بے پر کی اڑانے کے باعث اپنی روزی کما رہے ہیں۔ جن لوگوں کے سلسلے میں ان کی کہی ہوئی انٹ شنٹ باتیں درست ہو جاتی ہیں وہ انہیں پیرو مرشد سمجھنے لگتے ہیں جن کو ناکامی ہوتی ہے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ ابھی تمہارے ستارے گردش میں ہیں۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"پھر بھی مجھے توقع ہے کہ آپ میری ہر ممکن مدد کریں گے۔"

"اگر ایسا ممکن ہوا تو مجھے خوشی ہوگی۔"

میں نے سراج سے گفتگو کرنے کے بعد ایک فائل اٹھائی تو اچانک میری نظر کاکا پر پڑی جو میرے سامنے بیٹھی ہوئے معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔ آج اس کے تیور کچھ اور ہی نظر آرہے تھے۔

"سراج سے بہت گھل مل کر باتیں ہو رہی تھیں۔"

"ہاں ۔۔۔ وہ مجھے بتا رہا تھا کہ ۔۔۔"

"کاکا کی نگاہیں دھرتی کے اندر بھی جھانک سکتی ہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "احمد غوری کو وہ بیان دینے پر میں نے ہی مجبور کیا تھا۔"

"کوئی خاص سبب؟"

"ہاں۔" وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "جو چیز کام کی نہ رہے اس کی حفاظت نہیں کرتے۔ میری عادت بھی ایسی ہی ہے۔" اس کے لہجے میں تیکھاپن بھی شامل ہو گیا۔ "جو کھلونے مجھے پسند نہیں آتے میں انہیں توڑ دیتی ہوں۔"

"میرے بارے میں کیا خیال ہے۔" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "مجھ سے تمہارا دل ابھی بھرا یا نہیں؟"

"تم نے ندا کو کہاں رکھا ہے۔ یہ مجھے معلوم ہے' میں چاہوں تو تمہارے محترم سراج کو بھی تمہارا دشمن بنا سکتی ہوں۔" کاکا نے دھمکی دی۔ "ذرا غور کرو اگر سراج کو فون پر تمہارے حوالے سے ندا کے اغوا کرنے کی اطلاع دے دی جائے اور وہ پولیس کے ہاتھ لگ جائے تو ۔۔۔"

"تم یہ شوق بھی پورا کر لو' میں اب تمہیں روکوں گا نہیں۔" میں نے اس بار سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ مجھے قوی امید تھی کہ اگر ایسی صورت پیش آئی تو عثمان غنی میری مدد ضرور کرے گا۔

"سوچ لو شہباز خان' ابھی وقت ہے' میرا کہا مان لو' جو شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے وہ بھی بہت جلد تم سے نظر پھیرنے پر مجبور ہونے والی ہے۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"اس کے بعد ۔۔۔" میں مسکرایا۔ "اس کے بعد شاید تمہاری مہان شکتی مجھے نرکھ میں جھونکنے کی کوشش کرے گی۔"

"تم اب بھی میرا کہا مان لو تو آنے والے کل کو روکا جا سکتا ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ "میں نے تمہیں ہمیشہ اچھی اور گری کی باتیں سمجھائی ہیں' میری مانو تو سندر ناریوں کے شریر سے کھیلنا چھوڑ دو' اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

"صرف تمہارا بن کر رہ جاؤں۔"

"ا ۔۔۔" کاکا ۔۔۔ بھڑک کر بولی۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اس سے میری باتوں کو ہنسی میں اڑانے کی کوشش کر رہے ہو پر تو اتنا یاد رکھو کہ اگر اب بھی تم نے اپنی کاکا کا کہا نہ مانا تو سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔"

"کیا تم بھی ۔۔۔؟" میں نے کاکا کو شوخ نظروں سے دیکھا۔

"میں پورے وشواس سے کہہ سکتی لیکن ہو سکتا ہے کہ جو کچھ کل ہونے والا ہے اس کے بعد کاکا کی شکتی بھی تمہارے کسی کام نہ آسکے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"تم اپنے سیوک سے کیا چاہتی ہو؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دور تک جھانکنے کی کوشش کی۔

"سندر ناریوں کا دھیان من سے نکال دو' کالے بادل جو چھایا بن کر سر پر منڈلا رہے ہیں وہ چھٹ بھی سکتے ہیں۔" کاکا نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر کچھ توقف سے بولی۔ "پروفیسر والے فارمولے میں میری سہائتا کرو' میں وچن دیتی ہوں کہ تمہیں دھرتی سے اٹھا کر آکاش پر پہنچا دوں گی۔"

"جگت نارائن۔" میں یکلخت سنبھل کر بولا۔ "اس کا کریا کرم ہونے کے بعد ہی میں تمہاری بات پر غور کر سکتا ہوں۔"

"یہ میرے بس سے باہر کی بات ہے۔"

"یہی جملہ تم نے کبھی بھوشن کے لیے بھی کہا تھا کہ اس کے سر پر دیوی دیوتاؤں کی چھایا ہے' لیکن وہ چھایا بھی اس کی کایا پلٹتے وقت کسی کام نہ آسکی۔"

"کاش ۔۔۔ میں کھل کر تم سے باتیں کر سکتی۔" وہ تلملا کر رہ گئی۔

"کھل کر باتیں کر ہی ڈالو کاکا رانی' اب ہمارے درمیان کیا پردہ رہ گیا ہے۔"

"تمہاری نگاہیں پردوں کے اس پار نہیں دیکھ سکتیں۔" وہ پہلو بدل کر رہ گئی اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن کھل کر نہیں کہہ سکتی۔ لیکن وہ چہرے کے تاثرات بدلنے پر بھی قادر تھی اس لیے میرے لیے کوئی آخری فیصلہ کرنا دشوار تھا پھر یکلخت مجھے لیڈی مکارس کی باتیں یاد آگئیں۔ اس نے بھی یہی کہا تھا میں دلدل سے بچنے کی کوشش کروں ورنہ تیز بارش مجھے ہمیشہ کے لیے ڈبو دے گی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ بہت جلد کاکا کی آتما کو بھی اس کی 'مورتی' میں دوبارہ قید کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ لیکن اگر ایسا ممکن تھا تو پھر لیڈی مکارس کو انتظار کس بات کا تھا؟ کیا وہ کسی خاص وقت کی منتظر تھی؟

"کس سوچ میں گم ہو گئے شہباز خان۔"

"لیڈی مکارس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"وہ ۔۔۔ وہ بھی اونچے اونچے سپنے دیکھ رہی ہے۔ پر تو کل کیا ہونے والا ہے یہ پوری طرح کوئی بھی نہیں جانتا۔" خلاف

توقع کاکا نے لیڈی مکارس کا نام سن کر اسے سفید فام کتیا کے القاب سے بھی نوازا' سنجیدگی سے بولی۔ "آکاش پر جو بادل گھر کر آرہے ہیں اس کے بارے میں کوئی بھی وشواس سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر میرا من گواہی دیتا ہے کہ کوئی بڑا طوفان آنے والا ہے۔"

"کیا تم اس طوفان کے بارے میں کوئی اشارہ بھی نہیں دے سکتیں؟"

کاکا نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا' اس کی آنکھوں سے بے بسی اور جھلاہٹ کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے پھر اس نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن اس کا چہرہ خوف سے یکلخت زرد پڑ گیا' وہ ایک لمحے کے لیے سراپا لرز کر رہ گئی پھر اس نے "جے ہو" کا نعرہ لگایا اور نظروں سے غائب ہو گئی اس کا وہ انداز میرے لیے یقیناً معنی خیز اور قابل غور تھا۔ عثمان غنی کے درمیان میں آجانے کے بعد میں اس کی مافوق الفطرت قوتوں کے حصار سے نکل گیا تھا۔ ایک دو بار عثمان غنی اور کاکا کے درمیان بھی پراسرار قوتوں کے کرشموں کی آنکھ مچولی ہو چکی تھی لیکن کاکا کی نگاہوں میں خوف کے وہ تاثرات مجھے اس سے پہلے نظر نہیں آئے تھے۔ وہ مجھے اشارے کنایوں میں کچھ سمجھانا چاہتی تھی لیکن کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔ کوئی طاقت ایسی ضرور تھی جس نے اس کی زبان پر تالے ڈال دیے تھے اسے قوت گویائی سے محروم کر دیا تھا۔ وہ طاقت کس کی تھی جس نے کاکا کی مافوق الفطرت قوتوں پر قدغن لگا دی تھی؟ میں ان ہی گتھیوں کو سلجھانے میں منہمک تھا کہ عثمان غنی کی آواز میرے کانوں میں گونجی' وہ میرے بائیں جانب پائے سے ٹیک لگائے کھڑا عجیب انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"ماہ رخ کے بارے میں اتنے اداس مت ہو' وہ اب تمہارے کسی کام کی نہیں رہی۔"

"ابھی ایک لمحے پہلے کاکا یہاں موجود تھی۔" میں نے عثمان غنی کو کاکا سے ہونے والی تمام گفتگو بڑی تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم بھی کسی اٹھنے والے ایسے طوفان کو دیکھ رہے ہو جس کے سامنے کوئی بند نہیں ٹھہر سکے گا' سارے بچے ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے؟"

"کل کے بارے میں سوچنے سے صحت پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔" وہ مسکرایا۔ "جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا پھر آج سے اپنی جان کو روگ لگانے سے کیا حاصل۔"

"احمد غوری نے اپنا بیان بدل دیا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے' اس کا برا وقت بھی نزدیک آگیا ہے لیکن اس کے بیان سے زیادہ مجھے نغمہ کی موت کا افسوس ہے' بڑی جان دار لڑکی تھی۔ تمہارا کیا خیال ہے۔"

اردو کے شاہکار سفرنامے	ضیاء ساجد	200/-
منتخب مشہور سفرنامے	ضیاء ساجد	250/-
منتخب مشہور افسانے	ضیاء ساجد	150/-
منتخب اعلیٰ افسانے	ضیاء ساجد	125/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

"میرا خیال ہے کہ ہمیں مرنے والوں کے بارے میں اس قسم کی گفتگو کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پھر جو زندہ ہیں ان کے بارے میں سوچو۔" عثمان غنی کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔

"تمہارا اشارہ غالباً ندا کی طرف ہے۔"

"ہاں۔" وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔ "اس سے پہلے کہ اسے باغ زندگانی' مرجھا چلی جوانی کا شعر اپنی بدنما صورت میں سامنے آئے انسان کو دل بھر کر خوشہ چینی کر لینی چاہیے۔ ڈالی پر کھلتے ہوئے کسی پھول کو توڑ کر اس کی خوبصورتی' اس کے حسن اور مہک سے لطف اندوز ہونے کا نام ہی زندگی ہے ورنہ دھوپ کی تپش سے پھول ڈالی پر ہی مرجھا کر سر ڈال دے تو اس کے کھلنے نہ کھلنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری مہک اسی کے ساتھ رخصت ہو جاتی ہے۔ میرا فلسفہ سمجھنے کی کوشش کرو رفیقی۔ جو کچھ آج ہاتھ لگے سمیٹ لو۔ کل کے بارے میں ذہن پر بوجھ نہ ڈالو۔"

"لیکن اب ۔۔۔"

"نہیں رفیقی ۔۔۔" عثمان غنی تیزی سے بولا۔ "میں نے تمہاری خوشنودی کی خاطر بھوشن کو مٹا دیا لیکن اسی شرط پر کہ تم ندا کو نہیں بخشو گے۔"

"میں انکار نہیں کروں گا مگر ۔۔۔"

"تم بھول رہے ہو رفیقی کہ میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ تمہاری کاکا دیوی بھی کئی بار تمہاری نگاہوں کے سامنے مجھ سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ۔۔۔ ہماری

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

پہلی ملاقات کب کہاں اور کن حالات میں ہوئی تھی۔" عثمان غنی نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تمہارے دوست نے اس وقت میرے حلیے کا مذاق اڑانے کی جسارت کی تھی لیکن میں نے اسے معاف کر دیا' جانتے ہو کیوں؟ میں تمہیں اپنی قوت کا کھیل دکھانا چاہتا تھا پھر یہ موقع بھی تمہارے دوست ہی نے فراہم کر دیا۔ اس نے مشورہ دیا تھا کہ میں آہنی دروازے کے فریم کی کسی جھری سے ہو کر اس قید خانے سے نکل جاؤں جہاں تم دونوں کو مہمان بنا کر رکھا گیا تھا۔ میں نے لوہے کے اس مضبوط دروازے سے باہر نکلنے کی خاطر مضحکہ خیز حرکتیں کی تھیں۔ میں چاہتا تو ہوا بن کر باہر نکل جاتا لیکن پھر میں نے اس وزنی دروازے کو کسی کتاب کی طرح شہادت سے نکال کر ایک طرف پھینک دیا تھا۔ میں وہاں آرام کرنے کی غرض سے موجود نہیں تھا' تمہیں بچانے کی خاطر پہلے سے پہنچ گیا تھا۔ صرف اس لیے کہ تم مجھے پسند آگئے تھے۔ میں تمہارے ذریعے زندگی کی رنگینیوں کو بہت قریب سے دیکھنا چاہتا تھا کیا تم بڑا کو دنیا کی رنگینیوں میں شمار نہیں کرو گے؟"

"معافی کی خاطر ہو میرے دوست۔" میں نے عثمان غنی کی خفگی دور کرنے کی خاطر مسکرا کر کہا۔ "میں نے تو صرف ایک امکانی بات کہنی چاہی تھی۔"

"جہاں میں ہوں وہاں امکانات اور قیاس آرائی کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔" وہ کسی ماہر فلسفی جیسے انداز میں بولا۔ "کسی بات کا عزم کر کے اسے عمل دینے والے زیادہ کامیاب نہیں ہوتے۔ صرف علم بے معنی سی چیز ہے' عمل نہ ہو تو تمام صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔"

"یہ تم نے فلسفہ کی ڈگری ۔۔۔"

"وقت مت ضائع کرو رفیقی۔" اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اول تو میں ضد نہیں کر سکتا دوسرے اس وقت میں ذرا جلدی میں بھی ہوں۔ ابھی مجھے بہت سارے کام نمٹانے ہیں۔ وقت کم ہو اور کام زیادہ تو پھر آرام کرنے سے بات نہیں بنتی۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہیں اپنی کرسی چھوڑ کر اٹھ جانا چاہیے۔"

میرے پاس عثمان غنی کی بات پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس کو ناراض کرنے کی صورت میں مجھے کاکا کی دشمنی مول لینا پڑتی جو مجھے کسی قیمت پر منظور نہیں تھی' عمارت کے پارکنگ شیڈ میں پہنچ کر میں نے دانش سے گاڑی کی چابی لی۔ اسے اپنی واپسی تک انتظار کرنے کی تاکید کی پھر انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی کو کھلی سڑک پر لے آیا۔ ہمارا رخ ندیم کے فارم ہاؤس کی جانب تھا۔

عثمان غنی میرے برابر والی سیٹ پر آلتی پالتی مارے بیٹھا بھاگتے ہوئے مناظر اور ہنگاموں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میں نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"کیا تم براہ راست خدا پر عاشق نہیں ہو سکتے؟" میرا انداز دوستانہ ہی تھا۔

"ہو سکتا رفیقی تو تمہاری مدد بھی نہ لیتا۔" اس نے اداس اور حسرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے اسے چھیڑا۔ "کیا کوئی خاص مجبوری لاحق ہے؟"

"ہاں ۔۔۔ مجھے میرے باپ کی بددعا لگ گئی ہے' وہ بھی تمہاری وجہ سے۔"

"میری وجہ سے؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میرے باپ نے مجھے تمہاری مدد کرنے سے روکا تھا لیکن میری سرکشی نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔"

"میں سمجھا نہیں' تمہارا باپ مجھے کیسے جانتا ہے؟" میں نے بے چینی سے سوال کیا۔

"تم بھی اسے جانتے ہو۔" اس نے تلملا کر جواب دیا۔ "اس نے میرے اوپر بندش لگانے کی کوشش کی تھی اور میں آزادی کا قائل ہوں' بس میں سرکشی پر اتر آیا۔"

"کیا تم مجھے اپنے والد کا نام بتانا پسند کرو گے؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔

"کیوں ۔۔۔؟" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "کیا تم میرے اس مہربان باپ کو اتنی جلدی بھول گئے جو میاں صاحب کے حکم پر تمہاری نگرانی کرتا تھا۔"

"اوہ ۔۔۔" میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں' ماضی کی یاد آئی تو میں تڑپ اٹھا۔ بہت سارے اچھے دن یاد آنے لگے۔ میاں صاحب کی خفگی مجھے بہت مہنگی پڑی تھی' وہ مجھ سے ناراض نہ ہوتے تو شاید کاکا میرے اوپر ایک لمحے کو بھی قابو پانے کا تصور نہیں کر سکتی تھی۔ جب تک صندل کی کراماتی انگوٹھی میری انگلی میں رہی میں پوری طرح محفوظ تھا لیکن اس کے بعد طاغوتی قوتیں مجھ سے اپنا حساب بے باق کرنے کے لیے الجھنے لگی تھیں' میرے اوپر سکون کا ایک ایک سانس لینا دوبھر ہو گیا تھا۔

"ماضی کو بھول کر حال میں واپس لوٹ آؤ رفیقی! ورنہ مجھے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔" عثمان غنی کو شاید اس وقت میری خاموشی اور سنجیدگی گراں گزری تھی۔ اس کی تیوری پر آنے والے بل اس بات کی ترجمانی کر رہے تھے کہ اس وقت وہ مجھے مضمحل یا اداس موڈ میں دیکھنے کو تیار نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں شعلہ بار ہو رہی تھیں۔

میں نہ چاہنے کے باوجود مسکرا دیا!!

آپ نے بہت سے سفرنامے پڑھے ہوں گے ۔۔۔۔۔۔۔۔
مگر ایسی لرزہ خیز کہانی آپ پہلی بار پڑھیں گے۔
جسے اردو کے صاحبِ طرز ادیب اور الفاظ کے جادوگر
قمر اجنالوی نے اپنے مخصوص انداز میں تحریر کیا۔۔۔۔۔

دھرتی کا سفر

انسانی تاریخ و آثار کے پس منظر میں ایک ہولناک سرگزشت

قیمت: حصہ اول/-300 حصہ دوم/-300

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار ۔ لاہور 2

میں نے ندیم کے فارم پہنچ کر اپنی گاڑی روک دی۔ نہ جانے وہ کون سا خوف تھا جس کی وجہ سے میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس سے پیشتر عثمان غنی نے اس طرح دھمکی دے کر کبھی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا پھر ندا کے بارے میں اس کو کس بات کی عجلت تھی؟

عثمان غنی نے گاڑی سے اترتے ہی میرا ہاتھ تھام لیا۔ اس کا ہاتھ روئی کے گالے کی مانند ملائم اور برف کی مانند سرد تھا لیکن اس کی نگاہوں میں اس وقت بھی خطرناک شعلوں کا رقص جاری تھا۔ اس نے اعتراف کیا تھا کہ وہ اس نیک اور رحم دل باپ کا بیٹا ہے جس نے میاں صاحب کے حکم پر قدم قدم پر میری نگرانی کی تھی۔ آنے والے خطروں سے آگاہ کیا تھا۔ میاں صاحب کے ناراض ہو جانے کے بعد وہ بھی اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا تھا لیکن اس نے عثمان غنی کو تاکید کی تھی کہ وہ کسی سلسلے میں بھی میرے ساتھ کوئی رابطہ قائم نہ کرے۔ اس تاکید نے عثمان غنی کو سرکشی پر آمادہ کر دیا۔ اس میں کوئی تعجب یا حیرت کی بات بھی نہیں تھی۔ مثل مشہور ہے کہ شیطان کے گھر اولیا اور اولیا کے گھر شیطان بھی پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اس قسم کے واقعات سے ہماری تاریخ کے اوراق بھی بھرے پڑے ہیں لیکن مجھے صرف اس بات سے سروکار تھا کہ عثمان غنی اپنے والد کی فطرت کے برعکس مجھے نیکی کے بجائے بدی کے راستے پر کیوں چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیا یہ صرف سرکشی تھی یا اس کے پیچھے کوئی راز بھی مخفی تھا؟

مجھے اس وقت خدا کے اس برگزیدہ کمبل پوش بزرگ کا خیال رہ رہ کر آ رہا تھا جن کی خفگی نے صندلی انگوٹھی کا تحفہ مجھ سے واپس لے لیا تھا اور پھر میں طاغوتی ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا تھا۔ کاکا نے بزرگ کا سایہ ختم ہو جانے کے بعد میرا مذاق اڑایا تھا۔ مجھے ذلیل کیا تھا۔ وہ مجھ پر پوری طرح مسلط ہو رہی تھی کہ اچانک ایک موڑ پر عثمان غنی سامنے آگیا پھر میں کاکا سے پیچھا چھڑا کر عثمان غنی کے ساتھ ہو لیا جس کی صرف ایک خواہش تھی کہ میں حسن کی سرکشی کو زیر کرتا رہوں۔ اس کے عوض وہ ہر طرح سے میری مدد کرنے کو تیار تھا۔ دو قوتوں کے درمیان پھنس کر میں نے اپنی طاقت کو فراموش کر دیا۔ میری خود اعتمادی کمزور پڑتی گئی پھر میرے قدموں میں لغزش آگئی۔ میں کئی مرحلوں پر عثمان غنی کے اشاروں پر ڈگمگا چکا تھا لیکن آج نہ جانے کیا بات تھی کہ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

لیڈی مکلارنس کے کہے ہوئے جملے میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔ اس نے مجھے دلدل سے دور رہنے کا مشورہ دیا پھر کاکا نمودار ہوئی۔ اس نے بھی کسی ایسے طوفان کی طرف اشارہ کیا تھا جو سب کچھ تباہ کر دینے کے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

لیے اٹھ رہا تھا۔ کاکا نے کہا تھا کہ اگر میں سندر ناریوں کے شریر سے کھیلنا بند کر دوں تو حالات تبدیل ہو سکتے ہیں لیکن میں نے اس کی بات بھی ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دی تھی۔ کاکا اور بھوشن میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا۔ اس کا تجربہ مجھے حالات کی چکی میں پسنے کے بعد ہوا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ بھوشن دوغلا ہونے کے باوجود کھل کر وار کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا جب کہ کاکا بہت گہری چال چلنے کی عادی تھی۔ وہ بظاہر اچھائی اور برائی کے توازن کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی تھی اور ایسی طاغوتی قوتوں کو ہوئے کار لا کر اپنا مطلب بھی نکال لیتی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے مجھے کسی آنے والے طوفان سے خوفزدہ کرکے عثمان غنی کو درمیان سے ہٹانے کی کوئی چال چلی ہو۔ بہرحال میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا کیا صحیح تھا اور کیا غلط یہ اوپر والے کو بہتر معلوم تھا؟

عثمان غنی میرا ہاتھ تھام کر فارم ہاؤس میں داخل ہوا۔ گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی مجھے راجو اور اس کے دو ساتھی نظر آئے جو تاش کھیلنے میں مصروف تھے۔ انہیں ہماری آمد کی کوئی اطلاع نہیں ہوئی۔ عثمان غنی میرا ہاتھ تھام کر راجو کے عقب میں پہنچ گیا۔ اس کی یہ حرکت بھی میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ وہ فارم ہاؤس میں میرے ذریعے ندا کے حسن کو پامال کر کے اپنے کسی جذبے کی تسکین کی خاطر آیا تھا پھر وہ راجو کے عقب میں جا کر رک کیوں گیا؟ راجو اس وقت اپنے پتے اٹھا کر آہستہ آہستہ دیکھ رہا تھا۔ میز پر داؤ پر لگائی ہوئی رقم خاصی تعداد میں موجود تھی۔

راجو کے ہونٹوں کے درمیان پھنسا ہوا سگریٹ دھواں دے رہا تھا۔ اس کی نگاہیں ان پتوں پر جمی ہوئی تھیں جنہیں وہ کسی ماہر پیشہ ور جواری کی طرح انگلی سے دبا کر آہستہ آہستہ کھسکا رہا تھا۔ پہلا پتا بادشاہ تھا۔ دوسرا کارڈ جو سامنے آیا وہ اسی رنگ کی بیگم تھی۔ راجو کے دل کی دھڑکنیں اس وقت ضرور تیز ہو رہی ہوں گی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب اضطرابی کیفیت تھی پھر تیسرا پتا سامنے آیا وہ بھی اسی رنگ کا غلام ثابت ہوا۔ راجو کو اس خوشی میں اچھل پڑنا چاہیے تھا لیکن اس کے چہرے پر مردنی چھائی۔ یہ بھی اس کی پیشہ ورانہ مہارت کی دلیل تھی۔ اس نے حیرت انگیز طور پر اپنے دونوں ساتھیوں کو غلط فہمی کا شکار کرنے کی خاطر بجھے ہوئے انداز میں باری باری دیکھا' درمیان میں پڑی ہوئی رقم پر ایک نگاہ ڈالی پھر کچھ دیر ہچکچانے کے بعد اس نے ایک چال اور چل دی۔ پتوں کو اس نے اپنے سامنے میز پر رکھ دیا تھا۔

"کیا بات ہے استاد۔" راجو کے ایک ساتھی نے مسکرا کر اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "ہمیں بلف کر رہے ہو یا پکا کر کھانے کا ارادہ ہے۔"

"ایک چال میری بھی۔" دوسرے نے راجو کے کوئی جواب دینے سے پیشتر ہی ایک مخصوص رقم گن کر روپوں کے ڈھیر میں ملا دی۔

"کیا تم ایک دلچسپ کھیل کھیلنا پسند کرو گے؟" عثمان غنی نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

"وہ کیا؟"

"پتوں کے اعتبار سے جیت راجو کی ہونی چاہیے لیکن تم اگر کہو تو میں اس کی جیت کو ہار میں تبدیل کر سکتا ہوں۔"

"یہ کس طرح ممکن ہے۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"عثمان غنی کے لیے کسی ناممکن کو ممکن بنانا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر تینوں کھلاڑیوں کے پتے تبدیل کر دیے لیکن تینوں میں سے شاید کسی نے پتوں کی اس واضح حرکت کو محسوس نہیں کیا۔ کھیل جاری رہا۔ درمیان میں پڑے نوٹوں میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا۔ راجو اپنی جگہ پکا تھا چنانچہ اس کے باقی دونوں ساتھیوں نے قواعد کے مطابق مطلوبہ رقم میز پر ڈال کر ایک دوسرے کے پتے دیکھے' دونوں ہی کی حیرت اپنی اپنی جگہ بجا تھی لیکن پھر ان میں سے ایک نے اپنے کارڈ پھینک دیے۔ کھیل کا سلسلہ دوبارہ جاری ہو گیا۔ رقم میں اضافہ ہوتا گیا پھر راجو نے ڈاج دینے کی خاطر اپنے پتوں کو دوبارہ اٹھایا۔ اس طرح وہ اپنے مقابل کو مزید پکا کر ہڑپ کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کی انگلیاں پتوں پر ٹھہر کر رہ گئیں جو حیرت انگیز طور پر تبدیل ہو چکے تھے۔ اس نے اپنی آنکھ مل کر دوبارہ پتوں کو غور سے دیکھا۔ اپنی بینائی پر اسے یقیناً شبہ ہو رہا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی بھی وہی کیفیت ہوتی۔ بادشاہ' بیگم اور غلام کے بجائے اب اس کے ہاتھوں میں تین' پانچ اور سات تھے۔ وہ بھی مختلف رنگوں کے۔ اس کا سٹپٹا جانا قدرتی امر تھا۔

"کس سوچ میں کھو گئے استاد۔" مد مقابل نے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم فلش کے ماہر ہو لیکن آج۔"

"شو کرو۔" راجو رقم میز پر ڈال کر تیزی سے بولا۔

مد مقابل نے اپنے پتے میز پر کھول کر رکھ دیے۔ اس کے پاس چھے' سات' آٹھ تھا۔ راجو نے جھپٹ کر گڈی پر رکھے ہوئے آخری تین پتوں کو دیکھا وہ بھی بدلے ہوئے تھے۔ مد مقابل نے جیت کی رقم سمیٹ لی۔

"پسند آیا تمہیں یہ تماشا؟" عثمان غنی نے بائیں پلک جھپکا کر کہا۔ "ذرا سوچو' اس وقت راجو کے دل و دماغ پر کیا گزر رہی ہوگی۔"

"تم نے اس غریب کی جیت کو شکست میں تبدیل کر دیا۔"

aazzamm@yahoo.com

میں نے راجو سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

"تم واقف نہیں ہو ندا بی بی۔" عثمان غنی نے جواب دیا۔ "راجو ایک بہترین شاطر ہے' مستقل جیتتا ہے۔ آج بھی یہ ہار میں نہیں ہے اس کے باوجود بھی خاموش بیٹھا انگارے چبا رہا ہے۔ چھوڑو اسے۔ ہم یہاں کسی اور مقصد کے لیے آئے تھے۔"

عثمان غنی مجھے لے کر زمین دوز کمرے کی طرف چل دیا۔ اس نے بڑے نفسیاتی طور پر میری کیفیت کو تبدیل کر دیا تھا۔ اب میرے دل کی دھڑکن ختم ہو چکی تھی۔ ہم نیچے کمرے میں پہنچے تو ندا مجھے دیکھ کر جلدی سے اٹھ گئی۔ وہ اپنے کسی خیال میں گم نیم دراز تھی۔ عثمان غنی نے اسے ایک نظر بھر کر دیکھا پھر میرا ہاتھ آہستہ سے دبا کر بولا۔

"میں تمہیں پیشگی مبارکباد دیتا ہوں۔ تمہاری آج کی کامیابی دوسری تمام فتوحات سے زیادہ اور ہنگامہ خیز ثابت ہوگی۔ ایمان سے کہو کیا اس وقت ندا تمہیں پر جھومتی ہوئی کسی ادھ کھلی کلی سے زیادہ حسین نہیں لگ رہی ہے؟"

عثمان غنی اپنا جملہ مکمل کر کے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ ندا کا حسن بے مثال تھا۔ اس کی کمسنی قابل دید تھی۔ وہ مجھے اپنائیت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور میرے دل میں چھپا شیطان اس کی معصومیت پر مسکرا رہا تھا۔

"میں اس قید تنہائی سے تنگ آ چکی ہوں۔" اس نے بیزاری کا اظہار کیا۔ "میں نے شاید تمہارے کہنے پر عمل کر کے غلطی کی تھی' میں بے قصور تھی' احمد غوری نے مجھے موت کی دھمکی دے کر پروفیسر ابرار کے ذہن کو مفلوج کرنے کی سازش میں زبردستی شریک کیا تھا یہی بیان میں پولیس کو اور عدالت کو بھی دے سکتی تھی۔"

"غلط سوچ رہی ہو۔" میں نے اس کی بات کی نفی کی۔ "وہ رقم جو تم بطور معاوضہ قبول کر چکی تھیں اس بات کی دلیل بن سکتی تھی کہ تمہارا بیان غلط ہے۔"

"میں رقم بھی واپس کر دیتی۔"

"کوئی فرق نہ پڑتا۔" میں نے اس کے قریب بیٹھ کر کہا۔ "پروفیسر ابرار کی شخصیت اس وقت بین الاقوامی شہرت کی حامل ہے۔ وہ جس فارمولے پر کام کر رہا ہے اس کی کامیابی کی صورت میں اگر اسے سونے میں اور جواہرات میں بھی تولا جائے تو بہت کم ہوگا۔ تمہیں پولیس یا عدالت کے روبرو یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ تم اسے کسی بھی وجہ سے ذہنی طور پر معذور کرنے کی خاطر دو چار ڈوز پلا چکی ہو۔ قابل معافی نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔"

"میں اپنے کیے کی سزا بھی بھگتنے پر آمادہ ہو جاتی۔" اس نے جذباتی انداز میں کہا۔ "میں نے بہرحال اپنے وطن سے غداری کا جرم کیا تھا۔ اس کی سزا میرے لیے اس قید تنہائی سے زیادہ اذیتناک نہ ثابت ہوگی۔"

"یہ تمہاری بھول ہے۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جو فرد ایک بار بھی جیل کی ہوا کھا لیتا ہے پھر معاشرہ اس کی بے گناہی کو تسلیم نہیں کرتا۔ اسے اچھی نظروں سے بھی نہیں دیکھتا۔"

"اب اگر احمد غوری نے زبان کھول دی تو۔" اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے گھورا۔

"وہ اپنی زبان کھول چکا ہے۔" میں نے دلی زبان میں کہا۔

"نہیں۔" ندا نے سہم کر کہا پھر کچھ توقف کے بعد بولی۔ "اب میری پوزیشن کیا ہوگی۔ کیا اب قانون مجھے معاف کر دے گا۔"

"اسی وجہ سے فی الحال تمہارا سامنے آنا مناسب نہ ہوگا۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "احمد غوری تمہارا نام لینے کے بعد بھی سزا سے نہیں بچ سکے گا۔ اسے سزا ہو لینے دو۔ اس کے بعد تم سامنے آ کر یہ بیان دے سکتی ہو کہ تم چونکہ احمد غوری کی سازش سے واقف ہو چکی تھیں اس لیے اس کی گرفتاری کے بعد انڈر گراؤنڈ ہونے پر مجبور ہو گئی تھیں اگر ایسا نہ کرتیں تو وہ ملک دشمن عناصر جو احمد غوری کے ذریعے پروفیسر کو ذہنی طور پر قلاش کر کے فارمولا حاصل کرنا چاہتے تھے وہ تمہیں کسی قیمت پر زندہ نہ چھوڑتے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس طرح قانون میرے حق میں زیادہ تیخ ثابت نہ ہو لیکن وہ لوگ جو احمد غوری کو استعمال کر رہے تھے کیا میرے سامنے آنے کے بعد مجھے زندہ چھوڑ دیں گے؟ نہیں' یہ ناممکن ہے۔" اس نے ایک معقول بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے جانے دو۔ شاید میں جیل میں زیادہ بہتر طور پر اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکتی ہوں۔"

"گناہ کا صرف نام ہے یا کبھی اس کا تجربہ بھی کر چکی ہو۔" میں نے اس کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر سرسراتی آواز میں کہا تو وہ مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"تت۔۔۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"احمد غوری نے بیان دیا ہے کہ تم اس کی داشتہ بن کر اس کی شریک کار تھیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ سراسر بہتان ہے۔" وہ مجسم احتجاج بن گئی۔ "میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔"

"جیل کے بارے میں کیا سمجھتی ہو؟" میں نے کسی شکاری کی طرح اسے اپنے جال میں پھانسنے کی خاطر ایک حربہ اور استعمال کیا۔ "وہاں وقت سے بہت پہلے کسی بھی عورت کو ان اذیتناک اور ناقابل بیان تجربوں سے دوچار کر دیا جاتا ہے جس:

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کے بعد وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ جاتیں۔ اخبارات میں آئے دن اس قسم کی خبریں شائع ہوتی ہیں لیکن گناہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہوس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ کبھی دولت کی ہوس اور کبھی بوالہوسی کی۔"

میرا ذہن اس وقت اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ شاید عثمان غنی کی شیطانی قوتوں نے مجھے اکسایا تھا یا پھر ندا کی کسی کسی معصوم نگاہوں میں مجھے تشنگی کا کوئی جذبہ نظر آ رہا تھا جس نے میری نگاہوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ میں اسے جن نظروں سے گھور رہا تھا شاید وہ ان کا مفہوم بھانپ گئی تھی۔

"تت۔۔۔ تم آج کچھ بدلے بدلے سے نظر آ رہے ہو؟" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"تم بھی بدل جاؤ۔ زندگی میں ہر تبدیلی ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہے۔" میں بہکنے لگا۔

"جلدی کرو رفیق۔" میرے کانوں میں عثمان غنی کی آواز ابھری۔ "وقت گزر گیا تو پھر سونے کی یہ چڑیا ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔" میں نے ذہنی طور پر مسکرا کر عثمان غنی سے کہا۔ "تم ہر ناممکن کو ممکن بنانے کی طاقت رکھتے ہو پھر تمہیں جلدی کس بات کی ہے۔"

"تم وقت کی رفتار کو نہیں محسوس کر سکتے۔" عثمان غنی کے لہجے میں اضطراب شامل ہو گیا۔ "ہمیں یہاں سے جلدی جانا ہے۔"

"کیا۔۔۔ کیا تم کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہو؟"

"ر۔۔۔ رفیق۔ اس سنہری چڑیا کو جلدی شکار کرو۔ اس کے بعد ۔۔۔ ہوں گی۔"

ندا مجھے بہت غور سے دیکھے جا رہی تھی۔ میں نے ایک دو قدم اور بڑھائے تو اس کے تنفس کی رفتار دو چند ہو گئی۔ میرے ۔۔۔ اس کی کیفیت دیکھ کر عجیب لہر دوڑ گئی میں کسی عقاب کی طرح اس کی سمت جھپٹا لیکن کوئی نادیدہ طاقت ہمارے درمیان حائل ہو گئی۔ میرے بڑھتے ہوئے قدموں میں جیسے کسی نے بیڑیاں ڈال دی تھیں۔ میرے جسم کی ساری قوت جیسے سلب ہو گئی۔ میں شاید پتھر کا بن گیا تھا۔ میرے ذہن میں گرم آندھیوں کے تیز جھکڑ چلنے لگے۔ "عثمان غنی۔" میں نے دل ہی دل میں عثمان غنی کو آواز دی۔ "یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟" عثمان غنی کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا پھر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی پوری شدت سے میرا گلا گھونٹنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے اپنی سانس گھٹتی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی شاید ندا کی کوئی دعا اس کے حق میں قبول ہو گئی تھی۔ میں کچھ عجیب کیفیت سے دوچار تھا۔ میں خیال دل سے نکال کر واپسی کے راستے پر پلٹا تو میرے جسم کی قوت بحال ہو گئی۔ میں دیوانوں کی طرح بھاگتا ہوا تہہ خانے سے نکل کر اوپر آ گیا۔ مجھے راجو یا اس کے ساتھی نظر نہیں آئے۔ مجھے ان کے بارے میں سوچنے کا ہوش بھی نہیں تھا۔ مجھے در و دیوار اس طرح لرزتے دکھائی دے رہے تھے جیسے زلزلے نے فارم ہاؤس کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہو۔

دفتر پہنچتے پہنچتے میری طبیعت غیر ہونے لگی۔ میں آفس میں جانے کے بجائے نیچے سے ہی گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔ گاڑی اب دانش ڈرائیو کر رہا تھا میں نے آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لی۔ میرے ذہن پر شدید غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ مجھے اپنا پورا جسم انتہائی گرم محسوس ہو رہا تھا شاید خوف کے کسی احساس نے مجھے بخار کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ ندا کا چہرہ ابھی تک میرے تصورات کے پردے پر متحرک نظر آ رہا تھا۔ میں حالات کے اس تغیر کے بارے میں سوچنے لگا۔ عثمان غنی اچانک کہاں غائب ہو گیا تھا؟ اس نے میری پکار کا کوئی جواب کیوں نہیں دیا؟ کیا کوئی دو طاقتیں اچانک ٹکرا گئی تھیں جس نے ہوا کا رخ یکلخت تبدیل کر دیا تھا؟ میں ندا کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ تکتا رہا پھر اس کا تصور دھندلانے لگا۔ اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہیں رہا۔

☐——✻——☐

مجھے کب ہوش آیا مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن بہرحال کمرے میں گھپ اندھیرا ہونے کی وجہ سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ رات کا وقت ہو گا۔ میرے اندر اس وقت شدید نقاہت موجود تھی۔ میرا بدن بخار سے جل رہا تھا۔

"پانی۔" میں نے عارفہ کو آواز دی۔ وہ میری ایک آواز پر اٹھ جانے کی عادی تھی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ میری تیمارداری کی وجہ سے تھک گئی تھی' بہت زیادہ جاگتی رہی تھی جو گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے دوبارہ آواز دی' پیاس کی وجہ سے میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ دوسری بار بھی عارفہ نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے ٹٹولا' وہ میرے قریب ہی لیٹی تھی۔ اس کا بازو تھام کر میں نے جگانے کی کوشش کی لیکن اب بھی وہ خاموش تھی۔ نہ جانے کیوں خوف کی ایک انجانی لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر بیڈ سوئچ آن کیا تو خواب گاہ روشن ہو گئی لیکن اس کے ساتھ ہی میں چیخ مار کر اٹھ بیٹھا۔ عارفہ بستر پر موجود تھی مگر اس کی حالت دیکھ کر میں اپنی کربناک چیخ ضبط نہ کر سکا۔

کسی ظالم نے میری عارفہ کو مجھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھین لیا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے ابل کر بہنے والا خون اس کے چہرے اور بستر پر جذب ہو کر رہ گیا تھا' اس کی غزالی آنکھیں اپنے حلقوں کے اندر پتھرا کر رہ گئی تھیں یا شاید کوئی ایسا خوفناک اور بھیانک منظر تھا جس نے اسے پلک جھپکانے کی مہلت بھی نہیں دی تھی۔ میں نے بوکھلا کر اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ میں سمجھا تھا کہ میرا ساتھ چھوڑ چکی ہے لیکن اس کے دل کی دھڑکنیں ابھی جاگ رہی تھیں۔ زندگی کی رمق ابھی اس کے وجود میں باقی تھی۔ میں نے سر اٹھا کر دیوانہ وار اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا جو آہستہ آہستہ سست رفتار سے چل رہی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ موت اور زندگی کا فاصلہ گھٹ رہا ہے۔

میں نے دیوانوں کی طرح اسے بازو تھام کر جھنجھوڑا تو اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں زندگی کی حرارت بیدار ہونے لگی۔

"عارفہ۔۔۔ تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے؟" میں نے اسے پھر مخاطب کیا جواب میں اس نے بہت ہی سلو موشن میں گردن کو بمشکل جنبش دے کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ویرانیوں کا راج تھا' حسرتیں تڑپ رہی تھیں' بے بسی کا احساس جھلک رہا تھا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن قوت گویائی بحال نہ ہو سکی۔ اس کے مخروطی اور گداز ہونٹ سوکھے پتوں کی طرح کپکپا کر رہ گئے۔

میں نے ڈاکٹر کو فون کرنے کی خاطر اٹھنا چاہا' میری حالت غیر ہو رہی تھی۔ میں ندیم کو بھی اس اندوہناک سانحے کی اطلاع کرنا چاہتا تھا لیکن عارفہ کے کمزور ہاتھوں نے میری کلائی تھام لی۔

"تت۔۔۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گی عارفہ۔" میں نے پلٹ کر اس کو بڑے پیار سے مخاطب کیا۔ "میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ ہاں عارفہ۔ تم میرے لیے زندہ رہو گی۔ سب سے انمول شے ہو' ہم ایک ساتھ جئیں گے' ایک ساتھ مریں گے۔ تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا؟"

جواب میں ایک اداس سے تبسم نے اس کے سوکھے ہونٹوں پر تڑپ کر دم توڑ دیا۔ میری وحشت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ عارفہ نے صرف آخری سنبھالا لیا ہے' زندگی کی لو چراغ آخر شب کی مانند ٹمٹماتی نظر آ رہی تھی۔

"پریشان مت ہو میری روح۔" میں نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے اسے تسلی دی۔ "میں ابھی ڈاکٹر کو فون کر کے بلاتا ہوں۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔" وہ بڑی نحیف آواز میں بولی۔ "اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"مایوسی کی باتیں مت کرو عارفہ پلیز۔"

"وقت بہت کم رہ گیا ہے۔" اس نے التجا کی "مجھے ایک لمحے کے لیے بھی چھوڑ کر نہ جاؤ کیا خبر کون سی سانس میری آخری۔۔۔"

"خدا کے لیے عارفہ۔" میں کرب سے بلبلا اٹھا۔ "ایسی باتیں مت کرو ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

"ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی تھا۔" اس نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں میری زندگی۔" میں نے اس کی پیشانی کو سہلاتے ہوئے پوچھا۔ "تم۔۔۔ کیا کہنا چاہ رہی ہو؟"

"تم۔۔۔ میں نے۔۔۔ زہر کھایا ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔ اس کے ساتھ ہی۔۔۔ کچھ آنسو اس کی پلکوں میں الجھ کر تھرتھرانے لگے۔

"زہر۔" میں تڑپ اٹھا۔

"ہاں۔" اس نے اثبات میں گردن کو برائے نام جنبش دی۔ "میرے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔"

"خدا کے لیے عارفہ مجھے بتاؤ کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"عورت کی سب سے قیمتی اور انمول شے اس کی آبرو ہوتی ہے جب وہ لٹ جائے تو۔۔۔"

"عارفہ۔" میں چیخ اٹھا۔ "تم شاید کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔"

"نہیں۔ میں مرتے وقت غلط بیانی نہیں کروں گی۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "مجھے معاف کر دینا شہباز۔ میرا خدا گواہ ہے کہ میرے اوپر جو کچھ گزری اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا لیکن وہ۔۔۔ وہ۔۔۔"

"کون تھا؟ تم اس وقت کہاں تھیں؟ کیا گھر کے تمام ملازم مر گئے تھے؟" میں نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔ میرے دماغ کی نسیں پھٹنے لگی تھیں۔

"وہ۔ بس اچانک ہی کسی ہوا کے جھونکے کی طرح میری خواب گاہ میں داخل ہوا تھا۔۔۔ بس۔ میں اسے دیکھ کر سہم گئی۔" عارفہ رک رک کر بتا رہی تھی۔ "اس کی آنکھوں میں بھیانک شعلے رقص کر رہے تھے۔ اس پر ہوس کا بھوت سوار تھا۔ میں نے اس کی بڑی منت کی۔ بہت ہاتھ پاؤں جوڑے لیکن۔۔۔"

"کیا تمہیں اس کا حلیہ یاد ہے؟" بھیانک شعلوں کے رقص کے حوالے سے میرے ذہن میں عثمان غنی کا تصور ابھرا پھر جب میرے بے حد اصرار پر عارفہ نے اس کا حلیہ بیان کیا تو میری سانسیں سینے میں گھٹنے لگیں۔ وہ جو تفصیل بتا رہی تھی وہ عثمان کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھی۔

میرے ذہن میں تیز آندھی کے جھکڑ چلنے لگے۔ وہ جو میرے ذریعے چمن کے دوسرے پھولوں اور کلیوں کو پامال کرتا رہا تھا اس نے آخر مجھ سے کس بات کا انتقام لیا تھا؟ کیا ندا کے سلسلے میں وہ مجھ سے ناراض ہو گیا تھا؟ اس لیے کہ میں نے عجلت سے کام نہیں لیا تھا؟ میرا ذہن میرا ساتھ چھوڑ رہا تھا اگر وہ روئے زمین پر کسی نظر آنے والی مخلوق کی بات ہوتی تو میں دنیا کی آخری سرحدوں تک اس کا پیچھا کر کے اس سے عارفہ کا انتقام لے سکتا تھا لیکن عثمان غنی۔ وہ ایک معزز اور نیک دل

جنات کا خبیث اور نافرمان بیٹا تھا۔ اس کا سراغ لگانا انسان کے بس کی بات نہیں تھی اگر وہ کسی کی آبرو ریزی کا خواہشمند تھا تو پھر اس نے میرا سہارا کیوں لیا تھا؟ وہ ملیحہ کی مجبوری سے بھی فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ سلطان قیصر کا حوالہ دے کر نغمہ کو بھی برباد کر سکتا تھا۔ ماہ رخ کی خلوتوں میں بھی مخل ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی نام تھے جن کے ذریعے وہ اپنے اندر کی آگ سرد کر سکتا تھا۔ وہ مجھے رقیبی کہہ کر مخاطب کرتا تھا لیکن اس نے میرے اعتماد کو دھوکا دے کر میری عزت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ شاید اسی لیے جب ندا کے قریب پہنچ کر میں نے ایک موقع پر اسے آواز دی تھی تو اس کی سمت سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ وہ اگر مجھ سے خفا ہو گیا تھا تو از خود ندا کی [illegible] کو روند سکتا تھا؟ مگر اس نے عارفہ کا انتخاب کر لیا۔ آخر کیوں؟

"کیا سوچ رہے ہو شہباز؟" عارفہ کی درد بھری آواز پگھلے ہوئے سیسے کی طرح میرے وجود میں اترنے لگی۔ "مجھ سے باتیں کرو۔ پیاری پیاری۔ میٹھی میٹھی۔ میرے پاس وقت کم ہے۔ مجھے ہنستے ہوئے رخصت کرنا ورنہ میری روح۔۔۔"

وقت گزرنے کا احساس میری وحشتوں میں اضافہ کر رہا تھا۔ عارفہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی۔ ایسے میں کوئی فوری طبی امداد اسے موت کی آخری سرحدوں سے زندگی کی طرف واپس بھی لا سکتی تھی۔ میں نے اسے پیار سے دیکھا پھر ہاتھ چھڑا کر باہر کی جانب لپکا۔ میرا ذہن مفلوج ہو رہا تھا۔ حالات کی ستم ظریفی اور وقت کی نزاکت نے شاید مجھے پاگل کر دیا تھا۔ مجھے جلدی میں یہ بھی یاد نہیں آیا کہ ایک فون میری خوابگاہ میں بھی موجود تھا۔ میں آندھی اور طوفان کی طرح دوڑتا ہوا خواب گاہ کے دروازے تک پہنچا۔ میں نے اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن کسی نے غالباً اسے باہر سے مقفل کر دیا تھا۔ یقیناً اس میں بھی عثمان غنی کی شرارت کو دخل رہا ہوگا۔ شاید اسے عارفہ کی زندگی منظور نہیں تھی۔

"عثمان غنی۔" میں نے اسے پوری شدت سے آواز دی۔ "میرے اوپر رحم کرو۔ عارفہ کو موت کے چنگل سے بچاؤ۔"

دوسری جانب سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ میں نے کالا کی ماورائی قوت کو پکارا مگر شاید وہ بھی مجھ سے روٹھ چکی تھی۔ میری دیوانگی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ میری کیفیت اس خطرناک دیوانے سے مختلف نہیں تھی جس کے ہاتھ پیر جکڑ دیے گئے ہوں۔ میرے ذہن میں لیڈی مکارلس کا خیال ابھرا۔ امید کی ایک کرن روشن ہوئی۔ میں نے اسے بھی مدد کے لیے آواز دی مگر اس کی طرف سے بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ میں پلٹ کر عارفہ کے قریب آ گیا۔ بولنے کی وجہ سے اس کے منہ سے تازہ خون دوبارہ رسنے لگا تھا۔ موت کی دیوی اسے اپنی مکروہ باہنوں میں سمیٹ لینے کو مضطرب نظر آ رہی تھی۔ عارفہ کی سانسیں اب رک رک کر چل رہی تھیں۔ اس کے پورے وجود کو آہستہ آہستہ جھٹکا لگ رہا تھا۔ غالباً روح قفس عنصری سے پرواز کرنے کی خاطر پر تول رہی تھی۔

"عارفہ۔" میں تڑپ اٹھا۔ "مجھے تنہا چھوڑ کر مت جانا ورنہ میں بھی نہ جی سکوں گا۔"

"ہمت سے کام لو شہباز۔ زندگی اس کی امانت ہے۔"

"اور تم نے اس امانت میں خیانت کرنے کی حماقت کی ہے۔" میں جھنجلا گیا۔

"میں ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو گئی تھی۔"

"لیکن تم بے قصور تھیں۔" میں نے پیار سے اس کے بازو تھام لیے۔ "میرا انتظار تو کیا ہوتا۔"

"اللہ سے دعا کرو شہباز۔" وہ مجسم التجا بن گئی۔ آنسو اب اس کی پلکوں سے ڈھلکنے لگے تھے پھر وہ ایک ہچکی لے کر بولی۔ "آج تمہاری امی مجھے بڑی شدت سے یاد آ رہی ہیں۔"

ماں کا نام سن کر میرے زخم تازہ ہو گئے۔ ان زخموں پر ایک اور نشتر لگنے والا تھا۔ عارفہ کی پلکیں جھپکنے لگیں۔ موت اپنی آغوش کشادہ کر رہی تھی۔ یکلخت روشنی کی ایک آخری کرن میرے ذہن میں بجلی بن کر کوندی۔ کمبل پوش بزرگ! میں نے دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں جوڑ لیے۔ انہیں بڑے خلوص سے آواز دی۔ "آپ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں، مجھے آپ کی روحانی قوتوں پر مکمل یقین ہے۔ میری مدد فرمائیں۔ خدا سے میری سفارش کر دیں عارفہ کی زندگی کے لیے۔"

"خود کو سنبھالو میرے عزیز۔" میرے کانوں میں عثمان غنی کے نیک دل باپ کی آواز گونجی۔ "تم گناہ کے مرتکب ہو رہے ہو۔ وہ لاشریک ہے۔ اس سے اگر کچھ مانگنا ہے تو براہ راست مانگو۔"

"میرے محترم۔" میں نے شکوہ کیا۔ "آپ کی سرکش اور نافرمان اولاد نے۔۔۔"

"مجھے شرمندگی ہے لیکن مکافات عمل کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جاری رہتا ہے تاکہ انسان غفلت کا شکار نہ ہو۔ غم بھی قدرت کی طرف سے سنبھلنے کا ایک اشارہ ہوتا ہے۔ جو اس اشارے کو پا لیتے ہیں وہ سرخرو ہوتے ہیں جو اپنی روش پر قائم رہتے ہیں ان کی رسی اور دراز کر دی جاتی ہے۔"

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں لیکن عارفہ۔۔۔"

"عارفہ بھی ایک عورت ہے میرے عزیز۔ اس کی عزت اور عصمت بھی دوسری خواتین کی طرح اس صاف و شفاف شیشے کی مانند ہے جس میں اگر کوئی بال پڑ جائے تو وہ آخری دم تک قائم رہتا ہے مگر تم اس سچائی کو بھلا بیٹھے تھے۔ آگ جب اپنے دامن تک پہنچی تو جھلسنے کا احساس ہو رہا ہے۔"

"وقت تنگ ہو رہا ہے میرے محترم۔" میں نے عارفہ کے

aazzamm@yahoo.com

چہرے پر موت کے سایوں کو منڈلاتے دیکھ کر عاجزی سے کہا۔ "مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔"

"پیار و محبت میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ عارفہ کو اپنی آغوش میں سمیٹ لو۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔"

"کیا اس آڑے وقت میں کمبل پوش بزرگ کی دعائیں بھی میرے کسی کام نہیں آسکیں گی؟"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ عارفہ کی نگاہیں اب پتھرانے لگی تھیں۔ میں کانٹوں پر تڑپ رہا تھا۔ وقت کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ عارفہ رہ رہ کر ہچکیاں لے رہی تھی۔ کوئی بھی آنے والی ہچکی موت کی آخری ہچکی بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ میں کچھ اور نہ کر سکا تو میں نے اسے اپنی باہنوں میں پوری شدت سے سمیٹ لیا۔

"عارفہ۔۔۔ میری زندگی۔۔۔ میری روح۔۔۔ مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جاؤ۔"

میں بار بار انہی الفاظ کو دہرا رہا تھا۔ میرے ہاتھوں کا حلقہ تنگ ہو رہا تھا۔ شاید میں عارفہ کو اپنے دل کی آواز سنانا چاہتا تھا لیکن اچانک اس کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرا دم گھٹ رہا ہے۔ پلیز یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔"

میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ عارفہ مجھے عجیب شوخ نظروں سے گھور رہی تھی۔ خواب گاہ میں روشن نائٹ بلب کی روشنی میں وہ اس وقت مجھے بالکل پہلے کی طرح تر و تازہ نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی۔ اس پر زندگی کا سورج پوری آب و تاب سے دمک رہا تھا۔ میں نے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا۔ اس کے گداز ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ مچل رہی تھی۔ خون کا دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا۔ میں نے بوکھلا کر عارفہ کو اپنی باہنوں کے حصار سے آزاد کر دیا۔ بیڈ سوئچ کو آن کیا تو ہر شے اپنی اصلی حالت میں موجود تھی۔ شاید میں نے کوئی بھیانک اور ڈراونا خواب دیکھا تھا جس کے اثرات ابھی تک میرے چہرے پر پسینے کی شکل میں موجود تھے۔ میں نے دل ہی دل میں رب کا شکر ادا کیا۔

"آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟" عارفہ نے اپنے نائٹ گاؤن کی بے ترتیبی کو درست کرتے ہوئے بڑے پیار سے پوچھا پھر خود ہی میری نبض پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "خدا کا شکر ہے کہ بخار اب ٹوٹتا نظر آ رہا ہے ورنہ دو دن سے تو آپ کو کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔"

"کیا میں دو دن تک بے ہوش رہا ہوں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"پریشان مت ہوں۔" وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ "ڈاکٹر نے آج شام ہی یقین دلایا تھا کہ آپ بہت جلد ہوش میں آجائیں گے۔ نسیم اور ندیم بھائی بھی آپ کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ نسیم دن رات آپ کی تیمارداری میں میرا ہاتھ بٹاتی ہے۔ ندیم بھائی بھی ہر وقت کھوئے کھوئے سے نظر آتے ہیں۔"

"یہ سب تم لوگوں کی محبت کا نتیجہ ہے ورنہ۔۔۔"

"آپ فی الحال زیادہ باتیں کرنے سے پرہیز کریں۔ آپ کو سکون اور آرام کی ضرورت ہے۔"

پھر وہ اٹھنے لگی تو میں نے پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

"لباس تبدیل کر کے شکرانے کی نماز ادا کروں گی۔" وہ مسکرا کر مسہری سے نیچے اترتے ہوئے بولی۔ "میں نے آپ کی صحت یابی کے لیے بارہ نفلوں کی منت مانی تھی۔"

میں عقیدت بھری نظروں سے عارفہ کو دیکھتا رہا لیکن خواب کی باتیں ابھی تک میرے اعصاب پر طاری تھیں۔

دو روز بعد میں شام کو لان پر بیٹھا سب کے ساتھ چائے پی رہا تھا کہ سراج آ گیا۔ عارفہ اور نسیم اٹھ کر اندر چلی گئیں۔ میری طبیعت اب بالکل ٹھیک ہو چکی تھی۔ میں صبح دفتر جانے کے لیے تیار بھی ہوا تھا لیکن نسیم اور عارفہ نے مل کر ایک روز اور آرام کر لینے کا تقاضا اتنے اصرار سے کیا کہ میں ان کی بات رد نہ کر سکا۔ میری بیماری کے دوران میرے عملے کے افراد فون کے ذریعہ روزانہ میری خیریت دریافت کیا کرتے تھے۔ ان دو دنوں میں حالات نے کیا صورت اختیار کی تھی مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ ندیم نے بھی مجھ سے کسی بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ عارفہ اور نسیم ہر وقت میری دلجوئی اور دیکھ بھال کی خاطر مجھے اس طرح گھیرے رہتی تھیں کہ مجھے تنہائی میں ندیم سے گفتگو کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

سراج نے آکر سب سے پہلے میری خیریت دریافت کی کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی باتیں ہوتی رہیں پھر سراج نے کہا۔ "مسٹر شہباز۔ کیا اب آپ پوری طرح فٹ ہو چکے ہیں؟"

"کوئی اہم بات؟" میں نے سراج کے سوال کو محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"بیان کی تبدیلی کے بعد اب حکومت جگت نارائن کی پراسرار اور خطرناک شخصیت کی بنا پر احمد غوری کا کیس جلد از جلد نپٹنا چاہتی ہے اور اسی غرض سے کل اسے باقاعدہ مقدمے چلانے کے سلسلے میں پہلی بار عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ میں درخواست کروں گا کہ اس موقع پر آپ بھی موجود رہیں تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"میرے موجود ہونے سے کیا فرق پڑے گا؟"

"آپ اسے بس میری خواہش سمجھ لیں۔" سراج نے اصرار کیا۔

"میرا خیال ہے کہ مسٹر سراج تمہاری مخفی صلاحیتوں سے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

بہت زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔" ندیم مسکرا کر بولا۔ "آصف کی گرفتاری کے سلسلے میں تمہارے علم نجوم اور اس کی ماں اور بھائی کے ضمن میں علم قیافہ سے مسٹر سراج کی بہت ساری مشکلیں آسان ہو گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ احمد غوری کا چہرہ نظر آنے کے بعد تمہاری چھٹی حس پھر کوئی ایسا شوشہ اگل دے جو مجرمان تک پہنچنے میں معاون ہو سکے۔"

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ یہ تمام باتیں میری ذات سے کیوں منسوب کی جا رہی ہیں جبکہ خود مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔" میں نے انجان بن کر سنجیدگی کا اظہار کیا۔

"ایسا ہوتا ہے۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "بعض اوقات انسانی ذہن بھی بجلی کی طرح اسپارک کرتا ہے اور ایسی کیفیت میں انسان کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوتی ہے۔ تم بھی اگر مستقل مزاجی سے ذہنی طور پر ارتکاز اور مراقبہ کا عمل شروع کر دو تو موجودہ بزنس سے ہونے والی آمدنی سے زیادہ کما سکتے ہو۔"

"آپ شاید میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں؟" سراج نے ندیم سے کہا۔

"جی نہیں۔ آصف کے سلسلے میں خود آپ ہی نے مجھے شہباز کے علم نجوم یا دست شناسی کی کہانی سنائی تھی۔ اس کی ماں اور بھائی کی بازیابی بھی۔"

"آپ فکر نہ کریں مسٹر سراج۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اگر آپ کا اصرار ہے تو میں کل عدالت میں آپ کے ساتھ ہی جاؤں گا۔"

"اگر ندا بازیاب ہو جاتی تو ہمارا کام زیادہ آسان ہو سکتا تھا۔" سراج دبی زبان میں بولا۔

"فرق کیا پڑے گا۔" ندیم نے کہا۔ "احمد غوری اپنی مذموم حرکت کا اعتراف کر چکا ہے۔ کیا اس کے باوجود وہ سزا سے بچ جائے گا؟"

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔" سراج نے وضاحت کی۔ "ندا کا بیان بہت سی اور سازشوں پر سے بھی پردہ اٹھا سکتا ہے۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی کرسی پر پہلو بدل کر رہ گیا۔ ندا کے تذکرے پر میں بھی الجھ گیا تھا۔ میرے ذہن میں وہ واقعات دوبارہ ابھر آئے جو ندیم کے فارم ہاؤس میں پیش آئے تھے۔ بہر حال بات بنانے کی خاطر سراج سے پوچھا۔

"کیا احمد غوری نے ندا کے بارے میں مزید کوئی معلومات فراہم نہیں کیں؟"

"اس نے محض شبہ ظاہر کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے اغواء میں بھی وہی لوگ شامل ہوں جنھوں نے پروفیسر ابرار سے فارمولا حاصل کرنے کی خاطر اسے خریدا تھا۔"

"اس میں شک کی گنجائش ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "احمد غوری کی گرفتاری کے بعد ندا کو منظر عام سے ہٹانا ہی مجرموں کے لیے فائدہ مند تھا۔"

"میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن ابھی تک کوئی کھوج نہیں ملا۔"

"اور کوئی اہم بات۔" میں نے ندا کا موضوع بدلنے کی خاطر کہا۔ "نغمہ اور آصف کی موت کے بعد اب سیٹھ نعمان کا کیا رد عمل ہے؟"

"وہ ابھی تک سرکاری حلقوں میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر رہے ہیں۔" سراج بولا۔ "اوپر سے بار بار احکامات بھی مل رہے ہیں کہ ان دونوں کے قاتلوں کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔"

"پولیس کی ملازمت میں اس قسم کے مدو جزر تو آتے ہی رہتے ہیں۔ بات کچھ دنوں تک گرم رفتاری کی صورت اختیار کیے رہتی ہے پھر وقت کے ساتھ ساتھ ایسی فائلوں کو سرد خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔"

"شاید یہ ہماری مجبوری ہے۔" سراج نے اس بار دبی زبان میں کہا۔ "ہمارے ملک میں جرائم کی رفتار جس تیزی سے بڑھ رہی ہے اس کے لیے پولیس کی موجودہ نفری کافی نہیں۔ اس کے علاوہ مختلف ایجنسیاں اپنا دامن بچانے کی خاطر واقعات کی ذمے داری دوسرے پر ڈالنے کی عادی ہو چکی ہیں۔ مزید برآں اوپر سے ملنے والے احکامات بھی جائز و ناجائز کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہر کوئی اپنی سیاست کی دکان چمکانے کی خاطر اپنے گاہکوں کی طرفداری ضرور کرتا ہے۔ ایسی صورت میں نئے جرائم کا گراف جس تیزی سے بڑھتا ہے اتنی تیزی سے ہم مشکل اور محنت طلب کیس فائلوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر انہیں سرد خانے میں ڈال دیتے ہیں۔"

"اور جب کوئی بے گناہ زبان کھولنے یا حقیقت کی آواز بلند کرنے کے جرم میں گرفتار ہوتا ہے تو بہت سارے ایسے فائل اس کے نا کردہ گناہ کی فہرست میں شامل کر دیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری پولیس کو انعام و اکرام سے بھی نوازا جاتا ہے۔"

"میں مانتا ہوں۔" سراج نے کسمسا کر کہا۔ "مگر پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ انسداد جرائم کی ایجنسیوں میں اب بھی بہت سارے ایسے فرض شناس افراد موجود ہیں جن کی وجہ سے ان ایجنسیوں کی آبرو برقرار ہے۔"

"ماہ رخ کا کیا حال ہے؟" میں نے اس بحث سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر کہا۔

"وہ ابھی تک مینٹل اسپتال کے اسی وارڈ میں ہے جہاں

پاگلوں کو رکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کے بارے میں ابھی تک زیادہ امید افزا باتیں نہیں کی۔"

"کیا آپ نے ماہ رخ سے ملاقات کی کوشش کی تھی؟"

"جی ہاں۔ ایک بار مل چکا ہوں۔ ان کے کچھ احسان بھی ہیں لیکن افسوس کہ وہ مجھے بھی نہیں پہچان سکیں۔" ندیم نے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔ "ابھی تک انہوں نے سلیمان شاہ کے سلسلے میں وہی انتقام والی رٹ لگا رکھی ہے۔"

"اندر کا سویا ہوا انسان جب جاگتا ہے تو نفسیاتی طور پر کوئی صورت حال سامنے آتی ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں ماہ رخ کا ایک قریبی ملنے جلنے والا ہونے کے ناتے کہہ سکتا ہوں کہ وہ سلیمان شاہ سے منسوب ہونے سے پہلے اچھے کردار کی مالک نہیں تھی۔ گناہ و ثواب اچھے اور برے کی تمیز کا اس نے کبھی کوئی خیال نہیں رکھا۔ بذات خود معمولی معمولی غلطیوں پر دوسروں کو مغلظات سنانے سے گریز نہیں کرتی تھی لیکن جب سلیمان شاہ نے اسے بری طرح ذلیل کیا تو اس کے اندر کی عورت پوری عزت و آبرو کے ساتھ جاگ اٹھی۔ اتنی شدت سے اسے اپنی توہین کا احساس ہوا کہ وہ ذہنی توازن کھو بیٹھی۔"

دیر تک ہمارے درمیان اسی قسم کی گفتگو کا سلسلہ رہا پھر ندیم نے مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر ایک سوال کیا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ ندا اس وقت کہاں ہوگی؟"

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "کیا وہ فارم ہاؤس میں نہیں ہے؟"

"نہیں۔" ندیم بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ "تین روز سے پراسرار طور پر غائب ہے۔"

"راجو اور دوسرے افراد جو اس کی نگرانی پر مامور تھے ان کا کیا کہنا ہے؟"

"راجو کا بیان مجھے تمہاری کاکا دیوی کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے وضاحت کی۔

"راجو میرا قابل اعتماد نوکر ہے۔ اس کے علاوہ بھی فارم ہاؤس پر صرف وہی افراد تعینات کیے جاتے ہیں جو نمک حلال کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "راجو کا بیان ہے کہ تین روز قبل جب وہ صبح نیچے گیا تو تمام دروازے مقفل ہی تھے۔ ندا والے کمرے کی چابی اس کی تحویل میں تھی۔ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے قفل کھولا تھا لیکن ندا پراسرار طور پر غائب تھی۔ کسی قسم کے افراتفری کے نشانات بھی نہیں ملے

جس کی بنا پر اغواء کے خیال کو تقویت مل سکتی۔ ہر چیز اپنے مقام پر موجود تھی۔ راجو نے پورے تہ خانے کا کونا کونا چھان مارا لیکن ندا کے وجود کا سراغ نہیں ملا۔"

ندیم کی بات سن کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ تین روز پہلے فارم ہاؤس کے تہ خانے میں میرے اور ندا کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی وہ میرے کانوں میں گونجنے لگی۔ عثمان غنی نے مجھے عجلت کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا تھا پھر شاید اسی نے میرے اور ندا کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی تھی۔ مجھے واپسی پر مجبور کرنے کے بعد عین ممکن تھا کہ وہ ندا کو اپنے مصرف کے لیے اٹھا لے گیا ہو۔ اس کے لیے بند دروازوں سے ہو کر گزر جانا کوئی دشوار بھی نہیں تھا۔ میرے علاوہ دانش بھی اپنی آنکھوں سے اس کی ناقابل یقین طاقت کا مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"ندا کی گمشدگی کی خبر ہمارے لیے پریشان کن بھی بن سکتی ہے۔" میں نے ندیم کے سوال پر چونک کر کہا۔ "اگر کاکا کی پراسرار طاغوتی قوت ہی نے اسے غائب کیا ہے تو اب وہ ہمارے خلاف یقیناً کوئی نئی سازش کا خطرناک جال بن رہی ہوگی۔"

"مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "تمہاری کاکا رانی کم از کم میرے سلسلے میں ہمیشہ بے بس ہی رہی ہیں۔"

"کوئی خاص وجہ؟" میں نے جلدی سے وہ سوال کر ڈالا جو ایک عرصہ دراز سے میرے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ کاکا نے حقیقتاً ندیم سے ناراض ہونے کے باوجود کبھی اس پر وار کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جہاں تک ندیم کے گھر کا معاملہ تھا تو اس نے مجھے ایک بار دبی زبان میں یہی بتایا تھا کہ کسی بزرگ کی قوت نے اس کے گرد ایسا حصار قائم کر دیا ہے جس کے اندر طاغوتی قوتیں داخل نہیں ہو سکتی تھیں لیکن ندیم اپنے کیسینو میں بھی ہمیشہ محفوظ ہی رہا تھا۔ اس کے علاوہ بھی وہ آزادی سے گھومتا تھا مگر کاکا نے کبھی اس پر قوت آزمائی نہیں کی تھی۔ آخر کیوں؟

"بس یوں سمجھ لو کہ کسی مہربان بزرگ نے میری کسی بات سے خوش ہو کر مجھے ایک ایسا مجرب تعویذ دیا تھا جسے میں نے ان کی ہدایت پر کہیں دفن کر دیا تھا۔" ندیم نے بڑی عجلت سے کہا۔ "یہ سب کچھ اسی تعویذ کا کرشمہ ہے۔ جس نے ابھی تک مجھے بلاؤں سے محفوظ رکھا ہے۔"

ندیم کی بات سن کر مجھے ایک بار پھر کمبل پوش بزرگ کی یاد بڑی شدت سے آئی۔ صندلی انگوٹھی بھی میرے لیے خدا کی ایک نعمت تھی جس نے ہر ہر قدم پر مجھے مصیبت اور آفات

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سے محفوظ رکھا تھا لیکن کالکا نے مجھے گمراہ کر کے ایسے راستے پر لگا دیا کہ وہ انگوٹھی بھی غائب ہو گئی اور خدا کے اس برگزیدہ بزرگ کا سایہ بھی میرے سر سے ہٹ گیا۔ یکلخت میرے ذہن میں عثمان غنی کے باپ کا تصور ابھرا۔ وہ نیک دل شخص مجھے دوبارہ صراط مستقیم پر چلنے کی تاکید کرنے کے لیے اچانک سامنے آگیا تھا۔ میرے ذہن میں اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی بڑی سرعت سے ابھرا کہ کمبل پوش بزرگ کے ناراض ہونے کے بعد وہ بھی مجھ سے کنارہ کش ہو گیا تھا جس کی وجہ سے عثمان غنی نے میری انگلی تھام کر غلط راہ پر لگا دیا تھا لیکن اب اس شریف اور مہربان شخص نے مجھ سے دوبارہ رابطہ قائم کیا تھا۔

"تو کیا کمبل پوش نے میری خطائیں درگزر کر دی تھیں؟ کیا ان کا سایہ ابر کی صورت میں پھر میرے اوپر قائم ہو گیا تھا؟ کیا میں صندلی انگوٹھی کا دوبارہ حقدار بن سکتا تھا؟"

"میرے اندر ایک ہلچل مچی ہوئی تھی۔ میں کمبل پوش بزرگ کے خیال میں ڈوبا ہوا تھا کہ ندیم کی آواز نے اس شیرازے کو بکھیر دیا۔

"کس بات پر اتنی سنجیدگی سے مستغرق ہو؟"

"وہ۔ میں ندا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میں نے جلدی سے بات بنائی۔ "اگر اس کے فرار میں کالکا کی ناپاک قوت کا دخل ہے تو وہ ہمارے خلاف بیان بھی دے سکتی ہے۔"

"ثبوت کیا ہو گا؟"

"کالکا کی شیطانی قوتوں کے لیے ثبوت پیش کرنے کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"علیزہ کی کیا خبر ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ماہ رخ کا ذہنی توازن بگڑ جانے کے بعد اب اس کی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ سلیمان شاہ کی موت نے بھی اس کی راہ کی تمام پیچیدگیوں کو ختم کر دیا ہے۔ تمہارا ابھی یہی مشورہ تھا کہ اسے آزاد کر دیا جائے۔ آج کل وہ بڑی سنجیدگی سے ملک سے کہیں دور جانے پر غور کر رہی ہے۔"

ملازم نے آکر ندیم کی کسی کال کی اطلاع دی تو وہ کارڈلیس کو آن کرنے کے بعد گفتگو کرنے لگا۔ فون پر ہونے والی گفتگو چونکہ ندیم کے کاروبار سے متعلق تھی اس لیے میں نے اس پر کوئی دھیان نہیں دیا۔ دوبارہ میاں صاحب کی سوچ میں غرق ہو گیا۔

✱ —— ✱ —— ✱

میں نے جس وقت عدالت کے کمرے میں قدم رکھا اسی وقت اتفاق سے احمد غوری کو حاضر ہونے کی صدا بلند ہوئی تھی۔ سراج وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس نے نگاہوں نگاہوں میں میرا شکریہ ادا کیا۔ احمد غوری کچھ دیر بعد کٹہرے میں کھڑا وہی بیان دہرا رہا تھا جو اس نے بعد میں مجسٹریٹ کی موجودگی میں اپنی مرضی سے ریکارڈ کرایا تھا۔ اس سے پیشتر کورٹ انسپکٹر نے عدالت کو مختصر طور پر کیس کی نوعیت سے آگاہ کر دیا تھا۔ احمد غوری کی طرف سے کوئی وکیل پیش نہیں ہوا۔ اب اس کا بیان ختم ہوا تو سرکاری وکیل نے جرح شروع کی۔

"مسٹر غوری۔ کیا آپ نے اس بات کو بلا کسی دباؤ اور تشدد کے تسلیم کیا ہے کہ آپ پروفیسر ابرار کے فارمولے کو چوری کرنے کے جرم میں شریک کار تھے؟"

"میں یہ بات ابھی اپنے بیان میں تسلیم کر چکا ہوں۔" احمد غوری نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میرا اقبالی بیان بھی پولیس کے ریکارڈ پر یقیناً موجود ہو گا۔"

"مگر یہ بیان اس بیان سے مختلف ہے جسے آپ نے پولیس حراست میں آنے کے بعد دیا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"کیا آپ اس کا سبب بیان کریں گے؟" وکیل سرکار نے مسکرا کر کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس کی ہدایت آپ کو کسی اور نے کی ہو؟"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے۔" احمد غوری نے گھبرائے بغیر بڑی خود اعتمادی سے جواب دیا۔ "مجھے جگت نارائن کی جانب سے یہی پیغام ملا تھا۔"

"لیکن یہ بہرحال طے ہے کہ آپ نے پروفیسر ابرار کے ذہن کو مفلوج کرنے کی سازش میں حصہ لیا تھا۔"

"میں اس کام میں تنہا نہیں تھا۔ مس ندا بھی میرے ساتھ برابر کی شریک تھی۔"

"جگت نارائن کا کردار کون ادا کر رہا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"پھر آپ نے اس نام پر اپنے بیان میں خاص طور پر زور کیوں دیا ہے؟"

"مجھے بلیک پین تھرٹے نے یہی بتایا تھا لیکن اب وہ اس دنیا میں میری بات کی تصدیق کرنے کو موجود نہیں ہے۔"

"ندا کے بارے میں آپ کا ذاتی خیال کیا ہے؟" وکیل سرکار نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اسے کن لوگوں نے اغوا کیا ہو گا؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا مگر ـــــ"

"مسٹر غوری۔" وکیل سرکار نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "کیا ممکن نہیں ہے کہ آپ نے عدالت سے کسی رعایت حاصل کرنے کی خاطر خود ہی ندا کو اغوا کرنے کا مشورہ اپنے ساتھیوں کو دیا ہو۔"

"جناب والا۔" احمد غوری نے مجسٹریٹ کی طرف دیکھا۔

"وکیل سرکار اس بات کو نظرانداز کر رہے ہیں کہ ندا کو میری حراست کے بعد اغوا کیا گیا تھا۔"

"جناب والا۔" سرکاری وکیل نے عدالت سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ملزم ابھی یہ تسلیم کر چکا ہے کہ پولیس حراست میں ہونے کے باوجود اسے باہر سے احکامات مل رہے تھے جس کے تحت اس نے اپنا بیان بھی تبدیل کر دیا تھا۔"

"آپ وکیل سرکار کے سوالات کا جواب دیں۔" مجسٹریٹ نے احمد غوری کو حکم دیا۔

"مسٹر غوری۔" وکیل سرکار نے بڑی سادگی سے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ بیان درست ہو کہ آپ جگت نارائن سے براہ راست واقف نہیں تھے پھر بھی کیا آپ کو کسی پر جگت نارائن ہونے کا شبہ تھا یا ہے۔"

"سوری۔ میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"دوسرے لفظوں میں آپ اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ آپ کو کسی پر شبہ ہے لیکن آپ اس کا نام لینے سے کترا رہے ہیں۔"

"اس سے میرے اقبال جرم کی صحت یا عدالت کی جانب سے ملنے والی سزا پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔" احمد غوری نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔

"نہ سہی لیکن اس طرح اگر ایک مشتبہ شخصیت ہماری نظروں میں آجائے تو پولیس اس کی بیخ کنی کی خاطر موثر اقدام کر سکتی ہے اور آئندہ جنم لینے والی خطرناک سازشوں کا سدباب ہو سکتا ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ایک خطرناک مشتبہ مجرم قانون کی نظر میں آسکے۔"

"اس سوال کا جواب میں اس وقت دوں گا جب مس ندا بھی عدالت میں موجود ہو گی۔" احمد غوری نے کہا۔ "جو کیس عدالت کے روبرو ہے اس میں مس ندا نے زیادہ خطرناک رول پلے کیا ہے۔ پروفیسر ابرار کو ذہنی طور پر مفلوج کرنے کی خاطر وہی اسے مشروب پیش کیا کرتی تھی۔"

"اگر آپ کو اس کا احساس تھا اور آپ محب وطن تھے تو آپ نے اس سازش کو بے نقاب کرنے کی خاطر کسی متعلقہ ایجنسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ شاید اس لیے کہ آپ بھی ملک دشمن عناصر کے ہاتھوں فروخت ہو چکے تھے۔"

"میں اس کی پاداش میں سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔" احمد غوری نے بیزاری کا اظہار کیا۔ صاف ظاہر تھا کہ یا تو وہ جگت نارائن کی شخصیت سے واقف تھا یا شک کے طور پر بھی کسی کا نام لینے سے خوفزدہ تھا۔

"جناب والا۔" وکیل سرکار نے مجسٹریٹ سے رجوع کیا۔ "اس بات کو بطور خاص نوٹ کیا جائے کہ ملزم ایک خطرناک مجرم کی نشاندہی کرنے سے پرہیز کر رہا ہے۔ اسے سوال کا جواب دینے پر مجبور کیا جائے۔"

"مسٹر احمد غوری۔" مجسٹریٹ نے احمد غوری کو متنبہ نظروں سے دیکھا۔ "آپ کو وکیل سرکار کا جواب دینے کے لیے پابند کیا جاتا ہے۔"

احمد غوری نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ وکیل سرکار کے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ ابھری لیکن پھر اچانک عدالت میں موجود لوگوں نے دیکھا کہ احمد غوری کی پیشانی سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر ہی کٹہرے میں گر کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ فائر مجسٹریٹ چیمبرز والی راہداری کی سمت سے کیا گیا تھا۔ پولیس کے اہلکار تیزی سے اس طرف لپکے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ فائر کرنے والے نے احمد غوری کو شوٹ کرنے کے بعد ریوالور کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبادی تھی۔

سراج نے فوری طور پر اس کی جامع تلاشی لی پھر ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔ قاتل کی جیب سے برآمد ہونے والا جگت نارائن کا مخصوص سکہ قانون اور عدلیہ دونوں کا مذاق اڑاتا نظر آرہا تھا۔ یکے بعد دو فائر ہونے کی آواز سن کر لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔

✱ —— ✱ —— ✱

فارم ہاؤس میں میری اور ندا کی ملاقات کے بعد سے حالات نے حیرت انگیز طور پر کروٹ لی تھی۔ طاغوتی قوتوں نے اچانک ہی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ گزشتہ چار دنوں سے نہ تو عثمان غنی نے سامنے آنے کی کوشش کی تھی نہ ہی کالکا نے مجھ سے کوئی رابطہ قائم کیا تھا۔ یہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ احمد غوری کی موت کے بعد جگت نارائن اور اس کے گرگوں کو میرے خلاف کئی محاذ کھول دینے چاہیے تھے۔ اس نے بھوشن کو زندگی کی ضمانت دے کر میرے خلاف دائر شدہ کیس واپس لینے پر مجبور کیا تھا لیکن وہ بھی اسے نہیں بچا سکا۔ عثمان غنی کی طاقت کے سامنے جگت نارائن کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔ کالکا نے بھی آخری وقت میں بھوشن کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

میں پانی کی ٹھہری ہوئی سطح دیکھ کر مطمئن نہیں ہوا تھا۔ ابھی جگت نارائن باقی تھا۔ کالکا کی طاغوتی قوتوں نے دم نہیں توڑا تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ میرے خلاف مل جل کر کوئی آخری چال چلنے کے بارے میں سوچ رہے ہوں۔ جگت نارائن ابھی تک پولیس کے لیے ایک پراسرار معمہ بنا ہوا تھا ہرچند کہ مجھے یقین تھا کہ کیروا ہی جگت نارائن کا دوسرا روپ ہے۔ حسنہ یا گیتا نے بھی یہی کہا تھا لیکن اس رنگے سیار نے اپنی سماجی حیثیت اس قدر مضبوط کر لی تھی کہ ایک جھٹکے سے نہیں

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

اکھاڑا جا سکتا تھا۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت بھی نہیں تھا۔ اس کی جڑیں اتنی دور دور تک اندر ہی اندر پھیلی ہوئی تھیں کہ قانون کے ہاتھ بھی اس کی طرف بڑھنے کے بجائے اپنی راہ بدل دیتے تھے۔ ہر شخص صرف یہ جانتا تھا کہ کیبرا اس نے معاشرے پر احسان کیا ہے۔ اس کی وجہ سے ان گنت گھروں کے چولہے جل رہے تھے' ہزاروں خاندان پل رہے تھے۔ وہ امداد کرتے وقت کبھی ذات پات یا سفید سیاہ کے چکر میں نہیں پڑتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر شخص جو اس کے باطن سے ناواقف تھا اس کا گرویدہ تھا۔

اس وقت بھی میں دفتر میں بیٹھا آنے والے کل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ندا کی پراسرار گمشدگی ناقابل یقین حد تک پریشان کن تھی۔ مقفل کمروں سے اس کا نکل جانا عجیب خیز ہی تھا۔ یہ کام صرف عثمان غنی کر سکتا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اسے یاد کیا لیکن شاید باپ کے دوبارہ پیش منظر میں آجانے کے بعد پس منظر میں چلا گیا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے کالا کو پکارا لیکن اس نے بھی غالباً کسی مصلحت کی بنا پر دم سادھ لیا تھا۔ مجھے لیڈی مکلارنس کا خیال آیا۔ حالات نے اسے غیر جانبدار ثابت کر دیا تھا مگر اس سے پیشتر کہ میں اسے آواز دیتا' فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا لیکن دوسرے ہی لمحے میرے وجود میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ دوسری جانب سے طویل فاصلہ کی کال تھی۔

"مجھے یقین تھا کہ تم ہر طرف سے ناامید ہو کر مجھے ضرور یاد کرو گے۔"

"وقت کی رفتار اچانک تھم گئی ہے لیڈی مکلارنس۔" میں نے اس کی آواز سن کر تیزی سے کہا۔ "ہنگامے ختم ہو گئے ہیں لیکن گھٹن کا احساس ابھی تک باقی ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ یہ گھٹن کا احساس بھی بہت جلد ختم ہو جائے گا۔"

"جگت نارائن ابھی زندہ ہے۔ کالا کی ناپاک کالی طاقتوں نے میرے گرد سازشوں کا جال بچھا رکھا ہے۔ بھوشن کے بعد اب وہ میری موت کی خواہاں ہے۔ عثمان غنی کی خاموشی بھی بڑی پراسرار ہے۔"

"کچھ درخت اور کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جو ٹوٹ کر گر تو سکتے ہیں لیکن جھکنے کے عادی نہیں ہوتے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میرا اشارہ جگت نارائن یا کیبرا اس کی طرف تھا۔ وہ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس نے اپنے آپ کو جس خول میں بند کر رکھا ہے وہ بہت مضبوط ہے۔ اس کو توڑنا آسان بات نہیں ہے۔ کاش! وہ اپنی صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرتا تو بین الاقوامی طور پر بھی خود کو منوا سکتا ہے۔"

"لیڈی مکلارنس۔" میں نے شکوہ کیا۔ "تم میرے بدترین دشمن کی تعریف کر رہی ہو۔"

"نہیں۔ میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہ رہی تھی میرے بچے کہ وہ بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہاری پولیس اور انسداد جرائم کے محکموں کے بڑے بڑے دماغ بھی اس کی تہ تک نہیں پہنچ سکے۔"

"کیا اس کی تخریب کاریاں کبھی ختم نہ ہوں گی؟"

"وقت کا انتظار کرو۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ جو اس کائنات کا خالق ہے۔ جو یہاں کے کاروبار کو چلا رہا ہے اس کے علاوہ ہر جاندار شے فانی ہے۔ ایک دن سب کو اپنے اپنے عقیدے کے مطابق اس کی طرف لوٹ جانا ہے مگر ہر بات کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا گیا ہے۔ جگت نارائن یا کیبرا اس بھی ایک دن ختم ہو جائے گا۔ کالا کی اسپرٹ (روح) کل میرے قبضے میں ہوگی۔ میرا علم یہی کہتا ہے کہ تمہاری وہ خوبصورت ناگن بہت جلد میرے پٹارے میں بند ہو کر پھنکارنا چھوڑ دے گی۔ اس کے بعد شاید میں بھی رہوں اور ـــــ"

"میں تم سے موت اور زندگی کے فلسفے کے بارے میں نہیں دریافت کر رہا ہوں۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا میں نے تمہیں کسی آنے والی تبدیلی کے بارے میں قبل از وقت مطلع نہیں کیا تھا؟ کیا میری پیش گوئی درست ثابت نہیں ہو رہی ہے؟"

"ندا کی گمشدگی میں کس قوت کا ہاتھ ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ قوتیں مل کر تمہارے خلاف سمجھوتا کر چکی ہیں۔ ندا کی گمشدگی میں ان ہی کا ہاتھ ہے۔"

"کیا تمہارا اشارہ عثمان غنی اور کالا کی کسی مشترکہ سازش کی طرف ہے؟"

"میں اپنی زبان نہیں کھول سکتی لیکن تم خود سمجھدار ہو۔" لیڈی مکلارنس نے جواب دیا۔ "لیکن ایک بات طے ہے کہ اب ڈرامے کے ڈراپ سین میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ میں نے جن تباہیوں کا ذکر کیا تھا وہ اب سروں پر منڈلا رہی ہیں۔"

"ندا اس وقت کہاں ہے؟" میں نے پہلو بدل کر دریافت کیا۔ "ہو سکتا ہے کہ اس کا بیان ہمارے لیے قیمتی ثابت ہو۔"

"نہیں۔ وہ ایک معصوم بچی ہے جو راتوں رات سرمایہ دار بننے کے سنہرے خوابوں کے جال میں پھنس گئی تھی۔ اس کا بیان تمہارے کسی کام نہیں آسکے گا۔ رہا یہ سوال کہ اس وقت وہ کہاں ہے؟ میں جانتی ہوں لیکن اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ جو کچھ ہو چکا ہے۔ جو ہو رہا ہے اسی میں اس کی بھلائی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"فی الحال اتنا سمجھ لو میرے عزیز کہ اب تم اسے زندہ نہ پا سکو گے۔"

"کیا وہ جگت نارائن کے چنگل میں پھنس گئی ہے؟" میں نے ایک امکانی بات کہی۔ "کیا وہ اس کی معصومیت کو کچل دے گا۔ تباہ کر دے گا۔"

"تم اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہو۔ کیا تم نے بھی اس کی معصومیت کو روندنے کی کوشش نہیں کی تھی۔" اس کے جواب میں نشتر پوشیدہ تھے۔

"مجھے کسی کی شیطانی قوت نے مجبور کر دیا تھا۔" میں نے ایک مہمل جواز پیش کیا۔

"میں نہیں مانتی۔" لیڈی مکلارنس نے بڑی ترش روئی سے کہا۔ "انسان اگر ثابت قدم رہے' اپنی روایت سے انحراف نہ کرے اور مذہب کی رسی کو تھامے رہے تو کوئی قوت اس کے قدموں کو لڑکھڑانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔"

"وہ کون سی قوت تھی جس نے مجھے ندا کے سلسلے میں گناہ کے ارتکاب سے روکا تھا۔" میں نے دریافت کیا۔

"اس کا اندازہ بھی تمہیں جلد ہو جائے گا۔" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔ "تمہیں یاد ہے کہ میں نے تم سے دو تین ملاقاتوں کے بعد کیا کہا تھا؟ میں نے کہا تھا کہ میں تمہارے دل کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتی اس لیے تمہاری ذات سے دلچسپی لے رہی ہوں۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ تمہاری طاقت کے اس راز کو پا لینے کے بعد تمہارے نام کو اپنی فہرست سے خارج کر دوں گی لیکن شاید اب ایسا نہ ہو سکے۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"آنے والی تبدیلیاں تمہیں اس کی وجہ سے بھی آگاہ کر دیں گی۔"

"کالا اور عثمان غنی کی خاموشی میرے لیے پریشان کن ہے۔" میں دوبارہ اصل مقصد پر آگیا۔

"میں نے کہا نا کہ وقت کا انتظار کرو۔"

"کیا جگت نارائن میرے ہاتھوں سے نہیں مر سکتا۔" میں جھلا گیا۔ "کیا پروفیسر ابرار کا فارمولا شیطانی قوتوں کو مل جائے گا؟ کیا تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں؟"

"گھبراؤ مت میرے بچے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ میرے ملک کے لوگ مجھے مکلارنس کا قاتل سمجھ رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مکلارنس کسی سازش کا شکار ہوا تھا۔ لندن میں قیام کے دوران سیکرٹ سروس کا چیف انسپکٹر پاول بھی تم سے جان مینگو کے روپ میں مل چکا ہے۔ آج بھی وہ سائے کی طرح میرے تعاقب میں لگا ہوا ہے۔ میں اسے ہر رنگ ہر روپ میں پہچان لیتی ہوں لیکن میں نے اس سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ میں جب چاہوں اسے بلیک میجک کے ذریعے پاگل کر سکتی ہوں لیکن میں نے ایسا بھی نہیں کیا۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ میں اس بات سے باخبر ہوں کہ وہ لوگ مجھ پر جس بات کا شبہ کر رہے ہیں وہ محض ایک فرضی کہانی ہے اور فرضی کہانی طول تو پکڑ سکتی ہیں لیکن ان کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔ تم دیکھنا۔ ایک دن وہی لوگ جو آج شکاری کتوں کی طرح میرے خلاف کوئی ثبوت تلاش کرتے پھر رہے ہیں کل وہی میرے آگے پیچھے دم ہلانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ انہیں اپنی حماقت کا خود احساس ہو جائے گا۔"

"میں نے اس وقت تمہاری رام کہانی سننے کی فرمائش نہیں کی تھی۔" میں نے جھلا کر کہا۔

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو میں جانتی ہوں لیکن اس کا جواب دینے سے مجبور ہوں اگر میں نے ایسا کیا تو کچھ آسمانی قوتیں مجھ سے ناراض ہو جائیں گی پھر شاید میں اپنا مشن اپنی مرضی کے مطابق پورا نہ کر سکوں۔ بہرحال میں تم کو ایک بات کا یقین دلا سکتی ہوں کہ زمانہ بڑی تیزی سے اپنے مرکز کی طرف واپس لوٹ رہا ہے۔"

"تھینکس۔" میں نے تلملا کر فون بند کر دیا۔

لیڈی مکلارنس نے جو کچھ کہا تھا اس سے مجھے تقویت ضرور ملی تھی لیکن میرا تجسس بھی دوچند ہو گیا تھا۔ خاص طور پر اس نے ندا کے بارے میں جو اشاروں کنایوں میں بتایا تھا وہ میرے لیے پریشان کن تھا۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی نام گونج رہا تھا۔ "جگت نارائن۔" ہو سکتا تھا کہ اس نے نغمہ کے سلسلے میں ناکامی کے بعد ندا کا انتخاب کر لیا ہو۔ ایسی صورت میں اگر لیڈی مکلارنس کا یہ اشارہ درست تھا کہ کچھ مخالف قوتیں مل کر میرے خلاف سمجھوتا کر چکی ہیں تو وہ عثمان غنی اور کالا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی تھیں۔ ایسی صورت میں یہی قیاس کیا جا سکتا تھا کہ ندا کو انتقام کی آگ میں جھونکنے کی خاطر اسے جگت نارائن کی ہوس کی بھینٹ چڑھانے کے لیے پیش کر دیا گیا ہوگا۔ یہ تصور میرے لیے بڑا اذیتناک تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں جگت نارائن یا کیبرا اس کو فون کر کے یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ اگر اس نے ندا کو برباد کرنے کی حماقت کی تو پھر میں ایسا طوفان بن کر اس پر ٹوٹوں گا جسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔ میرا ہاتھ ابھی ریسیور تک نہیں پہنچا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور نہ جانے کیوں میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"شہباز خان۔ فرام نادر انٹرپرائز۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں ندا کی گمشدگی نے ضرور پریشان

aazzamm@yahoo.com

کر رکھا ہوگا۔" دوسری جانب سے ایک غیر مانوس آواز سنائی دی۔

"کون ہو تم؟" میں چونک اٹھا۔

"جگت نارائن کا ایک سیوک۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"تمہیں ایک ضروری اطلاع دینی ہے۔" دوسری جانب سے بولنے والے نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "ہم نے ندا کو تمہاری اس شاندار کوٹھی میں پہنچا دیا ہے جہاں سوائے تمہارے ایک مظلوم چوکیدار کے اور کوئی نہیں تھا۔"

"کیا تم نے اس غریب کو قتل کر دیا؟"

"ہاں۔ وہ کچھ زیادہ ہی نمک حلال بننے کی کوشش کر رہا تھا۔" اس بار میری تضحیک اڑاتے ہوئے پوچھا گیا۔ "کیا تم ندا کے بارے میں کچھ دریافت نہیں کرو گے؟"

"بکواس جاری رکھو۔" میں گرج کر بولا۔

"جتنی جلد ممکن ہو اس کی لاش کو ویران کوٹھی سے اٹھوا کر کہیں اور پھکوا دو ورنہ ہو سکتا ہے کہ تمہارے دوست مسٹر سراج تم سے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔ ایسی صورت میں تمہارے لیے کچھ دشواریاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"کیا اس بانسری نے ندا کو بھی برباد کر دیا جسے تم جگت نارائن کے نام سے جانتے ہو۔" میں غصے سے چیخ اٹھا۔

"تمہاری جگہ میں ہوتا تو شاید اس سے موٹی کوئی گالی دیتا۔" اس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "سیوک وشواس سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیول اتنا جانتا ہے کہ اگر پھول تازہ ہو تو اسے اتنی جلدی مسل کر نہیں پھینکا جاتا۔"

پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ میری کنپٹیاں چٹخنے لگیں۔ ندا کی لاش کا میری کوٹھی میں پایا جانا بہرحال میرے لیے کچھ دشواریاں بھی پیدا کر سکتا تھا۔ میں نے تیزی سے سوچا پھر مجھے مجرموں کی حماقت کا احساس بھی ہو گیا۔ انہوں نے کوٹھی کے چوکیدار کو ٹھکانے لگانے کے بعد میرے لیے کچھ آسانیاں بھی فراہم کر دی تھیں۔ سراج کا حوالہ اس لیے دیا گیا تھا کہ شاید مجھے فون کرنے والے کو یہ تاکید بھی کی گئی تھی کہ مجھے حالات سے مطلع کرنے کے بعد وہ سراج کو بھی صورت حال سے آگاہ کر دے۔ میں نے فوری طور پر ریسیور اٹھا کر سراج کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ میری خوش قسمتی تھی جو کال خود سراج نے ریسیو کی۔

"شہباز بول رہا ہوں۔"

"کوئی نئی اطلاع؟" سراج نے جس انداز میں جواب دیا۔ اس سے مجھے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ ابھی تک ندا کے بارے میں تازہ صورت حال سے آگاہ نہیں ہوا ہے۔

"اسی غرض سے تو میں نے آپ کو فون کیا ہے۔"

"جس شخص نے احمد غوری کو عدالت میں گولی ماری تھی اس کی شناخت ہو گئی۔" سراج نے جواب دیا۔ "وہ پولیس کو مطلوب ایک مفرور مجرم تھا۔"

"اور ایک مجرم میں بھی ہوں جو اس وقت آپ کو براہ راست فون کر رہا ہوں۔" میں نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "کیا ندا کے بارے میں آپ کو اطلاع ملی؟"

"نہیں۔ کیوں؟" سراج نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"اس کی لاش اس وقت میری نئی کوٹھی میں کہیں پڑی ہے۔"

"کیا مطلب؟" سراج نے چونک کر دریافت کیا۔

جواب میں میں نے سراج کو پوری تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان درندوں نے غالباً چوکیدار کی مداخلت پر اسے بھی ٹھکانے لگا دیا۔"

"کیا آپ اس واردات کی تصدیق کر چکے ہیں۔"

"نہیں۔ میں نے فوری طور پر سب سے پہلے آپ کو اطلاع دینی ضروری سمجھی ہے اس لیے کہ احمد غوری والے کیس میں اور پروفیسر ابرار سے منسلک رہنے کی وجہ سے ندا کی اہمیت قانون کی نظروں میں بڑھ چکی ہے اگر اس کی لاش میری کوٹھی سے۔۔۔"

"میں سمجھ رہا ہوں مسٹر شہباز، آپ نے اچھا کیا جو مجھے اطلاع کر دی۔ میں پندرہ منٹ کے اندر اندر اپنے قابل اعتماد عملے کو لے کر آپ کی نئی کوٹھی پر پہنچ رہا ہوں آپ بھی وہیں پہنچیے۔"

"میری درخواست ہے کہ اگر دونوں لاشوں کی برآمدگی کسی اور جگہ سے۔۔۔"

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔" سراج نے اس جملے کے ساتھ ہی لائن بند کر دی۔

میں تیزی سے نیچے آیا۔ دانش کو ساتھ لے جانا مناسب نہیں تھا اس لیے میں نے اس سے گاڑی کی چابی لی اور آندھی اور طوفان کی طرح اپنی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ جسے کچھ دنوں پہلے ہی کرائے داروں نے خالی کیا تھا۔ سراج وہاں اپنے تین سپاہیوں کے ساتھ موجود تھا۔ شاید اس نے کسی ماتحت افسر کو ساتھ لانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ چوکیدار اور ندا دونوں کی لاشیں ایک ہی کمرے میں پڑی تھیں۔ سراج نے ذاتی طور پر ممکنہ ثبوت تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن سوائے ندا کے پاس سے جگت نارائن کے مخصوص سکے کے کچھ اور برآمد نہیں کر سکا۔ کچھ دیر بعد اس نے سپاہیوں کے ذریعے لاش پولیس کی اسٹیشن ویگن میں رکھوا دی پھر میرے قریب آ کر بڑی رازداری سے بولا۔

"جتنی جلدی ممکن ہو سکے آپ اپنی کوٹھی کی صفائی کرا دیجیے۔"

"لیکن میرے چوکیدار کی لاش؟"

"پریشان مت ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر یہ جرم آپ سے سرزد ہوا ہوتا تو اول یہ کہ آپ اپنی ہی کوٹھی کا انتخاب بھی نہ کرتے اور بذات خود مجھے اطلاع دینے سے بھی گریز ہی کرتے۔ ایسی صورت میں آپ کے چوکیدار کا قتل بھی ناممکن تصور کیا جائے گا۔"

"یہ صرف آپ کا ذاتی خیال ہے لیکن قانون۔۔۔"

"میں کوشش کروں گا کہ آپ کو قانون کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھوں ورنہ جگت نارائن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔"

سراج کے جانے کے بعد میں نے واپس آ کر فون کر کے دو تین صفائی کرنے والوں کے ساتھ کوٹھی پر پہنچنے کی ہدایت کی اور اسی عرصے میں میں نے بذات خود اس قالین کو لپیٹ دیا جس پر خون کے دھبے موجود تھے۔ قاتل یا قاتلوں نے چوکیدار کو بھی اسی کمرے میں قتل کر کے میرے لیے کچھ آسانیاں فراہم کر دی تھیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے ندیم کو بھی صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر نہ صرف یہ کہ صفائی کا کام مکمل ہو گیا بلکہ ندیم اس قالین کو بھی اپنی پک اپ میں ڈال کر لے گیا جو میرے لیے پریشانی کا سبب بن سکتا تھا۔

"سر۔" ندیم اور صفائی کرنے والوں کے جانے کے بعد واپسی نے مجھ سے ایک متوقع سوال کیا۔ "کوٹھی کا چوکیدار نظر نہیں آ رہا؟"

"میں نے اسے ملازمت سے برطرف کر دیا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "فی الحال آپ کوٹھی کو لاک کرا دیں اور کسی دوسرے چوکیدار کا بندوبست کر دیں۔"

اسی رات سراج مجھ سے ملاقات کرنے کی خاطر بنگلے پر آ گیا۔ ندیم بھی میرے ساتھ تھا۔ سراج کے چہرے پر اطمینان دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ اس نے لاشوں کے سلسلے میں جو اقدام بھی کیا ہے وہ تسلی بخش تھا۔

"دونوں لاشوں کا کیا بنا۔" میں نے سراج کے بیٹھتے ہی جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔

"ندا کی لاش ہمیں ساحلی علاقے کی ایک نیم منہدم ہٹ سے دستیاب ہوئی ہے اور آپ کا چوکیدار آپ کی کوٹھی سے کچھ دور واقع ایک ہوٹل کے عقبی حصے میں مردہ پایا گیا ہے۔ غالباً وہ کھانے کے ارادے سے ہوٹل گیا تھا جہاں کسی پرانی دشمنی کی بنا پر اسے ٹھکانے لگا دیا گیا۔"

"میں آپ کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" مجھ سے پہلے ندیم نے سراج سے کہا۔ "اگر آپ ساتھ نہ دیتے تو شہباز کی ٹانگ بھی کھینچی جا سکتی تھی۔"

"میں نے جو کچھ کیا ہے کچھ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہے۔" سراج نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ ملازم چائے کی ٹرالی لے آیا تو کچھ دیر کے لیے ہم نے گفتگو کا موضوع تبدیل کر دیا لیکن اس کے جانے کے بعد سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "یہاں آنے سے کوئی دو گھنٹے قبل جگت نارائن کے کسی سوک نے مجھے دھمکی دی ہے۔ اس نے فون پر کہا ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے مجھے اس کی سزا بھی مل سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مجھے گولی مار دی جائے۔"

"اوہ۔" ندیم نے بڑی گہری سنجیدگی سے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "اب ایسا ممکن نہیں ہوگا مسٹر سراج۔ جگت نارائن کا کوئی آدمی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"مجھے معلوم ہے مسٹر ندیم۔" سراج نے لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔ "جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔ اس کے علاوہ بھی میرا ایمان ہے کہ جتنی زندگی لکھ دی گئی ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت کم یا زیادہ نہیں کر سکتی۔"

"خود اعتمادی سب سے بڑا اور موثر ہتھیار ہے لیکن احتیاط کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" ندیم نے چائے بناتے ہوئے کہا۔ "آپ نے شہباز کے ساتھ جو کچھ مہربانی کی ہے اس کا میں شکر گزار ہوں اور اب یہ فرض میرے اوپر عائد ہوتا ہے کہ آپ کی کوئی خدمت کروں۔"

"آپ میرے لیے کیا کرنا چاہتے ہیں؟" سراج نے مسکرا کر سوال کیا۔

"حفاظت کا خفیہ بندوبست۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ جس وقت یہاں سے اٹھ کر باہر جائیں گے تو میرے وفادار اور جاں نثار آدمی آپ کی نگرانی کا فرض شروع کر دیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر کرنے والوں نے بڑھنے کی کوشش کی تو ان کے بہت سارے آدمی خرچ ہو جائیں گے۔"

"پلیز، مسٹر ندیم۔ میں اپنی حفاظت آپ کر لوں گا۔"

لیکن ندیم نے جواب نہیں دیا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا اندر چلا گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ اپنے خاص آدمیوں کو سراج کی نگرانی کا فرض سونپنے کی خاطر فون کرنے گیا تھا۔

"مسٹر شہباز! کیا آپ مسٹر ندیم کو منع نہیں کر سکتے کہ وہ۔۔۔"

"مشکل ہے۔ وہ جو کچھ سوچتا ہے اسے کر گزرنے کی عادت سے مجبور ہے۔" میں نے کہا پھر ندا کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بارے میں پوچھا۔ "کیا مرنے سے پہلے اس کے سفاک قاتلوں نے کوئی گھناؤنی حرکت تو نہیں کی تھی؟"

aazzamm@yahoo.com

"مجھے خود بھی اس بات پر حیرت ہے کہ ندا کے ساتھ جگت نارائن نے کسی کمینہ پن کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا جبکہ نفع کے سلسلے میں اس کے کردار کا ایک گھناؤنا پہلو بھی ہمارے علم میں آچکا تھا۔"

"اچھا ہی ہوا ورنہ۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ ذاتی طور پر خود کو کنٹرول کریں۔ جلدی میں اٹھایا ہوا کوئی قدم ہمارے بنے بنائے کھیل کو بگاڑ بھی سکتا ہے۔ جگت نارائن کے لیے یہی شاک بہت کافی ہے کہ وہ مس ندا کے سلسلے میں آپ کو حسب خواہش پھانسنے میں ناکام رہا۔"

پھر ندیم کے واپس آجانے کے بعد بھی ہم جگت نارائن کی پراسرار شخصیت کے بارے میں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔

* —— * —— *

دوسری صبح میں دفتر جانے کے لیے گھر سے نکلنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری جانب سے سراج کی کال تھی۔ "خیریت۔ اتنی صبح صبح؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں دراصل مسٹر ندیم کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کل رات کو اگر مسٹر ندیم کے آدمیوں نے بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید میں کسی اسپتال میں پڑا ہوتا یا پھر۔"

"کیا جگت نارائن کے آدمیوں نے واقعی آپ پر بھی گولیاں چلانے سے دریغ نہیں کیا؟"

"جی ہاں۔ ان کمبخوں نے چوبیس گھنٹے پورے ہونے کا بھی انتظار نہیں کیا۔" سراج نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ میری قیام گاہ جس علاقے میں ہے وہاں لوگ نو بجے کے بعد سو جانے کے عادی ہیں۔ اکا دکا گھر والے جاگتے رہتے ہیں۔ بہرحال شام کو آپ کے مکان سے واپسی کے بعد میں دو چار ضروری کام نمٹانے کے لیے دفتر چلا گیا جہاں سے میری واپسی تقریباً ساڑھے گیارہ بجے رات کو ہوئی۔ ابھی میں اپنی کالونی کی حدود میں داخل ہی ہوا تھا کہ اچانک میرے دونوں اطراف سے فائرنگ کی آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔ وہ شاید وہاں پہلے سے گھات لگائے بیٹھے تھے۔ اچانک حملے کے سبب میں بوکھلا گیا۔ موت اچانک سر پر منڈلاتی نظر آجائے تو بڑے بڑے جرائم پیشہ بھی بوکھلا جاتے ہیں۔ بہرحال میں نے پل بھر میں محسوس کرلیا تھا کہ گاڑی سے باہر نکلنا میری موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ میں پچھلی سیٹ کے درمیان بیٹھ گیا۔ قسمت اچھی تھی۔ ایک پل کی بھی دیر ہو جاتی تو شیشہ توڑ کر اندر آنے والی گولی شاید میرے لیے موت کا پیغام ثابت ہوتی۔ میرا ڈرائیور جو ملٹری سے نکلا ہوا جوان ہے۔ اس نے کمال ہوشیاری سے گاڑی کی رفتار تیز کردی لیکن شاید کوئی گولی اس کے شانوں کو چیرتی ہوئی نکل گئی تھی۔ میں نے اس کے کراہنے کی آواز واضح طور پر سنی تھی۔ میں نے اندازہ لگالیا کہ وہ زخمی ہو چکا ہے۔ میں نے اسے فوری طور پر گاڑی روک کر جوابی حملے کا آرڈر دیا۔ ہمارے پاس صرف ایک رائفل اور ایک پستول تھا۔ دوسری جانب سے گولیوں کی بوچھار ہو رہی تھی لیکن پھر اچانک یکے بعد دیگرے تین چار دھماکے سڑک کے دائیں بائیں ہوئے اور گولیوں کی آوازیں آنی بند ہو گئیں۔ میں نے گاڑی سے نکلنے میں کسی جلدبازی کا مظاہرہ نہیں کیا پھر ایک سفید رنگ کی ڈلیوری وین نما گاڑی ہماری کار کے پاس آکر رکی۔ میرا ڈرائیور اگلی سیٹ پر پڑا کراہ رہا تھا۔ میں نے رائفل کا رخ سفید گاڑی کی طرف کرلیا لیکن اچھا ہی ہوا جو گولی چلانے کی حماقت نہیں کی۔ بس میں اس بوکھلاہٹ کے عالم میں بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا اگر وہ دھماکے دشمنوں نے کیے ہوتے تو میری کار کے چیتھڑے اڑ کر فضا میں بکھر چکے ہوتے۔ اس کے علاوہ بھی وہ اتنی جلد میرے قریب آنے کی حماقت بھی نہ کرتے۔ میں ان ہی باتوں پر غور کر رہا تھا کہ ڈلیوری وین سے ایک دبلا پتلا نقاب پوش باہر آیا۔ وہ بلا کا پھرتیلا تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دے کر میری خیریت دریافت کی تو میں سمجھ گیا کہ وہ مسٹر ندیم کے کارندے ہوں گے۔ میں نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ نقاب پوش کی آنکھیں رات کے اندھیرے کے باوجود چمک رہی تھیں۔

"آپ خیریت سے تو ہیں مسٹر سراج؟" اس نے مجھے دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

"ہاں لیکن وہ دھماکے؟"

"ہم نے ہی کیے تھے۔" وہ بلا تامل بولا۔ "ہمارے کچھ ساتھی دشمن کے بچے بچائے آدمیوں کو ٹھکانے لگانے کی خاطر پیچھے اتر چکے ہیں۔ بہرحال، آپ گھر تشریف لے جائیں۔ ہم مخالف پارٹی سے نمٹ لیں گے۔"

"میرا ڈرائیور زخمی ہے۔ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم لوگ مسٹر ندیم کے آدمی ہو؟"

"آپ کا حکم دیں۔"

"مجھے اور ڈرائیور کو کسی بھی قریبی اسپتال تک پہنچا دو۔" میں نے درخواست کی۔ "جواب میں نقاب پوش نے کچھ سوچا پھر ہمیں اپنے ساتھ بٹھا کر قریبی اسپتال پہنچا دیا۔ وین میں اس کے علاوہ دو تین اور بھی تھے جو جدید اور خودکار ہتھیاروں سے پوری طرح لیس تھے۔ اسپتال پہنچانے کے بعد وہ واپس چلے گئے تھے۔

"آپ کے ڈرائیور کی حالت اب کیسی ہے؟"

"خطرے سے باہر زیادہ مہلک نہیں ہے۔ مکمل طور پر صحت یاب ہونے میں کچھ وقت ضرور لگے گا۔" میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ڈرائیور کو اسپتال چھوڑ کر میں نے ایک موبائل کو طلب کیا۔ جائے واردات پر واپس گیا تو وہاں ہر طرف سکوت ہی تھا۔ مجھے پانچ لاشیں ملی ہیں۔ ہوسکتا ہے ان کی تعداد زیادہ ہو لیکن جو لاشیں ملی ہیں ان کے لباس سے بھی جگت نارائن کے مخصوص ٹھکے برآمد ہوئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ پے در پے ناکامیوں نے جگت نارائن کو پاگل کر دیا ہے۔" میں نے سراج کی باتیں سن کر کہا۔

"کیا مسٹر ندیم موجود ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا پھر ندیم کو آواز دے کر بلایا اور ریسیور اس کے حوالے کردیا۔ گفتگو ختم ہونے کے بعد ندیم کے چہرے پر بڑی گہری سنجیدگی طاری ہو گئی۔

"کوئی نئی اطلاع؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے سراج نے مجھے بھی وہی کہانی سنائی ہے جو تم سن چکے ہوگے۔"

"پھر اس میں اس قدر سنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے جان بوجھ کر ندیم کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔

"سراج نے جن لاشوں کو موقع واردات سے اٹھوایا ہے وہ سب مطلوبہ جرائم پیشہ تھے۔"

"پھر؟"

"بات اگر سراج تک پہنچ چکی ہے تو اب ہمیں سنجیدگی سے کچھ کرنا پڑے گا۔"

"مثلاً"

"تم دفتر جاؤ لیکن احتیاط شرط ہے۔" ندیم نے کہا پھر اپنے کمرے کی سمت لوٹ گیا۔

میں باہر نکل کر اپنی کار میں بیٹھا تو دانش نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"سر کیا یہ خبر صحیح ہے کہ کل رات جگت نارائن کے آدمیوں نے ڈی ایس پی صاحب پر بھی۔"

"تمہیں کس نے بتایا؟" میں نے چونک کر دریافت کیا۔

"راجو نے۔ وہ رات کے پچھلے پہر میرے پاس آیا تھا۔ بہت جلدی میں تھا۔ اس نے مجھے مختصراً حالات سے آگاہ کرنے کے بعد بہت محتاط رہنے کی ہدایت کی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ سراج پر حملہ کرنے کے بعد جگت نارائن اتنی جلدی میں کوئی دوسرا قدم اٹھانے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

گاڑی ایک چوراستے پر سگنل بند ہونے کی وجہ سے رک گئی۔ میں سراج پر ہونے والے حملے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ شاید دانش کے ذہن میں بھی کوئی ایسا خیال گونج رہا تھا جو وہ ماحول سے بے خبر ہو گیا تھا پھر جو کچھ ہوا اتنی جلدی میں ہوا کہ ہمیں سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ اچانک تین نوجوان جو لباس کے اعتبار سے کسی کھاتے پیتے گھرانے کے معلوم ہوتے تھے برق رفتاری سے گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر آگئے۔ اندر آتے ہی انہوں نے اپنے اپنے پستول نکال لیے ایک نے اگلی سیٹ پر اور دو نے میرے برابر قبضہ جمالیا۔ اسی وقت سگنل بھی کھل گیا تھا۔

"خاموشی سے چلتے رہو۔" دانش کے برابر بیٹھے نوجوان نے سرد لہجے میں کہا۔ "اگر کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو کھوپڑی اڑا دوں گا۔"

دانش یا میرے پاس ان کی حکم کی تعمیل کے سوا کوئی دوسرا چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ پوری طرح محتاط تھے۔ ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اسے کر گزرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ صدر کے چوراستے سے گاڑی اس طرف مڑوائی گئی جو راستہ ساحل کی سمت جاتا تھا۔ تینوں نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی البتہ ان کی قہر آلود نگاہیں ہمارے چہروں پر مرکوز تھیں۔

"تم کون ہو؟"

"بکو مت۔ خاموش بیٹھے رہو۔" میرے ساتھ والے نے نفرت کا اظہار کیا۔

"ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد سوال کیا۔

"اپنی خوش قسمتی ہی سمجھو کہ ہمیں تمہیں جہنم میں پہنچانے کے بجائے جنت میں لے جانے کا حکم ملا ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔

"پھر تو وہاں خوبصورت حوریں بھی ہوں گی؟"

"زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو۔" تیسرے کا لہجہ سفاک تھا۔ "ہم خود کو بچانے کی خاطر کسی وقت بھی تم دونوں کو ختم کر سکتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے؟" اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "صدر کے راؤنڈ اباؤٹ سے سیاہ رنگ کی یہ شیورلٹ (شیورلٹ) برابر ہمارے پیچھے لگی ہے حالانکہ وہ اس سنسان روڈ پر جہاں ٹریفک کا ہجوم نہیں ہے ہم سے آگے بھی نکل سکتے تھے۔"

"ساحل پر جانے والے راستے بھر تفریح کے موڈ میں ہوتے ہیں۔ انہیں جلدبازی نہیں ہوتی۔" دانش نے سنجیدگی سے کہا۔ "شاید اس کے ذہن میں بھی یہی خیال ابھرا تھا کہ سیاہ

aazzamm@yahoo.com

رنگ کی شیوی میں ندیم کے جاں نثار ساتھی موجود ہوں گے۔ ایسی صورت میں وہ نوجوانوں کی توجہ ادھر سے ہٹانا چاہتا تھا۔

"گاڑی کی رفتار کم کرو۔" میرے ساتھ کونے پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے جو بظاہر گروپ لیڈر معلوم ہو رہا تھا اپنے پستول کی نال دانش کی گردن پر رکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "ہم اپنے شبہ کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔"

دانش کو بہرحال حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ میں نے گروپ لیڈر کے علاوہ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان کو بھی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالتے دیکھا۔ میں پوری طرح سے اس چیز کو نہیں دیکھ سکا لیکن ایک جھلک میں یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ سگار سے مشابہت رکھنے والی کوئی شے تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ وہ شے جو انہوں نے جیبوں سے برآمد کی تھی وہ یقیناً کوئی ایسا ہتھیار ہی ہوگی جسے وہ سیاہ گاڑی کے خلاف بصورت مقابلہ استعمال کرنا چاہتے تھے۔

ہماری گاڑی کی رفتار کم ہونے کے سبب شیوی سے ہمارا فاصلہ بتدریج گھٹنے لگا۔ شاید ندیم کے ساتھیوں نے رفتار کم کرنے کو ہماری طرف سے قریب آنے کا سگنل سمجھا تھا۔ کچھ دیر بعد شیوی ہمارے قریب سے ہو کر آگے نکل گئی لیکن اب اس کی رفتار وہ نہیں تھی جو پہلے تھی۔ شاید ان لوگوں نے ہماری گاڑی میں پانچ آدمیوں کو دیکھ کر خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب یہ حرامزادے ہمارا راستہ بلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔" اگلی نشست والا نوجوان دانت پیس کر بولا۔

"تم پوری طرح تیار رہو۔" گروپ لیڈر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اگر موت ہی ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے تو ہم بھی اپنے بچاؤ کے لیے مجبور ہیں۔"

"ایک طریقہ ہے جس سے ہم سب محفوظ رہ سکتے ہیں۔" میں نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے آخری پتا پھینکا۔ "تمہیں جتنی رقم میرے دشمنوں نے دی ہے میں اس سے دوگنی دینے کو تیار ہوں۔ تم لوگ اپنی ناکامی کا کوئی بھی خوبصورت سا بہانہ کر سکتے ہو۔"

"جانتے ہو کہ ہم کس کے لیے کام کر رہے ہیں؟" گروپ لیڈر نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"جگت نارائن۔"

"آدمی ذہین ہو پھر بھی حماقت کی باتیں کر رہے ہو۔" اس نے میری تضحیک اڑاتے ہوئے کہا۔ "جگت نارائن کے سیوک بکنے کی حماقت نہیں کرتے ورنہ ان کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔"

"کیا تم کو علم ہے کہ وہ کون ہے؟" اس بار دانش نے سوال کیا۔

"بکو مت۔ اپنے کام سے کام رکھو۔"

سیاہ رنگ کی گاڑی ہمارے آگے آگے تھی لیکن درمیانی فاصلہ گھٹ کر اب صرف بیس تیس فٹ رہ گیا۔ اس کے عقبی شیشے پر چونکہ سیاہ کاغذ چیپٹ تھا اس لیے ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن وہ ہمیں بہ آسانی دیکھ سکتے تھے۔ ابھی تک کوئی ایکشن شروع نہیں ہوا تھا۔ ممکن ہے ندیم کے ساتھیوں کو اس بات کا اندیشہ لاحق ہو کہ کسی حملے کی صورت میں ہمیں یرغمال بنانے والے ہماری زندگی کا خاتمہ بھی کر سکتے تھے۔

"ہمیں اپنا عمل کر گزرنا چاہیے۔" اگلی نشست والا بولا۔ "وہ یقیناً ہمارے دوست نہیں ہو سکتے۔ گاڑی آگے نکال لے جانے کے بعد ان کا ہمارے اتنے قریب آنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطرے کی بو سونگھ چکے ہیں اور اب ہمارے خلاف کوئی موثر منصوبہ بنانے پر غور کر رہے ہوں گے۔ دشمن کو سوچنے کا وقت دینا دانشمندی نہیں کہلاتا۔"

"سنو۔" گروپ لیڈر نے دانش کو سفاک لہجے میں مخاطب کیا۔ "کسی ہنگامے کی صورت میں تم اپنی گاڑی سیاہ کار سے بچانے کی خاطر پوری طرح تیار رہو۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھو۔ ہو سکتا ہے کہ اس ٹکراؤ میں ہم تینوں بھی کام آجائیں لیکن مرتے مرتے بھی ہم کم از کم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"ہماری منزل قریب آرہی ہے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم ان سے یہیں معرکہ آرائی کر لیں۔" اگلی سیٹ والے نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔ اس کے لہجے میں اضطراب تھا۔

"ٹھیک ہے۔" گروپ لیڈر بولا۔ "تم شروعات کرو۔ میں بھی پوری طرح تیار ہوں۔"

اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے ایک بار پھر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس بار اس نے جو ریوالور جیب سے نکالا وہ کچھ عجیب ساخت کا تھا لیکن جب اس نے سگار نما ٹھوس شے اس پر فٹ کی تو میرا دل ہوا میں اچھلنے لگا۔ وہ یقیناً پش فائر ٹائپ کا ہتھیار تھا جسے خاص طور پر اس سگار نما شے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔

"ایک بار پھر سوچ لو۔" دانش نے تیزی سے کہا۔ "ہم میں سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔"

"فکر مت کرو۔" گروپ لیڈر اپنے پستول کی نال کا دباؤ دانش کی گردن پر بڑھاتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔ "تم اپنے کام سے کام رکھو۔ ہماری زندگی کا انحصار تمہاری عقلمندی اور دوراندیشی پر ہوگا لیکن تم دونوں بہرحال ہم سے پہلے موت کو گلے لگاؤ گے۔"

پھر ایک بار جب سیاہ شیوی نے اپنا فاصلہ اور کم کرنے کے ساتھ ہی ہمارے بائیں جانب آنے کی کوشش کی تو اگلی سیٹ والے نے اپنا پش فائر کرنے والا ریوالور باہر نکال کر لبلبی دبا دی۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا پھر شیوی کسی کھلونے ہی کی طرح اچھل کر قلابازی کھاتی ہوئی داہنی جانب گری۔ دانش نے تیزی سے اسٹیئرنگ بائیں جانب کاٹا، پلک جھپکنے کی دیر ہو جاتی تو دونوں گاڑیاں آپس میں ٹکرا بھی سکتی تھیں۔

"گڈ۔" گروپ لیڈر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم ایک ماہر ڈرائیور معلوم ہوتے ہو۔ مجھے قوی امید ہے کہ تم اپنی جان پر کھیل کر بھی مسٹر شہباز کو بچانے کی کوشش کرو گے۔ اب گاڑی کی رفتار تیز کرو۔ ہماری منزل زیادہ دور نہیں ہے۔"

میرے دل کی دھڑکنیں تیزی سے تیز تر ہو رہی تھیں۔ سیاہ کار جس انداز میں قلابازیاں کھاتی ہوئی روڈ پر گری تھی اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ اس میں موجود افراد بری طرح زخمی ہوئے ہوں گے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ان میں سے ایک دو زندگی کی سرحدوں کو بھی پار کر گئے ہوں۔

دانش نے نوجوان کے حکم پر گاڑی کی رفتار دوبارہ تیز کر دی۔ میری طرح شاید وہ بھی اسی بات کا منتظر تھا کہ کوئی ایک لمحہ ایسا میسر آجائے جو بازی کو پلٹ دے لیکن وہ تینوں ضرورت سے زیادہ ہی محتاط تھے۔ تو مجھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد نوجوان کے حکم پر گاڑی کا رخ بائیں جانب ہو گیا۔ اس طرف سے ساحل کا علاقہ کچھ دور ضرور تھا لیکن وہاں صرف وہی لوگ جاتے تھے جن کی بنگلے نما ہٹس ہوتی تھیں۔ ان لوگوں میں بیشتر تو بڑے بڑے سیاسی لوگ تھے یا پھر وہ لوگ تھے جو کروڑوں میں کھیلتے تھے۔ ان کے علاوہ فشری کی دو چار ہٹس بھی اسی طرف واقع تھیں۔ ہٹ کی ملکیت نہ رکھنے والے غیر ملکی بھی سن باتھ کے لیے ادھر ہی کا رخ کرتے تھے۔ درمیان میں ایک چیک پوسٹ تھی جس سے صرف وہی گاڑیاں گزر سکتی تھیں جن کی ونڈ اسکرین پر ایک مخصوص قسم کا اسٹیکر چسپاں ہوتا تھا چنانچہ چیک پوسٹ آنے سے پیشتر ہی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے وہ اسٹیکر بھی جیب سے نکال کر ونڈ اسکرین پر لگا دیا۔ دس منٹ بعد ہماری گاڑی چیک پوسٹ سے بہ آسانی گزر گئی۔ اسٹیکر کی موجودگی میں کسی چیکنگ یا تلاشی کی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی تھی۔

چیک پوسٹ سے گزر کر ہمیں ساحل تک پہنچنے میں پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ ساحل پر جو ہٹس بنی ہوئی تھیں ان کو اتنی دور دور اور فاصلے سے جگہ فراہم کی گئی تھی تاکہ ایک دوسرے کی پرائیویسی میں کوئی خلل نہ پیدا ہو سکے۔ اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے ایک ایسی ہی ہٹ کے سامنے گاڑی روکنے کو کہا۔ ہمارے اور دانش کے لیے گاڑی سے نیچے اترنے کی مہلت ہی کافی ثابت ہو سکتی تھی لیکن اس کا موقع نہیں مل سکا۔ گروپ لیڈر کچھ زیادہ ہی چالاک اور دوراندیش ثابت ہوا تھا۔ گاڑی رکتے ہی اس نے پستول کے دستے سے دانش کے سر پر پچھلی جانب سے بھرپور ضرب لگائی تھی اور دانش کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی تھی۔ میرا ذاتی خیال تھا کہ اب دانش کم از کم دو تین گھنٹے سے پیشتر ہوش میں نہیں آسکے گا۔

مجھے نیچے اتارنے کے لیے بھی انہوں نے غیر معمولی دوراندیشی سے کام لیا تھا۔ پہلے اگلی نشست پر بیٹھا ہوا نوجوان نیچے اترا پھر اسی نے میری طرف کا دروازہ کھولا تھا۔ فی الحال میرے پاس کوئی ایسا موقع نہیں تھا کہ بساط کا رخ پلٹ سکتا۔ مجھے یہ بات نیچے اترنے سے پہلے ہی باور کرا دی گئی تھی کہ ایک ذرا سی حماقت میری کھوپڑی میں کئی روشندان کھول دے گی۔

میں نے نیچے اتر کر ساحل کی طرف دیکھا۔ دور دور تک کوئی مقامی شخص نظر نہیں آیا۔ دو چار غیر ملکی البتہ چمکتی ریت پر چت اور اوندھے پڑے سورج کی شعاعوں سے توانائی حاصل کرنے کی خاطر آنکھ بند کیے سن باتھ لینے میں مصروف تھے۔ مجھے قریب ہی نظر آنے والی اسپیل گرے والی ہٹ میں داخل ہونے کا حکم ملا۔ میں نے حکم کی تعمیل میں گریز نہیں کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کا مجھے جان سے مارنے کا ارادہ نہیں تھا ورنہ وہ اتنا کشٹ کبھی مول نہ لیتے۔ مجھے ایک بات پر حیرت بھی تھی کہ ابھی تک انہوں نے میری جامہ تلاشی لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میرا آٹومیٹک ریوالور بغلی ہولسٹر میں موجود تھا جو انتہائی مایوسی کی حالت میں میرا آخری سہارا بن سکتا تھا مگر میری یہ خوش فہمی بھی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ ہٹ میں داخل ہوتے ہی مجھے آٹومیٹک سے بھی محروم کر دیا گیا۔ ہم جس کمرے میں داخل ہوئے اسے بطور ڈرائنگ روم کے نہایت قیمتی ساز و سامان سے آراستہ کیا گیا تھا۔

گروپ لیڈر کے حکم پر میں دوسرے کمرے میں داخل ہوا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ ایک پرتعیش بیڈروم تھا۔ جہاں ایک کرسی سے ایک کمسن لڑکی کو رسیوں سے جکڑ کر رکھا گیا تھا۔ اس کے چہرے کے نقش و نگار بے حد حسین تھے۔ اس کی غزالی آنکھوں سے ہلکا ہلکا خمار جھلک رہا تھا۔ لباس اتنا باریک تھا کہ اگر اس کی ضرورت بھی نہ محسوس کی جاتی تو کوئی خاص فرق نہ پڑتا۔ عمر کے اعتبار سے وہ ندا سے بھی زیادہ کمسن اور بھولی بھالی تھی پھر اسے باندھ کر کیوں رکھا گیا تھا؟ اس کی آنکھوں میں خمار کی وہ کیفیت کیوں موجود تھی؟ اس کے گداز جسم کو نیم عریاں رکھ کر زیادہ سحرانگیز بنانے کی کوشش کس لیے کی گئی تھی؟ وہ کون تھی؟ کیا اسے اس ہٹ میں زبردستی لایا گیا تھا؟ میں ان ہی سوالات کے جواب سوچ رہا تھا کہ میرے کلن

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

میں گروپ لیڈر کی سپاٹ آواز گونجی۔

"یہ خوبصورت اور حسین کلی جو ابھی کھلی نہیں ہے بطور خاص تمہارے لیے پیش کی گئی ہے۔ تمہیں اسے کلی سے پھول بنانے کی خاطر ایک گھنٹے کا موقع دیا جاتا ہے اگر تم نے ہمارے کہنے پر عمل کیا تو جگت نارائن تمہیں جان سے نہیں مارے گا۔ تم زندہ رہو گے لیکن ناکامی کی صورت میں ہمیں اختیار دیا گیا ہے کہ تمہیں اور اس حسین لڑکی کو لباس کی قید سے آزاد کر کے تمہاری کچھ تصاویر بنائیں اس کے بعد لڑکی کو گولی ماردی جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ تم میری بات کا مطلب سمجھ گئے ہو گے؟" اس نے مسکرا کر اپنا جملہ مکمل کیا پھر باہر نکل گیا۔ باہر سے خودکار سسٹم کے ذریعے دروازہ لاک ہونے کی مدھم سی آواز بھی سنائی دی تھی۔

میں نے کمرے کا جائزہ لینے کے بعد لڑکی کی طرف دیکھا جو مجھے بڑی مخمور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں متضاد کیفیات آپس میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ اس کی جانب قدم بڑھانے لگا۔ جگت نارائن کی جانب سے اس سحت مند اور سحر انگیز تحفے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

* — * — *

جگت نارائن کا وہ حسین تحفہ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال آیا تھا کہ شاید اس طرح وہ میری غیر شائستہ تصاویر حاصل کرنے کا خواہشمند ہے جس کے بعد وہ آسانی سے مجھے بلیک میل کر سکتا تھا۔ پے در پے ناکامیوں کے بعد وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا تھا۔ مجھے اتنے بڑے مجرم سے جو دیس بھگت بھی تھا اتنی چھوٹی اور گھٹیا حرکت کی امید نہیں تھی۔

لڑکی بدستور مجھے مخمور نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میں اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ نشے کی کیفیت سے ضرور دوچار تھی لیکن وہ شراب نہیں ہو سکتی تھی جس نے اس کی آنکھوں میں لال ڈورے پیدا کر دیے تھے۔ شراب ہوتی تو اس کی مہک بھی ضرور ہوتی۔ لڑکی کو شاید اور کوئی تیز نشہ آور شے استعمال کرائی گئی تھی جس نے اس کے ذہن کو ماؤف کر دیا تھا۔ اس سے اچھے اور برے کے بارے میں سوچنے کی تمیز بھی چھین لی تھی۔ اسے اس وقت اس بات کا احساس بھی نہیں تھا کہ وہ کس لباس میں ہے اور اسے کرسی سے باندھ کر رکھا گیا ہے۔ مجھے قریب دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہ ہو سکی پھر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا احساس جاگ اٹھا۔

"کیا تم نے مجھے باندھ رکھا ہے؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"نام۔" اس نے مستی کے عالم میں مسکرا کر بڑے ہی معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "نام میں کیا رکھا ہے۔"

میں نے اس کو رسیوں کی بندشوں سے آزاد کر دیا۔ ایک لمحے تک وہ اپنی کلائی سہلاتی رہی پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی لیکن اگر میں نے اسے تھام نہ لیا ہوتا تو شاید لڑکھڑا کر گر گئی ہوتی۔ آہستہ سے سہارا دے کر میں نے اسے بستر پر لٹا دیا۔

"میں اس وقت کہاں ہوں؟" اس نے پہلی بار اطراف پر ایک طائرانہ نظر ڈالی پھر کہا۔ "یہ جگہ یقیناً حسین اور آرام دہ ہے۔"

"تمہیں یہاں کون لایا ہے؟" میں نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"تم۔ تم شاید بھول رہے ہو کہ ہمارے درمیان کیا رشتہ ہے۔" اس نے انگڑائی لے کر جواب دیا۔ "ہم نے والدین سے چھپ کر شادی کی ہے۔ تم مجھے اچھے لگے تھے اس لیے میں نے انکار نہیں کیا ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا؟"

"اتنے دور کیوں کھڑے ہو۔ میرے قریب کیوں نہیں آتے۔" وہ قدرے لجا کر بولی۔ "آج ہماری سہاگ رات ہے۔"

"اس وقت رات نہیں۔ صبح کے دس بج رہے ہیں۔"

"حیرت ہے ابھی ایک دو گھنٹے پہلے تو رات ہی تھی۔"

اس نے حیرت کا اظہار کیا۔ وہ ابھی تک نشہ آور شے کے زیر اثر نظر آ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میں تمہیں آج پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔" اس خیال سے کہ کہیں کسی خفیہ نظام کے تحت ہماری گفتگو نہ ریکارڈ ہو رہی ہو میں نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔

"بہر حال۔ اب میں تمہاری ہوں، صرف تمہاری۔" اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی اور لڑکھڑاتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ "مجھ سے نفرت کا اظہار نہ کرنا ورنہ میں برباد ہو جاؤں گی۔"

"تم نے ابھی تک مجھے اپنا نام نہیں بتایا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا نام افشاں ہے۔"

"کہاں رہتی ہو؟"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔" وہ میری جانب محتاط انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے بولی۔ "جس دہلیز کو میں تمہاری خاطر ایک بار پار کر چکی اب اس سے میرا کوئی تعلق نہیں اب جہاں تم رکھو گے وہیں میں رہوں گی۔"

"تمہیں یہاں کون لایا تھا؟" میں نے بدستور اس کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے خشک آواز میں دریافت کیا۔ مجھے وقت کا بھی احساس تھا جو آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ مجھے وہاں لانے

والوں نے صرف ایک گھنٹے کی مہلت دی تھی۔

"اتنی دور سے نہیں۔" وہ مسکرائی۔ "میرے قریب آؤ میں تمہیں سب کچھ بتادوں گی۔"

"کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تم اس وقت نشے میں ہو اور تمہارے جسم پر جو لباس ہے۔۔۔"

"سو واٹ۔" اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "جب ہم ایک ہو چکے ہیں تو لباس کے ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

وہ میرے قریب آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے جسم کی حرارت میرے وجود کو گرمانے لگی لیکن میں نے تیزی سے اسے بازو تھام کر پیچھے کیا پھر میرا ایک ہاتھ گھوم گیا۔ وہ تیورا کر فرش پر گری تھی اس کا لباس اور بے ترتیب ہو گیا۔ اس نے حیرت انگیز پھرتی سے اپنا لباس درست کیا پھر مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کی کیفیت یکلخت ہی بدل گئی تھی۔ اس کا نشہ اب غائب ہو چکا تھا۔ شاید وہ ابھی تک جو کچھ کر رہی تھی وہ محض اداکاری تھی۔ میں چونکا۔ "کیا میری طرح اسے بھی زندہ رہنے کی خاطر صرف ایک گھنٹے کی مہلت دی گئی تھی؟ کیا اسے بھی میری طرح اغوا کر کے وہاں لایا گیا تھا؟ کیا اسے بھی وہی وارننگ دی گئی تھی جو مجھے دی گئی تھی؟"

"تم۔ تم ابھی تک اداکاری کر رہی تھیں۔" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"ہاں۔" وہ تیزی سے دوبارہ اپنے قدموں پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے پھول جیسے نرم گلابی رخساروں پر میری انگلیوں کا نشان واضح ہو رہا تھا۔ "تمہیں ایک گھنٹے کے اندر اندر ہر قیمت پر مجھے برباد کرنا ہے۔" اس نے نظریں جھکا کر ہونٹ چباتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے ایسا نہ کیا اور میں تمہیں مجبور نہ کر سکی تو ہم دونوں کو گولی ماردی جائے گی۔ وہ درندے میری بوٹیاں نوچ ڈالیں گے ہاں انہوں نے یہی کہا تھا۔"

"کون تھے وہ لوگ؟"

"میں نہیں جانتی۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں کالج جانے کی خاطر گھر سے نکلی تھی انہوں نے راستے سے مجھے اغوا کر لیا۔"

"کہاں رہتی ہو؟"

"جہنم میں۔" وہ جھلائی پھر سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ "میں ابھی مرنا نہیں چاہتی پلیز مجھے بچالو ورنہ وہ لوگ۔۔۔"

"تمہارا لباس کہاں ہے؟"

"باتھ روم میں؟" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"جاؤ۔ پہلے جا کر اپنا لباس تبدیل کر لو پھر کچھ سوچتے ہیں۔"

وہ نظریں جھکائے خاموشی سے باتھ روم میں چلی گئی۔ میں ابھی تک جگت نارائن کی اس چال کو نہیں سمجھ سکا تھا رہ رہ کر صرف یہی خیال آ رہا تھا کہ وہ مجھے بلیک کرنے کی خاطر مواد جمع کرنے کا خواہشمند ہے۔ میں اپنی شرافت اور پاکیزگی کا کوئی دعویٰ نہیں کروں گا اگر مجھے وہ حسین جوان وہاں اغوا کر کے نہ لائے ہوتے تو شاید میرے قدم لڑکھڑا جاتے لیکن میں نے طے کر لیا تھا کہ ان کے جال میں کسی قیمت پر نہیں پھنسوں گا خواہ مجھے زندگی سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونا پڑیں۔ مجھے جو مہلت دی گئی تھی اس کے پورا ہونے میں اب صرف پینتیس منٹ باقی رہ گئے تھے۔

لڑکی دوبارہ باتھ روم سے برآمد ہوئی تو ہلکے آسمانی رنگ کے شلوار سوٹ میں ملبوس تھی۔ وہ ابھی تک سہمی سہمی اور خوفزدہ سی نظر آ رہی تھی۔ "کیا تمہارا نام افشاں ہی ہے؟" میں نے آزمانے کی خاطر دریافت کیا تھا۔

"نہیں۔" جواب مختصر تھا۔

"مجھے کھل کر بتاؤ۔ جو افراد تمہیں یہاں لائے تھے انہوں نے تم سے کیا کہا تھا؟ کیا سلوک کیا تھا؟"

"ان کا صرف ایک ہی حکم تھا کہ میں جس طرح بھی ہو تمہارے ہاتھوں برباد ہو جاؤں۔" وہ مدھم آواز میں بولی۔ "ان کا برتاؤ مجھ سے شریفانہ ہی رہا تھا لیکن انہوں نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں ناکام رہی تو پھر وہ مجھے گولی مارنے سے پہلے۔۔۔" وہ اس کے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

"پھر۔ تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے اسے آخری بار آزمانے کی خاطر پوچھا۔ "باہر ہمارے دشمن پوری طرح مسلح موجود ہیں۔ ہم نے ان کے کہنے پر عمل نہ کیا تو وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے سے گریز نہیں کریں گے۔"

"ایک ہی صورت ممکن ہے۔" اس نے میری طرف مایوس انداز میں دیکھا۔ "تم مجھے گلا گھونٹ کر مار ڈالو لیکن ان درندوں کے گندے ہاتھوں سے بچالو۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ گروپ لیڈر مع اپنے دیگر دو ساتھیوں کے اندر آ گیا۔ ان تینوں کے تیور خطرناک نظر آ رہے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ میں نے تمہیں تنہائی میں منہ کالا کرنے کا موقع دے کر حماقت ہی کی تھی۔ اب تمہیں ہم تینوں کی موجودگی میں ہمارے کہنے پر عمل کرنا ہو گا۔"

"تم وعدے کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔" میں نے دبی زبان میں احتجاج کیا۔ "تم نے جو مہلت دی تھی اس کے پورا ہونے میں ابھی اٹھائیس منٹ باقی ہیں۔"

"اب تمہیں کوئی مہلت نہیں دی جا سکتی۔" وہ خطرناک لہجے میں بولا۔ "ہم جو اسکیم بنانے کی خاطر گفتگو کر رہے تھے ہم اسے پورا نہیں ہونے دیں گے۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"اوہ" میں مسکرا دیا۔ "گویا میرا اندازہ ٹھیک ہی تھا کہ تم باہر بیٹھے کسی خفیہ نظام کے تحت ہماری باتیں سن رہے تھے۔"

"ہاں۔ ہم تمہاری موت کی بھی تیاری کرنے کا بندوبست کر چکے تھے لیکن اب جو کچھ ہو گا تم کھلا ہو گا۔ تمہیں اب فوری طور پر ہمارے احکامات پر عمل کرنا ہو گا۔"

"میرے بچے" اچانک میرے کانوں میں لیڈی ملکا رنس کی آواز گونجی۔ "تم اس وقت ایک کڑی آزمائش سے دوچار ہو۔ وقت کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ امتحان کی یہ گھڑی گزر گئی تو پھر پچھتاوے کے سوا تمہارے پاس اور کچھ نہیں رہے گا۔"

"کیا تم میری مدد نہیں کر سکتیں؟" میں نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔

"نہیں۔ میں مجبور ہوں لیکن تمہیں اتنا ضرور بتا سکتی ہوں کہ تمہاری کالکا رانی نے اپنے ترکش کا آخری تیر چلانے کی خاطر یہ منصوبہ بنایا ہے اگر تم نے اس دلدل سے بچنے کی کوشش نہ کی تو ہمیشہ کے لیے ڈوب جاؤ گے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی۔ گاڈ بلیس یو مائی چائلڈ (GODBLESS YOU MY CHILD)"

لیڈی ملکا رنس اپنا پیغام دے کر رخصت ہو گئی۔ اچانک میرے ذہن میں روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا۔ عثمان غنی کے باپ کے سامنے آ جانے کے بعد مجھے امید ہو چلی تھی کہ کمبل پوش بزرگ بھی مجھ پر مہربان ہو گئے ہیں لیکن کالکا اور عثمان غنی کی ملی بھگت ایک بار پھر میرے قدموں کی لغزش سے رحمانی قوتوں سے دور رکھنے کا منصوبہ بنا رہی تھی۔

لیڈی ملکا رنس کے اشارے نے میری آنکھیں کھول دیں۔ دلدل سے اس کی مراد یقینی طور پر وہی گمراہی تھی جس نے مجھ سے گناہ سرزد کرائے تھے اور رحمانی قوتیں ایک ایک کر کے میرا ساتھ چھوڑ گئی تھیں۔ اب وہ ایک بار پھر وہی مذموم حرکت کر رہی تھیں۔ یقیناً میرے لیے یہ آزمائش کی گھڑی تھی۔ اس امتحان کی کامیابی یا ناکامی ہی اب میرے مقدر کا فیصلہ کر سکتی تھی۔ میں نے ثابت قدم رہنے کا عہد کر لیا۔ گناہ کی دلدل میں پھنس کر میں پہلے ہی سب کچھ کھو چکا تھا لیکن امید کی اس آخری کرن کو نہیں کھونا چاہتا تھا جو مجھے بڑے عرصے بعد اندھیروں سے پھوٹتی نظر آئی تھی۔

"اٹھو۔" گروپ لیڈر نے کرخت لہجہ اختیار کیا۔ "آگے بڑھو اور اسے اپنی حسین بانہوں کے حصار میں لے لو۔ انکار کی صورت میں ہم تمہارے جسم پر نظر آنے والے شرافت کے اس لباس کی دھجیاں اڑا دیں گے اور اس کے بعد کیا ہو گا۔ یہ تم بہتر سمجھ سکتی ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تم اپنی کمینگی میں کسی طرح بھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔" میں نے گروپ لیڈر کو مخاطب کیا۔ "تمہارے گرو گھنشال جگت نارائن نے جو کھیل کھیلنے کی کوشش کی ہے وہ کبھی پورا نہیں ہو گا۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔" اس نے پستول کا رخ میرے سینے کی جانب کرتے ہوئے سفاک لہجے میں پوچھا۔

"میں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں۔ تم اپنے دل کی حسرت بھی پوری کر لو۔" میں نے سہمی ہوئی لڑکی کو اپنے عقب میں لیتے ہوئے سینہ تان کر کہا۔

"سوچ لو اچھی طرح۔" دوسرا جوان جلدی سے بولا۔ "ناکامی کی صورت میں وہ ہمیں بڑی اذیتناک موت سے ہمکنار کر دے گا۔ اس نے یہی کہا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن اب ہم ان کو زندہ چھوڑ دینے کا رسک بھی نہیں لے سکتے۔" گروپ لیڈر مجھے حقارت سے گھورتے ہوئے بولا۔

"جو کچھ کہا جا رہا ہے اسے مان لو شہباز خان۔" کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "اسی میں تمہاری مکتی ہے۔ ایک نظر بھر کر غور سے اس سندری کو دیکھو۔ اس کے انگ انگ میں جوالا مکھی ہے۔ تم اس کے شریر کو روند ڈالو۔ میں تمہیں جگت نارائن کا کھوج بتا دوں گی یہ میرا وچن ہے۔"

"میں تمہاری بات پر غور کر سکتا ہوں کالکا رانی لیکن اب تمہارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے۔" میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "جگت نارائن کا کٹا ہوا سر لا کر میرے قدموں میں ڈال دو۔"

"سوچ لو مورکھ۔ یہ سے بھی بیت گیا تو پھر تم دونوں کی لاشوں کے ٹکڑوں کو سمندر کی مچھلیاں بھی سونگھا نہیں کریں گی۔"

"سامنے آ کر بات کرو کالکا دیوی۔" میں نے سرد لہجہ اختیار کیا۔ "تم کسی سندر روپ میں آ جاؤ۔ شاید تمہارے کومل شریر کو دیکھ کر میرے قدم ڈگمگا جائیں۔"

"میں صرف پانچ تک گنوں گا اس کے بعد تمہارا جسم گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔" گروپ لیڈر نے میری خاموشی کو میری کمزوری سمجھ کر بگڑتے ہوئے تیور سے للکارا۔

"اس کی بھی زحمت کیوں کرو۔ میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اپنے نشانے کو آزما کر دیکھ لو۔ میں میدان چھوڑ کر نہیں بھاگوں گا۔"

جواب میں اس نے فائر کر دیا لیکن اس کا نشانہ خطا ہو گیا۔ میں تنہا ہوتا تو اس وقت زندگی اور موت کی جنگ لڑنے کی خاطر ہر قسم کا رسک لینے پر آمادہ ہو جاتا لیکن میں نے لڑکی کی وجہ سے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ گروپ لیڈر نے دوسرا فائر کرنے کی خاطر نشانہ لیا لیکن اس کا پستول ہاتھ سے چھوٹ کر اس طرح نکل کر دور جا گرا جیسے کسی نے اس کے ہاتھ پر بھرپور وار کیا ہو۔ فضا میں ایک ہلکی سی "چٹخ" کی آواز ابھری اور گروپ لیڈر کا سیدھا ہاتھ فضا میں جھول کر رہ گیا۔ اس کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ وہ اچانک بلبلانے لگا۔ اس کے دوسرے ساتھیوں نے جلد بازی میں مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن اچانک ان کی آنکھیں بھی حلقوں سے ابلتی محسوس ہوئیں۔ پستول ان دونوں کی گرفت سے نکل چکا تھا وہ دونوں ہاتھوں سے کسی نادیدہ قوت سے اپنی گردن چھڑانے کی کشمکش کر رہے تھے لیکن کامیاب نہیں ہو پا رہے تھے۔ ان کے جسم بھی فضا میں معلق ہونے لگے۔ ان کی آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں پھر ان کے سر ڈھلک گئے دوسرے ہی لمحے وہ "دھم" سے فرش پر گر کر ڈھیر ہو گئے۔

"میرے عزیز۔" عثمان غنی کے مہربان باپ کی آواز میرے کانوں میں ابھری۔ "جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے نکل جاؤ۔"

"لیکن یہ معصوم لڑکی۔"

"وقت مت ضائع کرو۔ یہاں سے نکل جاؤ' لڑکی کا بندوبست میں کر دوں گا۔"

"مگر۔"

"فی الحال میں تمہیں ایک کڑی آزمائش میں پورا اترنے کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

میں نے جواب میں لڑکی کی سمت دیکھا پھر دوڑتا ہوا ہٹ سے باہر نکل گیا۔ میرا دل مسرت کے احساس سے لبریز ہو رہا تھا۔ وانش ابھی تک بے ہوشی سے دوچار تھا۔ میں نے اسے کھینچ کر برابر والی سیٹ پر منتقل کیا پھر اسٹیئرنگ سنبھالتے ہی تیزی سے واپسی کے راستے پر برق رفتاری کا مظاہرہ کرنے لگا۔ میرے ذہن میں عثمان غنی کے والد کا کہا ہوا آخری جملہ بار بار ابھر رہا تھا۔

میرے دشمن مجھے غلط راہ پر ڈال کر رحمانی قوتوں کے سائے سے دور کر دینا چاہتے تھے وہ ایک بار اپنی مذموم خواہش میں کامیاب بھی ہو گئے تھے جس کی [illegible] سے میاں صاحب مجھ سے روٹھ گئے میری کرامات سنہری انگوٹھی مجھ سے واپس لے لی گئی۔ وہ مخلوق جو کمبل پوش بزرگ کے اشارے پر میری مدد کر رہی تھی اس نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ میں گندگی اور غلاظتوں کے ڈھیر میں لتھڑتا چلا گیا۔ قدرت نے میری رسی دراز کر دی۔ کالکا نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر مجھے اپنے رنگ میں رنگنا چاہا لیکن پھر حسن اتفاق سے شاید کمبل پوش بزرگ کو میری حالت زار پر ترس آ گیا۔

میں ندا کو پامال کرنے کی خاطر ندیم کے فارم پہنچ گیا۔ وہ ایک کمسن اور معصوم لڑکی تھی جسے دولت کی ہوس کی خاطر وطن دشمن عناصر کے ساتھ سازباز کرنی پڑی تھی لیکن یہ عین فطرت تھی۔ وہ تو صرف ایک معصوم اور کم عمر لڑکی تھی جبکہ دولت اور کرسی کے لالچ میں تو ہمارے بڑے بڑے گدی نشین رہنما بھی ہوس کے دیوتا کے پجاری بن کر ملک اور ملت کا سودا کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ غمزدہ عوام کو اپنی دھواں دھار تقریروں سے اپنی شرافت اور نیک چلنی کا یقین دلاتے ہیں پھر خود ہی عقب سے ان کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ملک کی خوشحالی کی آڑ لے کر کروڑوں روپے کی خرد برد کر جاتے ہیں اور اس کی ذمے دار پچھلی حکومتوں کے کھاتے میں ڈال کر بڑی آسانی سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو وطن کا سودا کرنے کی گھناؤنی کوششوں سے بھی باز نہیں آتے لیکن ان کو کسی بات کی ذرہ برابر پروا نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ ایک حمام میں تمام ننگے والی مثال ان پر صادق آتی ہے۔ ان کے درمیان اگر ایک دو دیانت دار اور محب وطن سیاسی لیڈر ہوتے بھی ہیں تو یہ ان کی کردار کشی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ بھائی بن کر بھائی کا گلا کاٹتے ہیں۔ اپنی تجوریوں کا منہ بھرنے کی خاطر یہ وطن کی جڑوں کو اندر ہی اندر کھوکھلا کرنے میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ اپنی کرسی بچانے کی خاطر دوسروں کے اشاروں پر ناچتے ہیں مگر کاغذ کی ناؤ بھنور میں اگر پھنس جاتی ہے تو پھر قدرت انہیں حرف غلط کی طرح مٹا دیتی ہے لیکن شیطانی چکر چلتا رہتا ہے یہی دنیا کا دستور ہے۔

میری کیفیت بھی کچھ اس سے مختلف نہیں تھی [illegible] تو میں مجھے بہکا بہکا کر اس مقام تک لے [illegible] بزرگوں کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا تھا۔ رحمانی قوتوں نے منہ موڑ لیا تھا۔ کالکا جو کل تک مجھ سے خوفزدہ رہتی تھی۔ میرے دل کا حال نہیں جان سکتی تھی۔ اب وہ بھی مجھے قدموں پر جھکانے کی بات کرنے لگی تھی لیکن عثمان غنی نے درمیان میں آ کر مجھے سہارا دیا تھا۔ ہرچند کہ یہ سہارا بھی مجھے بربادی اور عیاشی کے تباہ کن راستوں پر لے جا رہا تھا لیکن ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی مثال صادق آ رہی تھی۔ کالکا کا زور کم کرنے اور اس کے طاغوتی ہتھکنڈوں سے چھٹکارا پانے کی خاطر میں نے عثمان غنی کا ہاتھ تھام لیا تھا لیکن قدرت کی نظریں بدستور میری گمراہیوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔

اگر میں نے ندا کی معصومیت کو روند ڈالا ہوتا' اس کی معصومیت کو اپنی گندگیوں میں سیاہ کر لے جاتا تو شاید پھر نجات کا کوئی راستہ نہ ملتا۔ اس سے پیشتر بھی میری فہرست پر عثمان غنی کے ملنے کے بعد سے کئی نام آ چکے تھے لیکن ندا نے جانے کیا بات تھی کہ میں اس کی معصومیت کو داغدار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی پاکیزگی پر بس اچانک ہی میرے دل میں رحم کے جذبوں نے طوفان بن کر سر ابھارا تھا پھر وہ اشارے اور کنائے میری

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

نگاہوں میں کسی شیطان کی مانند دھند میں پگھلتے چلے گئے جن کی نشانی دہی وقفے وقفے سے حسنہ اور پھر لیڈی مکلارنس نے کی تھی۔ خود کاکا نے بھی کسی آنے والے طوفان کی بات کی تھی لیکن کوئی وجہ نہیں بتائی تھی البتہ اس کا ذہنی سکون مجھے کسی دیے کی لو کی طرح ٹمٹماتا نظر آرہا تھا۔

عثمان غنی بھی یقیناً حالات سے آگاہ تھا جس نے مجھے ندا کے سلسلے میں جلد بازی کی خاطر اکسانے کی کوشش کی تھی لیکن تقدیر میرے اوپر مہربان تھی۔ میں نے ندا کے سلسلے میں مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ اس کلی کو پھول بنانے کا گناہ اپنے سر مول نہ لوں گا۔ میری زندگی کا یہی فیصلہ تھا جو موڑ بن کر میرے سامنے آگیا۔ قدرت کے نوازنے کے ڈھنگ بھی نرالے ہوتے ہیں۔ ندا میرے لیے امتحان تھی۔ ایک آزمائش کڑی تھی میں اس امتحان میں ثابت قدم رہا۔ میں نے اپنی موت کو داؤ پر لگا دیا تھا جس کا انعام مجھے زندگی کی صورت میں عطا ہوا۔ عثمان غنی کا باپ میری مدد کو آپہنچا۔ اس کی آمد اس بات کا پیش خیمہ بھی ہوسکتی تھی کہ کمبل پوش بزرگ کے تیج رویے میں بھی میری طرف لچک پیدا ہوگئی۔

بنارہ مات جانے کا وقت آیا تو عثمان غنی اور کاکا کی شیطانی قوتوں نے مل کر مجھے دوبارہ اندھیرے غار میں دھکا دینے کی کوشش کی ساحل سمندر کے پرسکون ماحول میں واقع وہ پرآسائش ہٹ اور ہٹ میں ایک کم عمر حسینہ جو زندگی سے پوری طرح سرشار تھی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید وہ بھی بھٹک جاتا۔ جگت نارائن نے جو اسکیم بنائی تھی اس میں اگر وہ خوبصورتی سے رنگ بھرتا تو شاید میرے قدم ڈگمگا جاتے لیکن کسی خون کے پیاسے دشمن کا وہ حسین تحفہ مجھے منظور نہیں تھا۔ میں نے اسے گندے ہاتھوں سے بچانے کا عہد کرلیا۔ یہ دوسرا موقع تھا جب رحمانی قوتوں نے میری مدد کی تھی۔ تینوں جوان جو مجھے اغوا کرکے لائے تھے ناقابل یقین صورت حال کا شکار ہوکر دنیا سے کوچ کرگئے تھے۔ میں نے وہاں سے فرار ہوتے وقت ایک سرولاش کی تحویل سے اپنا آٹومیٹک واپس لے لیا تھا مجھے مکمل یقین تھا کہ جب جگت نارائن کو اپنی ناکامی کا علم ہوگا تو ماہی بے آب کی مانند تڑپ اٹھے گا۔

دانش ابھی تک بے ہوش تھا۔ میں نے تقریباً ایک گھنٹے بعد گاڑی کو ویران سڑک پر لگے ہوئے فون بوتھ کے قریب روکا۔ نیچے اتر کر میں بوتھ میں داخل ہوا۔ قرب وجوار میں کوئی دوسرا آدمی دور دور تک نظر نہیں آرہا تھا۔ میں نے سراج کے نمبر ڈائل کیے میری خوش قسمتی تھی کہ فون خود اسی نے ریسیو کیا تھا۔ "ساحل سمندر۔ ایسٹ کوسٹ۔ چیک پوسٹ سے تقریباً پندرہ بیس منٹ کے فاصلے پر تمہیں اسٹیل گرے کلر کی ایک ہٹ ملے گی۔" میں نے تواتر سے کہا۔

"کون بول رہے ہیں۔۔۔"

"ابھی میرا جملہ مکمل نہیں ہوا ڈپٹی۔" میں نے سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔ "مطلوبہ ہٹ کے اندر تمہیں تین نوجوانوں کی لاشیں ملیں گی۔ باہر ایک گاڑی ہوگی۔ جلدی عمل کرنے کی کوشش کرو ورنہ چالاک اور عیار دشمن تمام ممکنہ ثبوت مٹانے میں کامیاب ہوجائے گا۔"

"لاشیں کن نوجوانوں کی ہیں؟"

"میں نے پوچھا تھا لیکن ان کی روحوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔" میں نے بدستور بدلی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"ڈیم فول۔" سراج نے مجھ پر ڈیم فول کا شبہ ظاہر کرنے کی خاطر دبی زبان میں کہا۔ "شاید میرا بدلا ہوا لب ولہجہ ڈیم فول سے ملتا جلتا تھا ورنہ سراج سے بلاوجہ اس سوال کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

"وقت کم ہے ڈپٹی۔ ہٹ تک پہنچنے میں دیر نہ لگاؤ اور ہاں اگر ہوسکے تو جاتے وقت واپس آتی ہوئی ایسی گاڑیوں اور وین کو روک کر ضرور چیک کرلینا جو مشتبہ ہوں۔"

"تم اگر اپنا نام بتادیتے تو میرے لیے کچھ آسانیاں۔۔۔"

"میں تمہیں پھر فون کروں گا۔" میں نے ریسیور واپس لٹکایا اور بوتھ سے باہر نکل آیا۔

دانش کی بے ہوشی کی حالت میں مجبوراً میں بلاوجہ سڑکوں کے چکر کاٹتا رہا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد ہی دانش ہوش میں آیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ سر کے اس حصے کو سہلاتا رہا جہاں پستول کی ضرب لگانے سے گومڑا بن گیا تھا پھر شاید اسے ایک ایک کرکے تمام باتیں یاد آگئیں۔ وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"سر۔۔۔"

"پریشان مت ہو۔ ہم خطرے سے بہت دور نکل آئے ہیں۔" میں نے دانش کو تسلی دی۔

"وہ بہت ہوشیار اور شاطر قسم کے نوجوان تھے میں ان سے آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا لیکن آپ کی وجہ سے خون کے گھونٹ پیتا رہا۔"

"تم میری عدم موجودگی میں بھی اکیلے ان تین مسلح نوجوانوں کا کچھ نہیں کرسکتے تھے۔" میں نے کہا۔

"کم از کم ان تینوں کے جسم کے چیتھڑے ضرور اڑا سکتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ مجھے خود بھی ان کے ساتھ ہی سفر آخرت اختیار کرنا پڑتا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے گاڑی میں ایک ایسا بٹن لگا رکھا ہے جس کو دباتے ہی گاڑی کے ٹکڑے ٹکڑے ہوسکتے ہیں۔"

"تم نے یہ بات مجھے پہلے نہیں بتائی؟" میں نے قدرے تشویش ناک لہجے میں سوال کیا۔ "ڈرائیونگ کرتے وقت اگر

غلطی سے میرا ہی ہاتھ اس بٹن سے ٹکرا گیا ہوتا تو؟"

"میں نے ہر امکان پر غور کرنے کے بعد ہی وہ سوئچ ایک ایسی جگہ فٹ کیا ہے جہاں تک پہنچنا کسی نئے آدمی کے لیے تقریباً ناممکن ہی ہے۔"

"اس سوئچ کو ہمیشہ آخری وقت پر استعمال کرنا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "گاڑی سے زیادہ مجھے تمہاری جان عزیز ہے۔"

"ان تینوں نوجوانوں کا کیا بنا؟" دانش نے تیزی سے سوال کیا۔

"وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر سوچ کر بولا۔ "تمہیں یاد ہے کہ ایک بار ہم نے پانڈے جی مرحوم کے ایک پروجیکٹ کو بلاسٹ کیا تھا؟"

"میرے لیے کوئی خاص حکم؟" دانش نے دبی زبان میں کہا۔

"تم مجھے دفتر ڈراپ کردو۔ اس کے بعد تمہیں میرے لیے ایک اہم کام انجام دینا ہوگا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اکیلے سر کروگے۔ ہوسکتا ہے کہ بعد میں ہم دوسری خطرناک مہم پر ساتھ ساتھ ہوں۔"

"آپ حکم دیں سر۔"

"بھوشن کا مرکزی بینک اور اس کی رہائش گاہ۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ "لیکن اس طرح کہ دونوں میں ایک ساتھ آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں اور بہت کچھ جل کر راکھ ہوجائے کیا تمہارے پاس ایسے پلاسٹک بم موجود ہیں جو۔۔۔"

"آپ دفتر چل کر آرام کریں سر۔ میں دو گھنٹے بعد ہی آپ کو خوشخبری سناؤں گا۔"

مجھے دانش کی صلاحیتوں پر پورا اعتماد تھا۔ میں اسے پہلے بھی کئی بار آزما چکا تھا۔

دفتر پہنچ کر میں نے سب سے پہلے ندیم کو فون کیا۔ سیاہ رنگ کی شیوی میں یقیناً اسی کے آدمی میری نگرانی پر معمور ہوں گے میں ان کا انجام معلوم کرنے کی فکر میں بے چین ہو رہا تھا۔

"فرمایئے۔" دوسری جانب سے ندیم کے بجائے اس کے [illegible] نے کال ریسیو کی۔

"ندیم کہاں ہے؟"

"اوہ آپ۔" اس نے میری آواز پہچان کر کہا۔ "کوئی دو گھنٹے پہلے انہیں فون پر کوئی بہت اہم اطلاع ملی تھی جس کے بعد وہ اچانک ہی اٹھ کر چلے گئے تھے اب تک واپسی نہیں ہوئی۔"

"میں دفتر سے بول رہا ہوں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ندیم کے آتے ہی مجھ سے فون پر بات کرانا۔"

"سب ٹھیک تو ہے نا سر"

"ہاں۔" میں نے مختصر جواب دیا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر آفس میں بچھے قالین پر ٹہلنے لگا۔ میرے ذہن میں گرم ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے بہت سارے سوال اور کئی ایک منصوبے آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ کچھ دیر بعد مجھے ندیم کی کال موصول ہوئی اس کی گفتگو کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس وقت بہت زیادہ الجھا ہوا ہے۔

"تمہارے ساتھ کیا افتاد پیش آئی ہے؟" اس نے میری آواز سنتے ہی پہلا سوال کیا۔

"فی الحال زندہ ہوں۔"

"مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی لیکن تمہیں یہ سن کر شاید افسوس ہوگا کہ آج میرا ایک بازو کٹ کر الگ ہوگیا۔"

"کیا مطلب؟" میں بری طرح چونک اٹھا۔

"سیاہ رنگ کی ایک شیوی تمہارا تعاقب کررہی تھی۔" ندیم بدستور رندھی ہوئی آواز میں بولا۔ "تمہیں شاید تین جوانوں نے اغوا کیا تھا اور ساحلی علاقے کی سمت لے جارہے تھے۔ حسب معمول میرا سب سے اہم کارندہ ماسٹر جی اپنے آدمیوں کے ساتھ تمہارا دور دور رہ کر تعاقب کررہا تھا لیکن پھر کوئی ایسی سچویشن پیش آئی کہ اس کی شیوی فضا میں قلابازیاں کھاتی ہوئی۔۔۔"

"میری گنہگار آنکھوں نے وہ اندوہناک منظر دیکھا تھا لیکن جو لوگ میری حفاظت کررہے تھے ان کا کیا بنا؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔

"ماسٹر جی اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ وہ گاڑی سے چھلانگ لگا کر دور ہونا چاہتا تھا لیکن اس کا پیر کسی چیز سے الجھ گیا اس لیے وہ پس کر ہلاک ہوگیا۔ تین آدمیوں کی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے۔ میں نے پولیس میں باقاعدہ رپورٹ درج کراکے تمام قانونی کارروائی مکمل کرلی ہے۔ موقف یہی اختیار کیا ہے کہ کچھ ڈاکو شیوی کے افراد کو یرغمال بنانا چاہتے تھے لیکن ناکامی کی صورت میں انہوں نے بم پھینک کر اسے تباہ کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ یہ بیان شیوی کے ڈرائیور نے دیا ہے جس کی حالت دوسروں کے مقابلے میں قدرے بہتر ہے۔ تم بتاؤ تمہارے اوپر کیا بیتی؟ میرا خیال ہے کہ ان نوجوان نے تمہیں آسانی سے۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میرے دفتر آجاؤ۔ وہیں بیٹھ کر آرام سے گفتگو ہوگی۔"

ندیم نے اس سے پندرہ منٹ کے اندر پہنچنے کا وعدہ کیا۔ ماسٹر کی موت پر مجھے بھی دکھ ہوا۔ بلاشبہ وہ ایک دوراندیش، ذہین، قابل اعتماد اور بلا کا پھرتیلا ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ صلاحیتوں کا مالک بھی تھا۔ اس کے بارے میں یہی مشہور تھا کہ وہ اپنے جسم کے ہر حصے پر بے شمار آنکھیں رکھتا تھا۔ خطرے کی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

بوسی درندے کی طرح دور سے بھانپ لیتا تھا لیکن قدرت کے کھیل نرالے ہوتے ہیں۔ شاید ماسٹری کا وقت بھی پورا ہوچکا تھا۔ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی تو میں نے جھپٹ کر ریسیور اٹھالیا۔ دوسری جانب سراج تھا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا آپ کو حالات کا علم ہوچکا ہے؟"

"جی ہاں۔ ابھی کچھ دیر پیشتر میں ندیم ہی سے گفتگو کررہا تھا۔ جو حادثہ پیش آیا ہے اور جو جانیں تلف ہوئی ہیں انہوں نے ندیم جیسے آہنی عزم ارادے کے مالک کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

"مجھے بھی اس کا افسوس ہے۔" سراج نے ایک رسمی سا جملہ کہا۔ "میں مجرموں کو کیفرکردار تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کروں گا۔"

"کیا ندیم سے آپ کی بات ہوچکی ہے؟"

"جی نہیں۔ وہ اس وقت موجود نہیں ہیں میں نے اسپتال جاکر زخمیوں کی عیادت بھی کی ہے لیکن مسٹر ندیم سے وہاں بھی ملاقات نہیں ہوسکی میرا خیال ہے کہ شاید وہ۔۔۔"

"اس نے آنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہوسکتا ہے دس پندرہ منٹ تک ہوجائے۔" میں نے ہونٹ صرف سیاہ شیشوں تک محدود رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کے آتے ہی میں آپ کو فون کرادوں گا۔"

"میں آپ کو ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔" سراج نے کہا پھر وہی گفتگو جو میں فون پر وقت سے پہلے کرچکا تھا دہراتا ہوا بولا۔ "اس بار جو اطلاع ملی وہ درست ثابت نہیں ہوئی البتہ کیرداس سے ملاقات ہوگئی سلیم شاہ بھی اس کے ہمراہ ہی تھا۔"

"سلیم شاہ اور کیرداس!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"مجھے خود بھی حیرت ہوئی تھی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اسمگلر کے ہی وہ ہٹ سلیم شاہ کی ملکیت ہے جہاں کیرداس اکثر فرصت کے کچھ اوقات گزارنے کا عادی ہے۔"

"چیک پوسٹ والوں نے کیا بیان دیا؟"

"یہی بات تو سب سے حیرت انگیز ہے" انہوں نے بڑے وثوق سے جس گاڑی میں تین نوجوانوں کی موجودگی کی تصدیق کی ہے اس گاڑی کا نمبر وہی بتایا ہے جو آپ کے استعمال میں رہتی ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔" میں نے سنبھل کر اپنا دفاع کیا۔ "میں نے تو آج ساحل کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔"

"پریشان نہ ہوں۔" سراج نے کہا۔ "ہوسکتا ہے آپ کے دشمنوں نے آپ کو محض ملوث کرنے کی خاطر آپ کے نمبروں والی پلیٹ استعمال کی ہو۔"

"گاڑی میں چیک پوسٹ پر کل کتنے افراد کو دیکھا تھا؟" میں نے دریافت کیا۔

"وہ صحیح تعداد نہیں بتاسکے لیکن تینوں نوجوان چونکہ چیک پوسٹ کے کھلنے والی سائڈ پر بیٹھے تھے اس لیے وہ بآسانی نظر آرہے تھے چیک پوسٹ کے ایک ذمے دار شخص نے اس شبہ کا اظہار بھی کیا ہے کہ گاڑی میں موجود افراد کی تعداد بہرحال چار سے کم نہیں تھی اس لیے کہ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک شخص اور بھی موجود تھا جسے وہ خود پوری طرح نہیں دیکھ سکے۔ یوں بھی سامنے شیشے میں انٹری اسٹیکر لگا ہونے کی صورت میں وہ زیادہ چھان بین نہیں کرتے اوپر سے بھی یہی احکام ہیں کہ اسٹیکر والی گاڑیوں کے صرف نمبر نوٹ کرلیے جائیں لیکن انہیں بلاوجہ پریشان نہ کیا جائے۔"

میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر سرسری طور پر معلوم کیا۔

"گاڑی کا رنگ کیا بتایا گیا ہے؟"

"ویسا ہی جیسا آپ کی کار کا ہے لیکن اس رنگ کی اور بھی ہزاروں گاڑیاں شہر میں موجود ہیں۔ اصل مقصد تو جعلی نمبر پلیٹ لگا کر پولیس کو دھوکا دینے سے تھا جس میں وہ کامیاب ہوگئے۔"

"جن لاشوں کے بارے میں انفارمیشن ملی تھی اس کا کیا بنا؟"

"میرا خیال ہے ہمیں محض پریشان کیا گیا ہے۔" سراج نے کہا۔ "میں نے ہٹ کے ایک ملازم اور چوکیدار سے بھی کچھ معلومات حاصل کی تھیں لیکن ان دونوں کا ایک ہی بیان تھا کہ سلیم شاہ صبح سے ہی ہٹ میں موجود تھا تاکہ کیرداس کا استقبال کرسکے۔"

"لیکن سلیم شاہ اور کیرداس۔۔۔"

"میں بھی اسی اہم نکتے پر سوچ رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بھی کیرداس سے ملا ہوا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ محض کسی سیاسی وجہ سے اس کے ساتھ رہتا ہو۔"

"سلیم شاہ کے کردار کے بارے میں آپ کی کیا رپورٹ ہے؟"

"وڈیروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ دوسروں کی طرح خود اپنے نچلے عملے کو بھی اذیت پہنچانے سے کبھی گریز نہیں کرتا۔ عیاش آدمی ہے اس کے علاوہ اسے شکاری کتے پالنے کا بھی شوق ہے۔"

"دو پاؤں والے بھی۔۔۔"

"میرا اشارہ دو پاؤں والوں کی ہی طرف تھا۔ خاصا دولت مند ہے۔ ویسے اگر آپ کو ناگوار خاطر نہ گزرے تو ایک بات کہوں؟" سراج نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ "کسی زمانے میں ماہ رخ صاحبہ بھی اس کا دم بھرتی تھیں۔"

"آئی سی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اسپتال میں جس وقت میں ماہ رخ سے بات کررہا تھا اس وقت وہ بھی موجود تھا۔ اس نے مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھتے ہوئے ماہ رخ سے کہا تھا کہ سجان شاہ کے بعد وہ اسے قبول کرے گا۔ ہوسکتا ہے اسی نے مجھے اپنا رقیب سمجھ کر جعلی نمبر پلیٹ کے ذریعے پھنسوانے کی حماقت کی ہو۔"

"ہوسکتا ہے۔" سراج نے کہا پھر رابطہ منقطع کردیا۔

میرا ذہن الجھنے لگا۔ مجھے پھنسانے کی خاطر جگت نارائن نے بڑی جامع منصوبہ بندی کی تھی لیکن قدرت نے مجھے بروقت بچالیا تھا۔ بہرحال مجھے کیرداس کا اس ہٹ میں سلیم شاہ کے ساتھ موجود ہونا بری طرح کھٹک رہا تھا۔ تمام پلاننگ یقیناً پہلے سے کی گئی ہوگی۔ جس میں کیرداس کا ذہن بھی ضرور شامل ہوگا۔ مجھے یہ خیال بھی آرہا تھا کہ وہ ہٹ سلیم شاہ اور کیرداس کے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی خاطر استعمال ہوتی ہوگی اگر میرا اندازہ درست تھا تو پھر سلیم شاہ کیرداس کی دہری شخصیت سے بھی واقف رہا ہوگا۔

ندیم کے آجانے سے میرے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔ اس کے استفسار پر میں نے اپنے اغوا سے لے کر واپسی تک تمام روداد سنائی۔ سراج سے ہونے والی باتیں بھی تفصیل سے بتادیں۔ البتہ میں نے عثمان غنی کے والد کا ذکر مناسب نہیں سمجھا۔

"کیا تمہیں وہاں سے نکالنے میں کاکا کا ساتھ شامل ہے؟"

"ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہ تینوں نوجوانوں کی موت حیرت انگیز طور پر واقع ہوئی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید جگت نارائن۔۔۔"

"لڑکی کا کیا بنا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ "اس نے یہی کہا تھا کہ میں فرار ہونے کی کوشش کروں وہ اپنا بندوبست خود کرلے گی۔"

"تم نے غلطی کی۔ وہ لڑکی ہمارے لیے اہم ثابت ہوسکتی تھی۔"

"شاید۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش کررہے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے بڑی صفائی سے اپنے جھوٹ کو نباہتے ہوئے کہا۔ "اس وقت میں اتنا بوکھلا گیا تھا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔"

"لڑکی نے اپنا نام کیا بتایا تھا؟"

"افشاں! مگر مجھے یقین ہے کہ وہ اس کا اصلی نام نہیں تھا۔"

"ماسٹری اگر حادثے کا شکار نہ ہوتا تو شاید میرے آدمی اصلیت کا کھوج لگاسکتے تھے۔" ندیم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

فون کی گھنٹی بجنی شروع ہوگئی تھی اس لیے میں نے ندیم کی بات کا جواب دینے کے بجائے ریسیور اٹھالیا۔ "شہباز خان اسپیکنگ۔"

"سر۔۔۔" دوسری جانب سے دانش کی آواز ابھری۔ "میں نے ہر کام فٹ کردیا ہے صرف پندرہ منٹ بعد ہمارا خواب پورا ہوجائے گا۔"

"تم نے گاڑی کون سی استعمال کی تھی؟" میں نے کسی فوری خیال سے پوچھا۔

"آپ کی گاڑی پارکنگ لاٹ ہی میں موجود ہے۔" دانش نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں نے اسی پارکنگ لاٹ سے ایک دوسری گاڑی اڑائی تھی لیکن کسی کو اس کے بارے میں کان و کان خبر نہیں ہوگی۔"

"اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟"

"دفتر سے تقریباً دو میل کے فاصلے سے۔" دانش نے کہا۔ "فون کرنے کے لیے بھی میں نے ایک بوتھ ہی کا استعمال کیا ہے۔"

"میری بات غور سے سنو۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اس گاڑی پر سے فنگر پرنٹس وغیرہ مٹانے کے بعد وہیں چھوڑ کر پارکنگ لاٹ تک پہنچنے میں جلدبازی کرو۔ اٹ از ارجنٹ۔"

میں نے ریسیور رکھا تو ندیم نے مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کس کا فون تھا۔"

"دانش کا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر اس مشن کی تفصیل بھی بتادی جس پر دانش کو روانہ کیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے اچھا ہی کیا۔ بہرحال محتاط رہنا۔" ندیم نے خلاف توقع میرے ایکشن کو سراہا پھر شام کو گھر پر تفصیلی باتیں کرنے کا ارادہ کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔

اب میرے اندر انتشار کی کیفیت سر ابھار رہی تھی۔ دانش نے مجھے جو اطلاع دی تھی وہ میرے لیے باعث مسرت تھی لیکن اس کے ساتھ ہی میں سلیم شاہ کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ یہ پہلا اشارہ تھا جو مجھے جگت نارائن تک پہنچا سکتا تھا۔ ٹھیک پچیس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی میں نے ریسیور اٹھالیا دوسری جانب حسب توقع سراج ہی تھا جو بری طرح بوکھلایا ہوا محسوس ہورہا تھا۔

"مگر مسٹر شہباز۔ آپ کے لیے ایک نئی اطلاع ہے۔ کسی نے بھوشن کے مرکزی بینک اور اس کی رہائش گاہ کو بم سے اڑا دیا ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"نہیں!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں جائے واردات پر روانہ ہو رہا ہوں لیکن معلوم یہ ہوا ہے کہ بم ان دونوں مقامات پر ایک ساتھ ہی باری باری شدید دھماکے سے بلاسٹ ہوئے تھے۔"

"ہو سکتا ہے اس میں نو لیم پوکر کا ہاتھ ہو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "بھوشن کی موت کے بعد اب وہ اپنا حق آسانی سے نہیں لے سکتا تھا؟ ممکن ہے یہ دھماکے اسی کی تخریبی سوچ کا نتیجہ ہوں۔"

"اور بہت کچھ بھی سوچا جا سکتا ہے۔" سراج نے قدرے معنی خیز انداز میں جواب دیا پھر رابطہ منقطع کر دیا۔

ہرچند کہ اس دھماکے میں کچھ بے گناہ بھی کام آ گئے ہوں گے، میرا یہ فعل بھی گناہ کے زمرے میں آتا تھا لیکن مجھے وہ خبر سن کر طمانیت کا احساس ہوا تھا۔ کبھی بھوشن نے میرے بارے میں ایسے ہی کچھ پلان مرتب کیے تھے لیکن وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکا تھا۔ میں نے اس خوشی کے موقع پر کالکا کو یاد کیا اس نے میرے سامنے آنے میں دیر نہیں لگائی لیکن اس کے چہرے پر اب مجھے وہ پہلے جیسا کروفر نظر نہیں آ رہا تھا۔

"کس دوچار میں گم ہو کالکا رانی؟" میں نے بھرپور طنز کیا۔ "ابھی تو اصل کھیل شروع ہوا ہے۔ ابھی سے تم اتنی پریشان کیوں ہو؟"

"شہباز خان۔ تمہیں پچھتانا پڑے گا۔" کالکا نے مجھے گیدڑ بھبکی دی۔

"میرے قریب آؤ کالکا، میرے دل میں جھانکو لیکن شاید اب تم ایسا نہ کر سکو۔"

"مجھے کس لیے یاد کیا تھا؟" اس نے مجھے کینہ توز نظروں سے گھورا۔

"اب جگت نارائن کا نمبر بہت قریب آ گیا ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "ہو سکے تو اسے بچانے کی خاطر اپنی شکتی کو ضرور استعمال کرنا۔ تمہیں تو دیوی دیوتاؤں کی آشیرواد حاصل ہے۔ تم مہان ہو۔ ہاں۔ تم نے شاید ان جملوں کو کثرت سے استعمال کیا تھا۔

"بہت زیادہ اونچی اڑان کی کوشش مت کرو۔ جو چھایا ایک بار پھر تم پر مہربان ہو گئی ہے اگر وہ دوبارہ چھٹ گئی تو تمہیں پھر کالکا کے چرنوں میں سر رکھ کر جیون کی مکتی مانگنی پڑے گی۔"

"پریشان مت ہو میرے من مندر کی مہارانی۔" میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہیں بھولوں گا نہیں اس لیے کہ میرا اور تمہارا ساتھ تو بہت پرانا ہے۔ میں تم سے ایک آخری بار اور ملوں گا۔ شاید لیڈی مکلارنس کی اس پراسرار اور نایاب لائبریری میں جہاں تمہاری مورتی اب تمہاری آتما کی راہ دیکھ رہی ہوگی۔"

کالکا غصے سے سرخ ہو گئی۔ اس کی نگاہوں سے شعلے بلند ہونے لگے۔ اچانک اس کے ہونٹوں کو جنبش ہونے لگی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر لیے۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے یقیناً کسی خطرناک منتر کا جاپ کر رہی تھی لیکن پھر یکلخت ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھتے دیکھتے چونک اٹھی ہو۔ اس نے مجھ پر سے نظریں ہٹا کر چاروں طرف دیکھا پھر یکلخت نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کسی روحانی قوت کی مداخلت پر بوکھلائی تھی۔ میں نے عثمان غنی کے والد کو تو اور دی کمبل پوش بزرگ کو یاد کیا لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں آیا شاید ابھی خدا کے اس برگزیدہ بزرگ نے مجھے پوری طرح معاف نہیں کیا تھا۔

میں نے طے کر لیا تھا کہ اپنے قدموں میں اب کوئی لغزش نہیں آنے دوں گا۔ بہرحال مجھے ایک دو ضروری کام نمٹانے تھے۔ جگت نارائن سے اب میرے داؤ پیچ آخری مراحل میں داخل ہو چکے تھے۔ میں اس راؤنڈ میں کسی سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنے جانی دشمنوں کو اتنی مہلت نہیں فراہم کرنا چاہتا تھا کہ از سرِ نو خود کو منظم کر سکیں۔

اس روز میں نے شام کو روز مرہ کے معمول کے مطابق اسٹاف کو چھٹی دی۔ صرف میرے دونوں گارڈز موجود تھے۔ میں نے عارفہ کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ شاید میری واپسی میں رات ہو جائے۔ آٹھ بجے تک میں اپنے دفتر میں رہا پھر میں نے دانش کو اوپر بلایا اور اپنے چہرے میں تھوڑی بہت تبدیلی کر کے پچھلے راستے سے نیچے آ گیا۔

"سر۔" دانش نے سیڑھیاں طے کرتے ہوئے دبی زبان میں پوچھا۔ "کہاں کا پروگرام ہے؟"

"سلیم شاہ۔" میں نے مختصراً کہا۔ "میرے خیال میں وہ جگت نارائن کی حقیقت سے واقف ہے اس لیے جلدبازی کا مظاہرہ نہ کرنا۔"

نیچے پہنچ کر میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا عمارت سے باہر نکل گیا۔ پانچ منٹ بعد دانش گاڑی لے کر سڑک پر آ گیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے کچھ توقف کے بعد دانش سے پوچھا۔ "کیا ماسٹر کی کے بعد ندیم نے میری حفاظت کی خاطر—"

"راجو کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے سر۔ وہ بھی ماسٹر کی ہی کا چیلا ہے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح انہیں ڈاج دے کر اس طرح نکل چلو کہ انہیں ہمارا سراغ نہ مل سکے۔"

دانش نے اثبات میں سر کو جنبش سی دی پھر مین روڈ پر

جاتے جاتے اس نے گاڑی کو اچانک ہی ایک تنگ سڑک پر موڑ لیا جو شیطان کی آنت کی طرح پیچ در پیچ دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ قدم قدم پر راستے گھومتے نظر آ رہے تھے۔ یہ تھوک بازار تھا اگر شام کا وقت ہوتا تو شاید اس تنگ سڑک پر پیدل چلنا بھی آسان نہ ہوتا لیکن مارکیٹ چونکہ ساڑھے سات بجے بند ہو جاتی تھی اس لیے اس وقت ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ دانش ان راستوں سے یقیناً پوری پوری واقفیت رکھتا تھا۔ بار بار وہ گاڑی کو کبھی دائیں اور کبھی بائیں موڑ رہا تھا۔ پیچھے کسی دوسری گاڑی کا وجود نظر نہیں آ رہا تھا پھر بیس منٹ بعد ہم دوبارہ اپنے دفتر کے قریب کھلی سڑک پر آ گئے گویا اب راجو کا ہم لوگوں کو تلاش کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سلیم شاہ کی رہائش گاہ تک پہنچنے کے لیے بھی دانش نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ گاڑی کی نمبر پلیٹ دانش نے پارکنگ لاٹ ہی میں تبدیل کر دی تھی۔

"ہم جو معرکہ سر کرنے جا رہے ہیں اس میں موت کا خطرہ زیادہ ہے۔"

"میرا نام دانش ہے سر۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔ "موت بھی میری روح قبض کرنے کے بعد ہی آپ تک پہنچے گی۔"

بیس پچیس منٹ بعد ہی ہم سلیم شاہ کے ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ اس کی رہائش گاہ پر مسلح گارڈز کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی لیکن میں نے ایک بند لفافہ محافظ ہی کے ذریعہ اندر بھیجا تھا جس کے بعد مجھے بڑی آؤ بھگت کے ساتھ ڈرائنگ روم تک پہنچا دیا گیا۔ لفافے کے اندر جگت نارائن کا وہی سکہ موجود تھا جو میں نے ایک دشمن کی لاش سے حاصل کیا تھا۔

ڈرائنگ روم میں ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سلیم شاہ نے ملاقات کرنے میں خاصی عجلت کا مظاہرہ کیا تھا۔ ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچتے ہی اس نے اپنے آدمیوں کو گیٹ تک محدود رہنے کا حکم جاری کیا تھا۔

"فرمایئے؟" اس نے ہم دونوں کو باری باری دیکھا۔ "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"مہاراج نے آپ کو فوری طور پر یاد کیا ہے۔" میں نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ "انہوں نے فون نہیں کیا اس لیے کہ شبہ کی بنا پر اب حکومت ان کے رہائشی اور کاروباری فون نمبروں پر آنے جانے والی کالوں کو ٹیپ کرا رہی ہے۔ مہاراج کو پورا شبہ ہے کہ اس سازش میں بھی اس ڈپٹی کا ہاتھ ہوگا جو شہباز خان کا دوست بھی ہے۔"

"شہباز خان اور وہ معقول ڈپٹی۔" سلیم شاہ نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا۔ "بیڑا اس جی نے روک رکھا ہے ورنہ اب تک میرے آدمی ان دونوں کا صفایا کر چکے ہوتے اور کسی کو کانوں کان بھنک بھی نہ ملتی۔"

"ڈپٹی زیادہ خطرناک آدمی ہے۔" مجھے بروقت سوجھ گئی۔ "بہت ممکن ہے کہ آپ کو اور مہاراج کو ایک ساتھ دیکھنے کے بعد سے ہی مہاراج کی کالیں ٹیپ کرائی جا رہی ہیں۔"

"آپ لوگ چلیے۔" وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "مہاراج سے کہیں کہ میں آ رہا ہوں۔"

ہمارے پاس واپسی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ سلیم شاہ کو اس وقت مارنا بہت آسان تھا لیکن اس کی محل نما کوٹھی سے زندہ بچ نکلنا اتنا ہی دشوار تھا چنانچہ ہم نے ہاتھ باندھ کر اجازت چاہی اور عمارت سے باہر آ گئے۔

"اب کیا ہوگا۔" میں نے کہا۔ "اگر سلیم شاہ نے کسی ذریعے سے کیرداس سے ہمارے بارے میں تصدیق کر لی تو—؟"

"اس کے فرشتے بھی ہمارا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔" دانش نے کہا پھر تقریباً ایک فرلانگ دور آنے کے بعد اس نے گاڑی اس طرح ایک جانب موڑ کر دیوار سے لگا کر پارک کر دی کہ وہ کسی کی نظر میں نہیں آ سکتی تھی۔ اس کے بعد میں گاڑی سے نیچے اترنے لگا تو اس نے تیزی سے پوچھا۔

"سر۔ یہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"تم بھی آ جاؤ لیکن کیل کانٹے سے لیس ہو کر۔" میں نے مدھم آواز میں کہا پھر سڑک پر جا کر فٹ پاتھ پر پہنچ کر رک گیا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں سر۔ اس میں تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔"

"اور خطرے کا دوسرا نام ہے موت۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "کیا تم بھول رہے ہو کہ مہاراج نے ہمیں کیا حکم دیا تھا۔ یا تو ہم سب ساتھ اپنی گاڑی میں وہاں پہنچیں یا پھر سلیم شاہ کی شاندار کار ہمارا بوجھ برداشت کرے۔"

"اوہ یو آر گریٹ سر۔" دانش نے کہا۔ "یہ زیادہ مناسب طریقہ ہوگا۔"

پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ داہنے جانب سے آنے والی سلیم شاہ کی کار ہمارے قریب پہنچ کر رک گئی۔

"تم لوگ؟" اس نے ہمیں گھورا۔ "یہاں کیوں کھڑے ہو اور تمہاری کار؟"

"مہاراج کا حکم تھا کہ ہم سب ایک ہی گاڑی میں سفر کریں۔" میں نے نہایت ادب سے جواب دیا۔ "ویسے آپ چاہیں تو ہمیں چھوڑ کر بھی جا سکتے ہیں۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ملاقات تو آپ کو مہاراج ہی سے کرنی ہے۔"

"اندر آ جاؤ۔" سلیم شاہ میرے جواب سے مطمئن ہو گیا تھا۔ "دانش نے ڈرائیور کے برابر جگہ سنبھال لی اور میں سلیم شاہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔

مجھے حیرت تھی کہ سلیم شاہ کے ساتھ اس وقت کوئی گارڈ

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

نہیں تھا پھر اس کی وجہ بھی میری سمجھ میں آگئی وہ کیبرداس اور اپنے بارے میں شاید زیادہ تشہیر نہیں چاہتا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"مہاراج کو اس روز لڑکی اور شہباز خان والے معاملے پر سخت غصہ ہے۔ مرنے والے تینوں نوجوان مہاراج کے خاص سیوک شمار کیے جاتے تھے۔"

"تمہیں یہ بات کس نے بتائی۔" سلیم شاہ چونکا۔

"دراصل ہم دونوں بھی مہاراج کے نمک حلال سیوک ہیں۔ اس کے علاوہ گرودیو اس لڑکی کے گم ہو جانے پر بھی بہت لال پیلے ہو رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" سلیم شاہ نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا وہ لڑکی ابھی تک وہاں نہیں پہنچی؟"

"پہنچ گئی ہوتی تو مہاراج کو اس کے نام پر ایک سکہ نکال کر الگ نہ رکھنا پڑتا۔" میں نے ولی زبان میں کہا۔ میں نے شروع ہی سے اپنا لب و لہجہ بدل رکھا تھا۔

"کون ہو تم لوگ؟" سلیم شاہ سکے کے نام پر کسمسا کر رہ گیا۔

"تم نے اچھا کیا سلیم شاہ کے کیبرداس اور جگت نارائن کے فرق کو جلدی واضح کر دیا۔" میں نے انتہائی پھرتی سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا رخ سلیم شاہ کی کھوپڑی کی جانب کر کے سرد لہجے میں کہا۔ "اب یہ بھی بتا دو کہ کیا تم بھی جگت نارائن کے جرائم میں برابر کے شریک ہو؟"

"سر۔" دانش کی آواز ابھری۔ "میں نے ڈرائیور کو کنٹرول کر لیا ہے۔ یہ کوئی حماقت نہیں کرے گا۔" اس نے بھی حیرت انگیز طور پر اپنی آواز بدل لی تھی۔

"غلط خیال ہے تمہارا۔" سلیم شاہ نے الٹی ہوئی بساط کے رخ کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میں جگت نارائن کے ساتھ صرف لڑکیوں کے معاملے میں۔"

"پھر سوچ لو سلیم شاہ۔" میرا لہجہ اور سفاک ہو گیا۔ "ہو سکتا ہے تمہیں کچھ اور بھی یاد آ جائے۔"

"تم جو چاہے سمجھ لو۔" وہ تلملا کر بولا۔ "اگر میں چاہتا تو جگت نارائن کے سلسلے میں بھی زبان نہ کھولتا اور تم جو کوئی بھی ہو تمام زندگی میری زبان نہیں کھلوا سکتے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ تمہارا تعلق بھی سراج کے محکمے سے ہے لیکن یہ غلط فہمی دل سے نکال دو کہ تمہارا ڈپٹی یا پولیس کا محکمہ میرے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت کرے گا۔"

"بعض خیالات محض خواب بن کر رہ جاتے ہیں۔" میں نے اس پر گہرا طنز کیا۔

"ڈرائیور گاڑی روک دو۔" سلیم شاہ نے کرخت لہجے میں کہا اور اس کے حکم کے مطابق ہی ڈرائیور نے اپنی پروا

نہ کرتے ہوئے گاڑی روک دی۔ میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا چنانچہ میرا پستول کا دستہ برق رفتاری سے سلیم شاہ کی کنپٹی پر پڑا اور اس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی۔ وہ خاصی دیر کے لیے بے ہوش ہو چکا تھا۔ دانش نے بھی جلدی میں میرے ایکشن کا ری ایکشن دکھا دیا۔ اب وہ دونوں بے ہوش ہو چکے تھے۔

"اب کیا حکم ہے؟" دانش نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔" میں نے جواب دیا پھر تیزی سے نیچے اتر گیا۔ دانش نے بھی میری پیروی کی تھی لیکن گاڑی سے نکلنے سے پیشتر میں نے منی ٹیپ ریکارڈر پر ٹیپ شدہ وہ کیسٹ جس میں ہماری گفتگو ریکارڈ ہو چکی تھی رومال سے پکڑ کر نکالا اور سلیم شاہ کی جیب میں ڈال دیا۔

"تم گاڑی کے پاس پہنچو۔" میں نے دانش سے کہا۔ "اگر اس کے آدمی یا کوئی اور پارٹی گاڑی کو یہاں سے ہٹانے کی کوشش کرے تو تم ان دونوں کو گاڑی سمیت اڑا سکتے ہو۔"

"آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"میری فکر مت کرو۔ میں جلدی تمہارے پاس واپس آنے کی کوشش کروں گا۔ میرا انتظار کرنا۔" میں دانش کو ضروری ہدایت دینے کے بعد تیزی سے پلٹ کر دوسرے مین روڈ پر گھوم گیا پھر کوئی دس منٹ بعد ہی میں ایک ٹیلی فون بوتھ سے سراج سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس وقت میں نے وسیم پو کر کے لہجے میں سراج سے کہا تھا۔

"تمہارے لیے ایک اہم اطلاع ہے ڈپٹی۔ سلیم شاہ اور جگت نارائن ایک دوسرے سے بخوبی واقف ہیں جس کی تصدیق تم ساحلی علاقے میں اسٹیل گرے کلر کی ہٹ میں بھی کر چکے ہو۔ اس وقت میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سلیم شاہ اور اس کا ڈرائیور بے ہوشی کی حالت میں اپنے گھر سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر کار میں پڑے ہیں۔ سلیم شاہ کی جیب سے تمہیں ایک ٹیپ شدہ آڈیو کیسٹ بھی ملے گا جس میں ہماری گفتگو موجود ہے۔ گفتگو میں سلیم شاہ نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اس کے اور جگت نارائن کے درمیان صرف عیاشی کا تعلق ہے۔ تم اس کیسٹ سے فائدہ اٹھا سکتے ہو لیکن جلدی کرو۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ گاڑی وہاں سے ہٹا دی جائے۔"

"تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟" سراج نے سوال کیا۔

"بھوشن اور جگت نارائن ملے ہوئے تھے۔ شاید جگت نارائن ہی نے مجھے جائداد سے محروم کرنے کی خاطر بھوشن کے مرکزی بینک اور رہائش گاہ کو بم بلاسٹ کے ذریعے اڑا دیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے اس کے آدمی دھماکا کرنے سے پہلے قیمتی اشیا اور نقدی پہلے ہی نکال چکے ہوں۔"

"تم اگر سلطانی گواہ بن جاؤ تو میں تمہیں قانون سے رعایت دلوانے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"سوری ڈپٹی۔ میں اب تمہارے وطن میں ایک دو دن سے زیادہ قیام نہیں کروں گا۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ جانے سے پہلے میں جگت نارائن یا کیبرداس سے بھی اس کی کینگی کا حساب چکتا کر جاؤں۔"

میں نے کچھ سوچ کر کہا پھر بوتھ سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنی گاڑی تک پہنچا جہاں دانش بڑی بے صبری سے میرا منتظر تھا۔ سلیم شاہ کی گاڑی ہماری نگاہوں سے دور نہیں تھی پھر میں وہاں اسی وقت تک رکا رہا جب تک سراج اور اس کی ٹیم نے پہنچ کر مطلوبہ کار کے اطراف گھیرا انہیں ڈال دیا تھا۔"

حسب توقع اسی رات مجھے سراج کا فون ملا۔ بڑے الجھے ہوئے انداز میں سلیم شاہ کے سلسلے میں وہ مجھے تمام حالات تفصیل سے سناتا رہا پھر جب اس نے اپنا سلسلہ ختم کیا تو میں نے قدرے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"مسٹر سراج۔ آپ ایک ذمے دار، محنتی اور دیانت دار افسر ہیں۔ اکثر و بیشتر حکومت نے آپ کو کارہائے نمایاں انجام دینے پر انعام و اکرام سے نوازا ہے۔ محکمہ جاتی طور پر بھی آپ کئی پولیس میڈل حاصل کر چکے ہیں پھر ہمیشہ مجھ سے ہی ہر کیس کیوں ڈسکس کرتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ شہر میں ہونے والی ہر چھوٹی بڑی واردات میں آپ کو میرا ہی ہاتھ نظر آتا ہو۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "میں اس وقت بری طرح الجھا ہوا ہوں۔ سلیم شاہ حراست میں ہونے کے باوجود کسی زخمی درندے کی طرح چیخ چلا رہا ہے۔ پولیس کے اعلیٰ افسروں کو بھی مغلظات بک رہا ہے۔ اس کے آدمی سیکڑوں کی تعداد میں باہر دھرنا جمائے بیٹھے پولیس کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں۔ لا اینڈ آرڈر کی پوزیشن بڑی نازک ہو گئی ہے۔"

"سلیم شاہ کا مطالبہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے صرف ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ اسے کسی سازش کے تحت دھوکے سے پھنسایا گیا ہے اس لیے غیر مشروط طور پر فوری رہا کیا جائے۔"

"اور وہ ٹیپ جو آپ کے بیان کے مطابق اس کی جیب سے برآمد ہوئی ہے؟" میں نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔ "اس کے بارے میں وہ کیا کہتا ہے؟"

"اس نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ بھی وزن رکھتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"سلیم شاہ کا کہنا ہے کہ وہ نقاب پوشوں نے اسے راستے میں گن پوائنٹ پر روکا تھا اسے وہ گفتگو ان کے حکم کے بموجب اور اپنی جان کے خطرے کی وجہ سے کرنی پڑی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ خطرہ ٹل جانے کے بعد وہ از خود پولیس کو حالات سے باخبر کرے گا لیکن نقاب پوشوں نے اسے اور اس کے ڈرائیور کو ریوالور یا پستول کے دستے مار کر بے ہوش کر دیا تھا۔"

"آئی۔ سی۔" میں نے دل ہی دل میں سلیم شاہ کے خود ساختہ بیان کو سراہتے ہوئے کہا۔ "آپ نے کہا ہے کہ وسیم پوکر نے آپ کو فون کیا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"ہو سکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ سلیم شاہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ آپ از خود ساحلی علاقے کی ہٹ پر سلیم شاہ اور کیبرداس کو ایک ساتھ دیکھ چکے ہیں جس سے ان دونوں کے درمیان عیاشی کا تعلق بہرحال ثابت ہو جاتا ہے۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "وسیم پوکر کو بھوشن کا مرکزی بینک اور رہائش گاہ بم کے ذریعے اڑا دیے کے بعد یقیناً جگت نارائن کی تلاش ہوگی۔ ممکن ہے کسی طرح اسے بھی ساحلی علاقے پر سلیم شاہ اور اس کی ملاقاتوں کا علم ہو گیا ہو اور اس نے سلیم شاہ کی زبان سے سچ اگلوانے کے بعد اسے ڈرائیور سمیت بے ہوش کر دیا ہو۔"

"آپ کا خیال بھی درست ہو سکتا ہے لیکن وہ ٹیپ مجھے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔" سراج نے الجھتے ہوئے کہا۔ "وہ ٹیپ کیبرداس کو سنوانے کے بعد زیادہ آسانی سے بے نقاب کیا جا سکتا تھا۔"

"درست فرمایا آپ نے۔" میں نے جواب دینے میں دیر نہیں کی۔ "لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ ذمے داری اس نے پولیس کو سونپنے کی کوشش کی ہو۔"

"لیکن میں فی الحال کیا کروں؟ اوپر سے یہی ہدایت مل رہی ہے کہ سلیم شاہ اور اس کے ڈرائیور کو رہا کر دیا جائے۔" سراج نے یقیناً تلملا کر کہا تھا۔ "صرف زبانی گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔ تحریری طور پر کوئی آرڈر نہیں دیا جا رہا۔ میرا خیال ہے کہ آپ میری پوزیشن سمجھ رہے ہوں گے؟"

"جی ہاں۔ ویسے ایک صورت ممکن ہو سکتی ہے کہ آپ سلیم شاہ کو دو معزز گواہوں کی موجودگی میں ذاتی مچلکے پر رہا کر دیں۔"

"ایسی صورت میں تو وہ حرامزادہ سب سے پہلے جگت نارائن کو صورت حال سے آگاہ کر دے گا۔"

"آپ یہ بات سوچنے میں حق بجانب ہیں لیکن میری چھٹی حس یہ کہتی ہے کہ اب کیبرداس کی جان کو زیادہ خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔" میں نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اگر

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

جس سے پوری کاروائی نہ کی تو ہو سکتا ہے کہ خود وہ پورے اپنے حصے سے محروم ہو جانے کے بعد جگت نارائن یا کبیر داس کو بھی زندگی سے محروم کر دے۔"

"بالکل یہی نکتہ میرے ذہن میں بھی کلبلا رہا ہے۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "اسی غرض سے میں سلیم شاہ کو ذاتی مچلکے پر بھی رہا کرنے سے ہچکچا رہا ہوں۔"

"کیا آپ نے آئی جی یا نئے ڈی آئی جی سے بات کی تھی؟"

"جی ہاں لیکن انہوں نے بڑی خوبصورتی سے یہ معاملہ میری صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔"

"کیا آپ سلیم شاہ کا بیان کسی مجسٹریٹ کی موجودگی میں۔"

"میں اس کی کوشش بھی کر چکا ہوں لیکن باہر لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ نہ کسی کو اندر آنے دے رہے ہیں نہ باہر نکلنے دیتے ہیں۔ مجھے تو اس بات پر بھی حیرت ہے کہ سلیم شاہ کے ان کمبخت مریدوں کو اس کے حراست میں لیے جانے کا علم کس طرح ہو گیا۔"

"ممکن ہے آپ کے سامنے کبیر داس سے اپنے تعلقات کے بے نقاب ہو جانے کے بعد خود سلیم شاہ نے یہ سارا ڈراما رچایا ہو۔"

"سب کچھ سوچا جا سکتا ہے لیکن اس وقت مجھے کوئی ایک فیصلہ فوری طور پر کرنا ہے۔ تصادم یا ذاتی مچلکہ۔ اسی کی خاطر میں نے آپ سے مشورہ لینا ضروری سمجھا ہے۔"

"صورت حال اگر زیادہ نازک ہو گئی ہے تو پھر ایک ہی طریقہ ممکن ہے۔" میں نے توقف سے جواب دیا۔ "آپ اسے ذاتی مچلکے پر رہا کر دیں اور اپنے مخصوص اور قابل اعتماد لوگوں کو اس کی نگرانی پر لگا دیں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کو وقتی طور پر ہی سہی لیکن کسی متوقع تصادم کی صورت سے نجات مل جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" سراج نے تھکے ہوئے لہجے میں جواب دیا پھر گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

سلیم شاہ یقیناً خاصے مضبوط اعصاب کا مالک تھا جو اس نے اپنے بچاؤ کی خاطر ایک ایسا بیان دیا تھا جس کی صحت سے مکمل طور پر روگردانی بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ خاصی دور تک اثر و رسوخ رکھنے کے علاوہ بذات خود بھی صاحب حیثیت شخص تھا۔ کسی ایسے شخص کو حوالات میں بند رکھنا کسی بھی پولیس افسر کے لیے ممکن نہیں تھا۔ بصورت دیگر اسے اپنی فرض شناسی کی پاداش میں ملازمت سے برطرف بھی کیا جا سکتا تھا۔

دوسری صبح میں ناشتے سے فارغ ہو کر دفتر جانے کے لیے باہر نکلا تو ندیم لان پر میرا منتظر تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل سپاٹ ہی نظر آ رہے تھے۔ میں اس کے قریب گیا تو اس نے بغیر تمہید کے کہا۔

"سلیم شاہ کی موت اب ایک فتنے کو جنم دے سکتی ہے۔"

"سلیم شاہ کی موت!" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ ذاتی مچلکے پر رہا ہو کر وہ لوگوں کے ہجوم کے درمیان سے چند منٹ نے گزر رہا تھا کہ اس کے مرید خوشی سے دیوانے ہو کر سڑک پر رقص کر رہے تھے، پولیس کے خلاف ہائے ہائے کے نعرے لگا رہے تھے لیکن ان کی خوشیاں زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکیں۔ ہجوم ہی سے ایک شخص نے سامنے آ کر اپنے ریوالور کا پورا چیمبر سلیم شاہ کی چوڑی چھاتی پر خالی کر دیا۔ کسی طبی امداد کی فراہمی سے پہلے ہی اس نے دم توڑ دیا تھا۔"

"اور قاتل؟"

"اپنا کام انجام دینے کے بعد اس نے بھی زہریلا کیپسول چبا کر خودکشی کر لی۔ اس کی جیب سے بھی جگت نارائن کا مخصوص نشان سکے کی صورت میں برآمد ہوا ہے۔"

"گویا اب جگت نارائن نے اپنے راستے کا آخری کانٹا بھی نکال پھینکا ہے۔"

"پروفیسر ابرار کے فارمولے کے سلسلے میں تمہاری کالکا دیوی کے کیا ارادے ہیں؟" ندیم نے رخ بدل کر سوال کیا۔ وہ اس وقت کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"ایک موقع پر اس نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ پروفیسر جس فارمولے کی تیاری میں مصروف ہے یا تو وہ اسی کے ہاتھ لگے گا یا پھر کسی کے کام کا نہیں رہے گا۔"

"تم نے اس بات سے کیا نتیجہ اخذ کیا؟"

"یہی کہ پروفیسر کے سر پر خطرے کی جو تلوار منڈلا رہی ہے وہ کسی وقت اس کی شہ رگ تک بھی پہنچ سکتی ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "کالکا اس فارمولے کو حاصل کرنے کی خاطر کوئی قدم بھی اٹھا سکتی ہے۔"

"پروفیسر ابرار کی شخصیت ہمارے ملک اور قوم کے لیے ایک قیمتی اور انمول اثاثہ ہے جس کی حفاظت کرنا ہماری ذمے داری ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "میں نے اس کی حفاظت کی خاطر خاصے معقول اور موثر انتظام کر دیے ہیں لیکن اس کے باوجود کالکا کی طاغوتی قوت کوئی بھی گل کھلا سکتی ہے۔"

ندیم سے گفتگو کرنے کے بعد میں دفتر پہنچا تو کالکا وہاں پہلے سے موجود تھی۔

"تم؟" میں اسے دیکھ کر چونکا۔ "میرا خیال تھا کہ پچھلی ملاقات کے بعد تم میری صورت دیکھنا بھی گوارا نہیں کرو گی۔"

"سمے اگر بیت جائے تو پھر کوئی شکتی اسے واپس نہیں لا سکتی۔"

"میں نے یہ فلسفہ کسی کتاب میں پڑھا تھا۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا تو کالکا کے تیور بدل گئے۔

"سینے پر بم باندھ کر جب کوئی شخص اپنے کسی دشمن سے ٹکراتا ہے تو وہ اپنے انجام سے بھی بے خبر نہیں ہوتا۔"

"آج تم خاصی دلچسپ باتیں کر رہی ہو۔"

"ہمارے درمیان دوستی کا سمبندھ پھر قائم ہو سکتا ہے۔" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"اس کے لیے شاید مجھے تمہارے چرنوں میں جھکنا ہوگا۔" میں نے دوبارہ اس کا مذاق اڑایا۔

"منش کے جیون میں اس کی اپنی جان سے زیادہ کوئی چیز بھی سندر نہیں ہوتی۔" اس نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "جو لوگ جان بوجھ کر جلتی آگ میں چھلانگ لگا دینے کی حماقت کرتے ہیں ان کے پاس پھر سوچنے کا سمے باقی نہیں رہتا۔ جل بھن کر کوئلہ بن جاتے ہیں۔"

"مطلب کی بات کرو کالکا رانی۔" میں مسکرایا۔ "دوستوں کے درمیان معنوں میں پیچ دار باتیں کچھ اچھی نہیں لگتیں۔"

جواب میں اس نے مجھے غور سے دیکھا۔ کچھ دیر کسی خیال میں مستغرق رہی پھر سپاٹ لہجے میں بولی۔

"تم پروفیسر اور میرے بیچ سے ہٹ جاؤ۔ میں جگت نارائن کو تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"جگت نارائن۔ یا کبیر داس؟" میں نے تیکھے انداز میں دریافت کیا۔

"ایک ہی بات ہے۔" اس نے ٹھوس الفاظ استعمال کیے۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں تمہاری اس پیشکش پر خوشی کا اظہار کروں یا حیرت کا۔" میں نے کالکا کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "جب جگت نارائن ہی جہنم رسید ہو جائے گا تو پھر تم اس فارمولے کا کیا کرو گی؟"

"یہ سوچنا میرا کام ہے۔ تمہارا نہیں۔"

"اور اگر میں تم سے پروفیسر ابرار اور جگت نارائن کے بارے والی بات ماننے سے انکار کر دوں تو؟"

"پھر ایسا طوفان آئے گا جسے کوئی نہیں روک سکے گا۔" وہ خطرناک لہجے میں بولی۔ "مجھے اپنا انجام معلوم ہے لیکن اس سے پہلے میں اپنا کام ختم کر کے دیوی دیوتاؤں کا آشیرباد ضرور حاصل کروں گی۔ مجھے کوئی شکتی بھی نہیں روک سکتی۔ تمہاری وہ سفید چوٹی والی پاگل بڑھیا بھی نہیں اور وہ بھی نہیں جو تمہاری سہائتا۔۔۔"

کالکا اپنا جملہ پورا نہیں کر سکی۔ وہ اس طرح چونکی تھی جیسے چھت اس کے سر پر گرنے والی ہو۔ اس نے مجھے خونخوار نظروں سے دیکھا پھر پلک جھپکتے میں نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ بظاہر کوئی اور موجود نہیں تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کوئی روحانی قوت تھی جو کالکا کو بار بار مجھ سے علیحدہ کر رہی تھی۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔

* — * — *

میں دفتر سے اٹھ کر گھر جانے لگا تو میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال گونج رہا تھا۔ "جگت نارائن کا مکمل خاتمہ۔" کالکا نے پروفیسر کے حوالے سے فارمولے کی جو بات کی تھی اس کی پشت پر یقیناً جگت نارائن ہی کا ہاتھ شامل ہو سکتا تھا اگر کالکا کو از خود اس فارمولے کو حاصل کرنا ہوتا تو شاید وہ اسے مارگریٹ کے درمیان میں آنے سے پہلے ہی اپنی مہان شکتی کے ذریعے حاصل کر لیتی۔

سلیم شاہ بھوشن کے بینک اور اس کی رہائش کی بات اور تھی۔ سراج بھی اتنا بچہ نہیں تھا اس نے یقیناً مجرم یا مجرموں کو گرفتار کرنے کی خاطر دھرم آشرم کے اطراف سادہ لباس والوں کا جال بچھا رکھا ہوگا لیکن میں نے طے کر لیا تھا کہ خواہ میرے ساتھ کچھ بھی ہو میں دھرم آشرم کو راکھ کا ڈھیر بنا کر ہی دم لوں گا۔ دانش میرے ہمراہ تھا۔ اس نے بھوشن کے مرکزی بینک اور رہائش گاہ کے علاوہ بھی میری جان بچانے کی خاطر کئی کامیاب دھماکے کیے تھے۔ میں اس کی صلاحیتوں کو ایک آخری موقع اور دینا چاہتا تھا۔ ابھی میرے اوپر ماسٹر کی موت کا قرض بھی باقی تھا۔ میں اپنے ذہن میں جگت نارائن کو ختم کرنے کی اسکیم مرتب کر رہا تھا کہ دانش نے اچانک گاڑی سڑک کے کنارے کر کے روک لی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے چونک کر دریافت کیا۔

"گاڑی کا ٹائر تبدیل کرنا ہوگا۔" وہ نیچے اترتے ہوئے بولا۔ "شاید پنکچر ہو گیا ہے۔"

میں اپنی جگہ پوری طرح محتاط ہو گیا اگر میرے دشمن میرے تعاقب میں تھے تو وہ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ میں نے سیٹ کے نیچے ہاتھ ڈال کر اس بٹن کو آن کیا جس کے ساتھ ایک پتلا سا قبر نما خانہ نکل کر باہر آ گیا۔ اس میں وہ خودکار اور خطرناک ترین رائفل موجود تھی جو دشمنوں کے لیے موت کا پیغام اگلنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ میں اپنے اطراف اور عقب میں نظر گھما رہا تھا کہ اچانک میرے کان میں عثمان غنی کی آواز گونجی۔

"پریشان مت ہو میرے عزیز۔ جو کچھ ہوا ہے میرے اشارے پر ہوا ہے۔ دانش کو ٹائر تبدیل کرنے میں کچھ وقت تو لگے گا۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

"لیکن آپ نے ایسا کیوں کیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"دھرم آشرم نہیں صرف جگت نارائن میرے عزیز۔" اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا لیکن گرو کے ساتھ اس کے چیلے بھی شیطان ہی کی صف میں شمار کیے جائیں گے۔"

"نہیں۔ جو ہم جانتے ہیں وہ تم نہیں جانتے اور ہم جانتے ہیں کہ جگت نارائن کو اس کے سیوک صرف بھگا بھگت کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ وہ کیرداس [illegible] ہیں۔ اس کی زندگی کا دوسرا رخ ابھی تک آٹھ دس آدمیوں کے سوا اور کسی کو نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اسلام بھی اجازت نہیں دیتا کہ کسی بھی مذہب کے لوگوں کو اس وقت سے پہلے چھیڑا جائے جب تک وہ اسلام دشمن سرگرمیاں نہ اختیار کریں۔ ایسی صورت میں جہاد کا ہے مگر موجودہ صورت میں صرف کیرداس کے بت کو ڈھا دینے سے ہی جب مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو بلاوجہ دوسروں کا خون بہانے سے کیا حاصل ہوگا۔"

"لیکن دھرم آشرم کے چاروں طرف پولیس کا پہرہ ہوگا اور دھرم آشرم کے رکھوالے بھی اب کھلی آنکھ سے ہر ایک کا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"تمہیں یہ بھی علم ہے میرے عزیز! لیکن سوچو اگر عثمان غنی تمہیں دوسروں کی نظروں سے بچا کر گناہ کی دلدل تک لے جا سکتا ہے تو کیا میں تمہیں بت شکن بنانے کی سعادت بھی حاصل

نہیں کر سکتا۔" اس کی آواز میں بہت گہرا طنز تھا۔ "اس کام میں تمہیں تنہا میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

میں نے اس نیک دل انسان کے ساتھ بحث نہیں کی اور دانش کو وہیں رکنے کی تاکید کر کے دھرم آشرم کی سمت روانہ ہو گیا جہاں حسب توقع باوردی پولیس والوں کے علاوہ سادہ لباس والے بھی گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ میں ان میں سے کئی افراد سے واقف تھا۔ دھرم آشرم کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہونے والوں کو پوری احتیاط سے چھان پھٹک کے بعد ہی اندر جانے کی اجازت دی جا رہی تھی لیکن اس نیک دل انسان نے میرا ہاتھ تھام رکھا تھا اس لیے مجھے اس کمرے تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی جہاں کیرداس اتفاق سے اس وقت تنہا بیٹھا کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ میں اس کی پشت پر پہنچ گیا تو میرا ہاتھ چھوڑ دیا گیا۔ میں نے اپنا پستول نکال لیا۔ کیرداس فون ختم کر کے گاؤ تکیے کے سہارے کمر سیدھی کرنا چاہتا تھا لیکن میری آواز سن کر بڑبڑا گیا۔

"متر" اس نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا پھر خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "تمہیں اندر آنے کی اجازت کس نے دی؟ یہ سمے میرے آرام کا ہے۔"

"بہت آرام کر چکے کیرداس اب تھوڑی سی تکلیف بھی برداشت کر لو۔" میں پستول تان کر سرد لہجے میں اب دیا۔ "تمہارے دن پورے ہو چکے ہیں۔"

"پرنتو میں نے کیا پاپ کیا ہے۔" وہ ڈرے ہوئے لہجے میں۔

"اب بھی تم خود کو جگت نارائن ماننے کو تیار نہیں ہو گے۔" میں نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "آخری وقت میں تو انسان خدا سے اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہے۔ کیا تم ابھی تک راکشس کے خول سے باہر نہیں نکلو گے۔"

"اس کھلونے کو ہاتھ سے پھینک دو بالک۔" وہ حقارت سے بولا۔ "یہ میرا دھرم آشرم ہے، یہاں کیول میرا حکم چلتا ہے۔"

"وہ سمے اب بیت گیا جگت نارائن۔ اب کوئی شکتی تمہارے اور نرکھ کے راستے میں نہیں آئے گی۔"

جگت نارائن کیرداس نے ہاتھ سے ایک مخصوص عمل کیا۔ شاید اس کے خفیہ گارڈز اس وقت بھی کسی جگہ چھپے اس کی حفاظت پر مامور تھے لیکن میں جانتا تھا کہ عثمان غنی کے نیک دل باپ کی موجودگی میں کالا کی مہان شکتی بھی مجھے بے نقاب نہیں کر سکتی تھی چنانچہ میں نے مسکرا کر کہا۔

"اب میری باری ہے مہاراج۔ آج صرف میرا حکم چلے گا۔ تمہارے شکاری کتے آج تمہاری ڈالی ہوئی ہڈی پر نہیں لپک سکیں گے۔" میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "تم نے ندا جیسی معصوم لڑکی کو موت کے گھاٹ اتار کر اچھا نہیں کیا۔"

"کیا چاہتے ہو؟" اس نے کچھ لو اور کچھ دو کا انداز اختیار کیا۔

"تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں گناہ کا مزا کتنا تلخ اور کربناک ہوتا ہے۔" میں نے پہلا فائر کیا۔ کیرداس کا داہنا شانہ جھول گیا۔ اس کے ساتھ ہی خون بلبلا کر اس کے اجلے کپڑے کو سرخ کرنے لگا۔

"مجھے مت مارو۔ بھگوان کے لیے مجھ پر دیا کرو۔ میں مانتا ہوں کہ میں ہی جگت نارائن ہوں لیکن تمہیں زبان بند رکھنے کی منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہوں۔"

"اچھا ہوا جو تم نے اپنے چہرے سے وہ گھناؤنا نقاب اتار پھینکا جس کی آڑ میں اب تک تم نہ جانے کتنے معصوم انسانوں کا خون بہا چکے ہو۔ کتنی سندر ناریوں کے شریر اپنے قدموں تلے گاڑ چکے ہو۔ تم تو وہ شیطان ہو جو خود اپنے پجنے والوں کے خون کی ہولی کھیلتا رہا۔" میں نے دوسرا فائر کیا جس نے جگت نارائن کے بائیں پاؤں کے گھٹنے کی ہڈیوں کو کرچیوں میں تبدیل کر دیا۔ وہ بلبلاتا ہوا ڈھلک کر نیچے فرش پر اوندھا گرا پھر قلابازی کھاتا ہوا چت ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف لرز رہا تھا۔ میں نے بدستور سفاک لہجے میں کہا تیسرا فائر اس کے دوسرے گھٹنے پر کرنے کے بعد کہا۔ "آج تمہیں کیا محسوس ہو رہا ہے؟ کیا تمہیں کچھ کچھ اندازہ ہو رہا ہے کہ موت کتنی اذیتناک اور بھیانک شے کا نام ہے۔ آج جب پولیس تمہاری لاش گھسیٹنے کو یہاں آئے گی تو اسے تمہارے پاس بھی ایک J.N اور چھپنے والا مخصوص سکہ ملے گا۔ وہ ہو سکتا ہے کہ یہی سمجھیں کہ جگت نارائن نے کیرداس جیسے دلیش بھگت کو بھی مار ڈالا لیکن تمہارا بھگوان دیکھ رہا ہے کہ تم ہی ایک تصویر کے دو رخ ہو۔ میں بھی تمہیں نہیں، تمہارے دوسرے رخ سے انتقام لے رہا ہوں۔" میں نے اگلا فائر کیا تو جگت نارائن کی پلکیں جھپکنے لگیں۔ اب اس کے اندر چیخنے چلانے کی سکت بھی نہیں رہ گئی تھی۔ قیمتی قالین اس کے خون سے سرخ ہو رہا تھا۔

"جلدی کرو میرے عزیز۔" عثمان غنی کے باپ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "ہم اب یہاں زیادہ دیر نہیں رک سکتے۔ تمہارے دوست سراج صاحب اپنے ایک اعلیٰ افسر کے ساتھ کسی بھی لمحے یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

میں نے باقی گولیاں بھی جگت نارائن کے منحوس وجود میں اتار دیں۔ پھر وہی بدلی جیسا نرم اور سوہا ہاتھ میری کلائی تھام چکا تھا۔ میں سب کی نظروں کے سامنے سے گزر کر باہر آ گیا۔ ٹیکسی پکڑ کر اپنی کار کے قریب پہنچا تو دانش کی کیفیت قابل دید تھی۔ میری محبت کی نشانی بیٹے کے ٹکڑوں کی شکل میں اس کی پیشانی پر

aazzamm@yahoo.com

جھلملا رہی تھی۔

"سر۔" اس نے میرے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد سوال کیا۔ "آپ کہاں چلے گئے تھے؟ آپ کو تنہا نہیں جانا چاہیے تھا اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ میری خاطر تم کسی قربانی سے دریغ نہیں کرو گے لیکن اس وقت مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "کام چونکہ اہم کاروباری نوعیت کا تھا اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ جتنی دیر میں تم سیسہ بدلو میں اس کام کو نمٹا لوں۔"

"سر۔" دانش نے مشکوک لہجے میں کہا۔ "آپ شاید مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں؟"

"اب چھپانے کے لیے کچھ نہیں رہا دانش۔" میں نے اس کو مایوس دیکھ کر کہا۔ "جگت نارائن کا کھاتہ میں نے آج ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے لیکن تم میرے معتبر آدمی ہو اس لیے اپنی زبان بندی رکھنا۔"

"آ ۔ ۔ ۔ تم اس کے آشرم میں جا کر اسے ٹھکانے لگا دیا!" دانش نے حیرت کا اظہار کیا۔

"انسان سچے دل سے کوئی نیک کام کرنے کا عہد کرلے تو پھر اس کے راستے کی تمام دشواریاں خود بخود چھٹتی چلی جاتی ہیں۔" میں نے شفاف لہجے میں دل کی گہرائیوں سے جواب دیا تو لوبان اور صندل کی ملی جلی خوشبو کا جھونکا میرے وجود کے گرد ہالہ بن کر چکرانے لگا۔ میں نے مستی میں آنکھیں بند کرلیں۔ ایک عجیب کیف و سرور تھا جو میری رگ رگ میں سرایت کر رہا تھا۔ میرے تصور میں کمبل پوش بزرگ کا نورانی چہرہ پوری آب و تاب سے جلوہ گر تھا۔

پھر چیخ کر میں نے دانش کی آواز پر آنکھیں کھولیں تو تمام کیف انگیز مناظر منتشر ہو کر رہ گئے۔ ندیم مجھے باہر ہی ٹہلتا ہوا ملا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ میں گاڑی سے اتر کر لان پر اس کے قریب گیا تو اس نے ہونٹ چبا کر کہا۔

"وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔" وہ تشویشناک انداز میں بولا۔

"کیا ہوا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"کسی نے حیرت انگیز اور پراسرار طور پر پروفیسر کی لیبارٹری کے اس بلاک کو جلا کر راکھ کر دیا ہے جہاں پروفیسر ابرار اپنے فارمولے پر ریسرچ کرتا تھا۔"

"کاکا۔" میرے ذہن میں اس کے کہے ہوئے الفاظ صدائے بازگشت بن کر گونجنے لگے۔ "پروفیسر ابرار کا کیا بنا؟" میں نے بڑی عجلت میں سوال کیا۔

"سرکاری ایجنسیاں مصروف عمل ہیں لیکن ابھی تک کوئی حتمی بات سامنے نہیں آئی۔ اس بلاک سے کئی ورکرز کے ڈھانچے بھی ملے ہیں جو کوئلے کے بنے لگتے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ کاکا تم سے پہلے حرکت میں آ کر اپنا کام کر گزری۔"

"پروفیسر کی موت ملک اور قوم کے لیے ناقابل تلافی نقصان ثابت ہوگی۔" میں ہاتھ مل کر بولا۔

"جو کچھ ہوا تمہاری غفلت کا نتیجہ ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر تم کسی طرح پروفیسر کو خاموشی سے وہاں سے ہٹا دیتے تو شاید۔"

"میں نے سوچا تھا لیکن شاید قدرت کو یہی منظور تھا۔" میں ہونٹ چبانے لگا۔

"اب افسوس کرنے سے کیا حاصل۔ دعا کرو کہ پروفیسر محفوظ ہو۔"

"ندیم۔" میں نے اس کے لہجے کو محسوس کرتے ہوئے اسے غور سے گھورا۔ "سچ بتاؤ کیا پروفیسر واقعی۔"

"اتنی جلدی گھبرا گئے۔" ندیم مسکرایا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے خاص آدمی پروفیسر کی نگرانی پر مامور ہیں لیکن اس کے باوجود پروفیسر کی لاش دستیاب ہو چکی ہے۔"

"اور تم اس پر مسکرا رہے ہو۔"

"ہاں۔" اس نے کہا۔ "اس لیے کہ میں نے پروفیسر ابرار کو بڑی مشکلوں سے سمجھا بجھا کر اسے کچھ دن پہلے ہی اپنے فارم ہاؤس میں منتقل کر دیا تھا جہاں وہ فی الحال صرف آرام کر رہا ہے۔ پولیس کو جس لاش پر لباس اور چشمے وغیرہ کی بنیاد پر شک ہے وہ پروفیسر کے ڈپلی کیٹ کی لاش ہے۔" ندیم یکلخت دوبارہ سنجیدہ ہو گیا پھر ہاتھ پیشانی تک لے جا کر بولا۔ "میں سلام کرتا ہوں اس محب وطن پر جس نے اپنی زندگی داؤ پر لگا کر خوشی خوشی پروفیسر کا ڈپلی کیٹ کردار ادا کیا ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے قریب رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا لیا کچھ دیر تک وہ غور سے کچھ سنتا رہا پھر بولا۔ "معلوم کرو کہ یہ افرا تفری کیوں ہے۔ میں شدت سے انتظار کروں گا۔"

"کس کی کال تھی؟" میں نے پوچھا۔

"دھرم آشرم میں پولیس کی اچھی خاصی نفری جمع ہو رہی ہے۔"

"کوئی خاص وجہ معلوم ہوئی؟"

"نہیں۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں مل رہی ہے۔ فون کرنے والے نے صرف اتنا بتایا کہ پولیس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے افسران وہاں اکٹھا ہو رہے ہیں۔"

پھر کوئی دو بجے رات کو سراج نے فون پر وہی کہانی دہرائی جو میں نے رقم کی تھی۔ ندیم کو حیرت تھی کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا پھر اس نے خود ہی ایک نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ جگت نارائن کے کسی اپنے ہی گرو نے اسے کام تمام کر دیا ہو۔"

میں نے بھی ہاں میں گردن ہلا دی۔ اسی رات لیڈی مکارنس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا۔

"میرے بچے میں بڑی شدت سے تمہارا انتظار لندن میں کر رہی ہوں لیکن اس بار تم تنہا نہیں آؤ گے۔ عارفہ بھی تمہارے ساتھ ہوگی۔"

"لیکن۔"

"میں تمہاری مداح ہوں میرے عزیز میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے لیے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے میری نگاہوں کی پہنچ کے راستے میں آج تک کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہو سکی سوائے اس کے کہ میں تمہارے دل کے اندر نہیں جھانک سکتی تھی لیکن اس کے علاوہ مجھے تمہاری ہر بات کا علم تھا۔"

"کاکا کا کیا بنا؟" میں نے تیزی سے کہا۔

"اس کا آخری نشانہ پروفیسر کی لیبارٹری تھی لیکن شاید وہ جگت نارائن کے انتقام میں اتنی اندھی ہو گئی تھی کہ پروفیسر کے اصل اور نقل کی تمیز بھی نہیں کر سکی۔ اپنی دوست کو میری جانب سے مبارکباد دینا۔ اس نے پروفیسر کو بچا کر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔" لیڈی مکارنس نے ایک بار پھر مجھے جلد از جلد لندن آنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا۔ "عارفہ کو ضرور ساتھ لانا۔ اس کی زندگی کی ذمے داری میں قبول کرتی ہوں۔" دوسری جانب سے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے کئی آوازیں دیں لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

دوسرے دن میں نے دانش کو عارفہ کا پاسپورٹ بنانے اور پہلی فلائٹ سے لندن کی دو نشستیں بک کرانے کی ذمے داری سونپ دی۔ ایک ہفتے بعد ہم لندن ائرپورٹ سے باہر نکلے تو لیڈی مکارنس کے آدمیوں نے ہمارا شاندار استقبال کیا۔ عارفہ ایک طویل عرصے کے بعد گھر کی چار دیواری سے باہر نکلی تھی اس لیے بڑی ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔ ہمیں ائرپورٹ سے سیدھا مکارنس کیسل پہنچا دیا گیا جہاں لیڈی مکارنس نے ہمارا والہانہ استقبال کیا۔ بہت دیر تک وہ عارفہ کو گلے لگائے دعائیں دیتی رہی۔ اس روز ہم نے اس پر تکلف کمرے میں آرام کیا جو خاص طور پر مشرقی انداز میں ہمارے لیے سجایا گیا تھا۔

دوسری صبح لیڈی مکارنس ہم دونوں کو اپنی نشن روز لائبریری میں لے گئی۔ میں ایک بار پہلے بھی اس کی سیر کر چکا تھا لیکن عارفہ خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ بڑی بڑی الماریوں کے ہر ریک میں خوبصورت شیشے کے بکس میں بند منتقل کھوپڑیاں اسے خوفزدہ کر رہی تھیں لیکن لیڈی مکارنس نے جب اس کی پسندیدہ شخصیتوں سے اس کی بات زندہ انسانوں کی طرح کرائی تو وہ بھی دلچسپی لینے لگی۔ لیڈی مکارنس نے اپنے ہاتھ میں وہی ریموٹ لے رکھا تھا جس کے بٹن کے ذریعے وہ کھوپڑیوں میں جان ڈالتی تھی پھر جس زبان میں چاہتی ان سے بات کرا سکتی تھی۔ رفتہ رفتہ عارفہ اس کھیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگی پھر لیڈی مکارنس ایک مخصوص شیشے کے بکس کے سامنے پہنچ کر رک گئی جو اندر سے گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا لیکن اس کے نیچے کاکا کے نام کی تختی لگی دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

"عارفہ۔ میری بچی اب میں تمہاری ملاقات ایک ایسی دیوی سے کراؤں گی جس نے تمہاری زندگی کو بالکل اسی طرح ایک مکان میں قید ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا جس طرح وہ آج خود ہے۔" پھر لیڈی مکارنس نے بکس کو روشن کیا تو کاکا کی وہی مورتی اس میں موجود تھی جسے میں نے شنکر کے کہنے پر روپ نگر کی ایک پہاڑی گھپا کی دلدل سے برآمد کیا تھا۔ میرے علاوہ عارفہ بھی اسے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر جب لیڈی مکارنس نے دوسرا بٹن دبایا تو اس کی پتلیاں اپنے حلقوں میں گردش کرتے ہوئے اچانک عارفہ پر جم کر رہ گئیں۔

"تم؟" کاکا کی آواز گونجی۔ "تم ابھی زندہ ہو۔"

"ہاں۔" عارفہ نے حقارت سے جواب دیا۔ "میں وہی عارفہ ہوں جس پر تم نے زندگی کی تمام خوشیاں حرام کر دی تھیں لیکن میں جانتی ہوں کہ مارنے والے سے بچانے والا زیادہ قوت کا مالک ہوتا ہے شاید اسی لیے تم اس وقت قید ہو اور میں آزاد ہوں۔"

"میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔" کاکا نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر میری سمت دیکھا۔ "تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔ کاکا سے جو مہان شکتی کی مالک ہے پر تو اتنا یاد رکھو یہ جھوٹ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔ میں تمہیں سکون سے زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ میرا شراپ تمہیں تباہ کر دے گا۔ تم دونوں کو۔" کاکا کی نگاہوں میں شعلوں کا رقص شروع ہو گیا۔

"رسی جل گئی پر بل ابھی تک نہیں گیا۔" میں نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "اب تو لال پیلی مت ہو کاکا دیوی۔"

کاکا کوئی جواب دینے کے لیے لیڈی مکارنس کی سمت گھومی تھی لیکن اسی لمحے لیڈی مکارنس نے ہاتھ میں دبے ریموٹ کا سرخ اور پیلا بٹن ایک ساتھ دبا دیا۔ شیشے کے بکس کے اندر سرخ اور پیلے رنگ کی بجلیاں سی کوندنے لگیں۔ کاکا کی کربناک چیخیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے جسم میں کرنٹ دوڑنے لگا تھا لیکن اس کے چہرے اور آنکھوں کی خباثت کم نہیں ہوئی تھی۔ کرنٹ دوڑنے کا سلسلہ بند ہوا تو کاکا

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

Scanned
By
Ali and Azam

Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

aazzamm@yahoo.com

نے لیڈی مکارنس سے بڑے ہی کریہہ انداز میں کہا۔

"سفید فام بڑھیا۔ آج کالکا تیرے بس میں ہے لیکن میری آتما زیادہ دنوں پتھر کی مورتی میں قید نہیں رہے گی۔ میں آزاد ہو گئی تو تیرا جینا دوبھر کر دوں گی۔ تجھے نالی کے کیڑوں کی طرح اپنے قدموں تلے مسل دوں گی۔"

"تیرے جیسی دھرتی آتما نے بھی مجھے چیلنج کیا تھا۔" لیڈی مکارنس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "جانتی ہو میں نے اس کا کیا کیا؟ اس کی آتما کو میں نے ہمیشہ کے لیے منجمد کر دیا ہے۔ اب خود میں بھی اسے واپس نہیں بلا سکتی۔"

"تم نے پروفیسر ابرار کو مار کر اچھا نہیں کیا کالکا دیوی۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"شہباز خان۔" وہ اپنی غلیظ زبان ہونٹوں پر لپلپاتے ہوئے بولی۔ "میں نے تجھ سے کہا تھا کہ اگر وہ قاری مولا میرے ہاتھ نہ لگا تو پھر کسی اور کے ہاتھ بھی نہیں لگے گا۔ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ سب جل کر راکھ ہو جائے گا۔"

"تمہیں ایک دکھ کی بات اور سناتی ہے۔" میں نے زہر خند سے جواب دیا۔ "تم نے جس کو جلدبازی میں پروفیسر سمجھ لیا تھا وہ اس کا ڈپلی کیٹ تھا۔ پروفیسر ابرار زندہ ہے۔"

"نہیں۔" کالکا چونکی پھر ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بولی۔ "یہ ناممکن ہے۔"

"یہ ممکن ہے یہودنی ۔۔۔" لیڈی مکارنس نے پہلی بار نفرت کا اظہار کیا۔ "بالکل اسی طرح ممکن ہے جس طرح تم اس وقت میرے رحم و کرم پر ہو اور اس وقت تک رہو گی جب تک یہ دنیا باقی ہے۔"

"تم اور کالکا کو قید رکھو گی۔" کالکا نے بڑی خود اعتمادی سے قہقہہ لگایا۔ "تین چند ماہ اور گزرنے دو۔ اس کے بعد میری آتما ٹھیک اس وقت تمہاری قید سے آزاد ہو جائے گی جب ہولی جلائی جائے گی۔ اس روز تم بے بس ہو گی۔"

"ہو سکتا ہے کہ میں اس سے پہلے تمہیں بھی منجمد کر دوں۔" لیڈی مکارنس کچھ سوچ کر بولی۔

"تم۔" کالکا نے عارفہ سے کہا۔ "کچھ مہینے اور رنگ رلیاں منا لو اس کے بعد شہباز تمہارے بجائے میرے پہلو میں ہو گا۔ یہ میری پرتگیا (قسم) ہے جو اوش پوری ہو گی۔"

"میں کیا یہ سمجھوں کہ تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہو۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"جس طرح دن اور رات بدلتے رہتے ہیں اسی طرح منش کی اپنی چھایا بھی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ آج تم بول رہے ہو کل میں بولوں گی۔"

"آج کیا ہوا؟" میں نے اس کا مضحکہ اڑایا۔ "کیا آج تمہارے دیوتا تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

"تم آنے دو پھر بتاؤں گی کہ کالکا کس شکتی کا نام ہے۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔

اچانک شیشے کے بکس میں دوبارہ گھپ اندھیرا ہو گیا۔ میں نے لیڈی مکارنس کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"روشنی زیادہ دیر قائم رہے تو ان مردہ کھوپڑیوں کو بھی توانائی ملتی رہتی ہے اسی لیے میں نے لائٹ بند کر دی۔"

"کیا کالکا نے ٹھیک کہا ہے کہ وہ تین چاندوں کے بعد آپ کی قید سے آزاد ہو جائے گی۔"

"ابھی میں پورے یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ اس کے لیے مجھے ایک مخصوص وقت اپنے جیک بال سے آنے والے حالات کے بارے میں معلوم کرنا ہو گا لیکن میری ایک پیش گوئی یاد رکھنا۔ اب کالکا کی خباثتیں تم دونوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ میں تمہارے سروں پر ایک بار پھر وہی سفید بادل کے ٹکڑوں کو منڈلاتا دیکھ رہی ہوں۔ جس کا راز لاکھ جتن کے باوجود میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

لیڈی مکارنس کی وہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔ دوسرے دن جب میں سو کر اٹھا تو بستر پر ہمارے سرہانے ایک کے بجائے دو صندلی انگوٹھیاں موجود تھیں۔ میرے دل کی دھڑکن یکلخت تیز ہو گئی۔ میں نے اوپر کی جانب سر اٹھا کر اس رب کریم کا شکر ادا کیا جس نے پھر مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کر دی تھی۔ میں نے ایک انگوٹھی خود پہنی‘ دوسری عارفہ کو پہنا دی اور تاکید کر دی کہ وہ اس انگوٹھی کے بارے میں بھی کسی سے کوئی ذکر نہیں کرے گی۔

عارفہ کچھ جواب دینا چاہتی تھی کہ صندل اور لوبان کی خوشبو کا مسحور کن جھونکا ہمارے گرد چکرانے لگا۔ ہم دونوں ہی اس کی کیفیت میں ڈوبتے جا رہے تھے۔ یہ ایک کیف و مستی کا عالم تھا جس نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

صندل اور لوبان کی وہ خوشگوار خوشبو ہمیں ایک نئی زندگی گزارنے کی تلقین کر رہی تھی۔ اس صراط مستقیم کی روشن راہوں کی نشاندہی کر رہی تھی جس پر چل کر انسان کندن بن جاتا ہے۔ جہاں ایمان کی مشعلیں روشن ہوتی ہیں اور کفر کے دیے اس کے سامنے ٹمٹماتے نظر آتے ہیں۔ خوشبو کا معطر جھونکا ہمیں ایک نئی روشن دنیا کی سیر کرا رہا تھا۔ اس دنیا کی سیر جو کبھی فنا نہیں ہوتی۔ وہی ہر انسان کی منزل ہے لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے انسان کو کئی امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ خاردار راہوں پر آبلہ پا چلنا پڑتا ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتا ہے۔

(ختم شد)

Phone : 61940
Shaheen Library
SAHIWAL